

زیارت و ضریح اودر عظیم آثار مقدسہ بر تحقیقی بحث

نور الایمان

بیانۃ آثار حبیب الرحمن صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ:

تصنیف:

مولانا عبدالحلیم فرنگی محلی مدظلہ العالی مولانا مفتی احمد قادیانی صاحب

صفہ پبلی کیشنز

زیارتِ وضہ مطہرہ اور تعظیمِ آثارِ مقدسہ پر تحقیقی بحث

نورِ الایمان

بِزَارَةِ آثَارِ حَبِيبِ الرَّحْمَنِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ک

ترجمہ:

تصنیف:

مولانا فتح احمد قادری صاحبی مولانا عبدالحلیم فرنگی محلی مدظلہ

صُفْہ پبلی کیشنز

اسماعیل سنٹر 109- چیئرمین روڈ - اُردو بازار - لاہور فون: 7324210



رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا
إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ
حَدَّثَنَا النُّعْمَانِيُّ

بہمہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب : _____ نور الایمان
 پر نایزہ آثار حبیب الرحمن مکی علیہ السلام
 مصنف : _____ مولانا عبدالحلیم فرنگی محلی رحمہ اللہ
 ترجمہ : _____ مولانا افتخار احمد قادری مصباحی
 باہتمام : _____ عمر حیات قادری
 ناشر : _____ صفحہ پہلی کیشنز - لاہور
 تعداد : _____ گیارہ سو
 قیمت : _____ 70 روپے

- ☆ ضیاء القرآن پبلی کیشنز، مکتبہ نبویہ، نور یہ رضویہ پبلی کیشنز
- پروگریسو بکس، اسلام بک ڈپو، گنج بخش روڈ دربار مارکیٹ، لاہور
- ☆ مسلم کتابوی، سنی کتب خانہ، مکتبہ جمال کرم، مکتبہ قادریہ
- مرکز الاولیٰین، سستا ہوٹل، دربار مارکیٹ، لاہور
- ☆ گلیکسی بک سنٹر - 491 طفیل روڈ صدر، لاہور کینٹ

تہذیب

سہارن پور مہمان خانہ

حضرت مولانا شاہ حافظ عبد العزیز محدث بک پوری اور اللہ مرقدہ

— جنکے — کی

فیضانِ کرم نے کتنے بے باق قلمروں کو سندر کی سی وسعت دی اور عین کی ایک
ادنیٰ جگہ التفات نے اسے شمارِ نروں کو آفتاب و ماہتاب بنا دیا۔

اور ————— ان کی عظیم یادگار

الجامعۃ الاشرفیہ بک پور اعظم گڑھ

— کے خدمت میں سے جو —

عصر حاضر میں مسلمانانِ ہند کے لئے علم و فضل اور رشد و ہدایت
کا سینا رہن چسکی ہے۔

(انتظارِ احمد قادری)

ماخذ

کتاب	مصنف	سنة وفات
۱- صحیح البخاری	امام ابو عبد الله محمد بن اسماعیل بخاری	۲۵۶ هـ
۲- شرح البخاری	علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد بن حنفی	۸۵۵ هـ
۳- شرح البیہقی	علامہ شہاب الدین احمد بن محمد غلیب قطلمانی شافعی	۹۱۳ هـ
۴- شرح البیہقی	علامہ شمس الدین محمد بن یوسف کرمانی	۷۸۶ هـ
۵- صحیح مسلم	امام ابوالحسن مساکر الدین مسلم بن حجاج قشیری	۲۶۱ هـ
۶- شرح مسلم	امام حافظ ابو زکریا یحییٰ بن شرف نوری	۷۶۶ هـ
۷- سنن ابوداؤد	امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث بستانی	۲۶۵ هـ
۸- سنن ابن ماجہ	امام ابو عبد الله محمد بن یزید ربیع ابن ماجہ قزوینی	۲۶۳ هـ
۹- سنن نسائی	امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب نسائی	۳۰۳ هـ
۱۰- جامع الترمذی	امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی	۲۶۹ هـ
۱۱- مشکوٰۃ المصابیح	علامہ ابو عبد الله محمد بن ابی الدین بن عبد الله غلیب تبریزی	۷۳۰ هـ
۱۲- لمعات شرح مشکوٰۃ	علامہ شیخ محدث ابوالجود عبد الحق بن سیف الدین دہلوی	۱۰۵۲ هـ
۱۳- اشعة اللمعات	علامہ شیخ محدث ابوالجود عبد الحق بن سیف الدین دہلوی	۱۰۵۲ هـ
۱۴- مرقات شرح مشکوٰۃ	علامہ شیخ نور الدین علی بن سلطان معروف بلاتقاری حنفی	۱۰۱۳ هـ
۱۵- مفتاح شرح مصابیح	علامہ مظہر الدین حسین بن محمود زیدانی	
۱۶- شرح مشکوٰۃ	علامہ حسن بن محمد طبری	۷۴۳ هـ
۱۷- مسند امام احمد	امام احمد بن حنبل	۲۴۱ هـ
۱۸- مؤطا امام مالک	امام ابو عبد الله مالک بن انس	۱۶۹ هـ
۱۹- شرح بخاری	علامہ حافظ ابن القلیب شہاب الدین احمد بن علی معروف بابن حجر مستطانی	۸۵۲ هـ
۲۰- مؤطا امام محمد	امام ابو عبد الله محمد بن حسن شیبانی	۱۸۹ هـ
۲۱- شرح مؤطا امام محمد	علامہ شیخ نور الدین علی بن سلطان بلاتقاری حنفی	۱۰۱۴ هـ
۲۲- صحیح ابن حبان	محدث ابو حاتم محمد بن حبان قسی	۳۵۴ هـ

کتاب	مصنف	تعداد
۲۳- صحیح ابن خزیمه	محدث ابو بکر محمد بن اسماعیل بن خزیمه	۳۱۱ هـ
۲۴- صحیح حاکم	محدث ابو عبد الله محمد بن عبد الله حاکم	۲۰۵ هـ
۲۵- شعب الایمان	محدث ابو بکر احمد بن حسین بن علی بیهقی	۲۵۸ هـ
۲۶- معجم کبیر	محدث ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی	۳۹۰ هـ
۲۷- معجم اوسط	محدث ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی	۳۹۰ هـ
۲۸- تحفۃ الزوار الی القبر الی المختار	حافظ ابو القاسم علی بن ابو محمد معروف بابن عساکر	۵۴۱ هـ
۲۹- مصنف عبد الرزاق	محدث عبد الرزاق ابو بکر بن یحیی	۲۱۱ هـ
۳۰- سنن دارقطنی	محدث ابو الحسن علی بن عمر دارقطنی	۳۸۵ هـ
۳۱- مسند البریلجی	محدث احمد بن علی البریلجی موصل	۳۰۷ هـ
۳۲- مصنف ابن ابی شیبہ	امام ابو بکر عبد الله بن محمد بن ابی شیبہ عسلی	۲۴۵ هـ
۳۳- مسند بزار	محدث ابو بکر احمد بن عمر و بزار	۲۹۲ هـ
۳۴- معانی الآثار	امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی	۳۲۱ هـ
۳۵- جامع الاصول فی احادیث	ابو السعادات محمد الدین معروف بابن اثیر جزیری	۶۰۶ هـ
۳۶- الاستذکار	حافظ محدث ابو عمر یوسف بن عبد الله معروف بابن عبد البر	۴۶۳ هـ
۳۷- فتح الودود	علامہ ابو الحسن سندھی	۵۱۲ هـ
۳۸- المعرفة	محدث ابو ذکریا یحیی بن عبد الوهاب معروف بابن منده	۹۰۶ هـ
۳۹- تفسیر کبیر	امام فخر الدین ابو عبد الله محمد بن عمر رازی	۶۰۶ هـ
۴۰- معالم التنزیل	امام محی السنه ابو محمد حسین بن مسعود قرطبی	۵۱۶ هـ
۴۱- عمل الیوم واللیلة	ابن سنی	۳۶۴ هـ
۴۲- عمدة المحققین	ابو القاسم شیخ الاسلام برهان الدین ابراہیم بن جعان	۲۲۵ هـ
۴۳- الکمال	ابو احمد بن عبد الله بن محمد معروف بابن عساکر	۲۲۵ هـ
۴۴- الموضوعات	ابو الفرج عبد الرحمن بن علی بن جوزی	۵۹۷ هـ
۴۵- مدارج النبوة	علامہ شیخ محدث ابو المجدد عبد الحق بن حنیف الدین دہلوی	۱۰۵۲ هـ

تذ	مصنف	كتاب
٩١١ هـ	علامه الفضل جلال الدين عبد الرحمن بن البركهر محمد كمال الدين سيوطي	٢٩- جامع صغير
٩٢٩ هـ	علامه شيخ شمس الدين محمد بن علي شافعي	٣٠- شرح جامع صغير
١٠٣٠ هـ	علامه شيخ صالح شهاب الدين البراء العباس احمد بن محمد شافعي	٣٨- شرح جامع صغير
٩١١ هـ	علامه شمس الدين عبد الرؤف مناوي شافعي	٣٩- شرح جامع صغير
٩١١ هـ	علامه الفضل جلال الدين عبد الرحمن بن البركهر محمد كمال الدين سيوطي	٥٠- خلاص صغير
٩٢٣ هـ	علامه شيخ شهاب الدين احمد بن محمد قطباني شافعي	٥١- مواهب لدرية
١١٤٦ هـ	شاه ولي الله بن عبد الرحيم محدث دہلوی	٥١- المعنى
٥٢٣ هـ	علامه الفضل قاضي عياض بن موسى مالكي	٥٢- كتاب الشفا
٤٢٨ هـ	علامه مكيه الدين شامي	٥٣- سيرة الشافعي
١٠٩٩ هـ	امام حافظ شمس الدين ابو عبد الله محمد بن احمد ذهبی	٥٥- تحف في الصحابة
١١٢٢ هـ	علامه شهاب الدين احمد بن محمد خفاجي حنفي	٥٦- شرح الشفا
٨٥٢ هـ	علامه محمد بن عبد الباقي زرقي مالكي	٥٧- شرح مواهب لدرية
٤٣٨ هـ	علامه حافظ الفضل شهاب الدين احمد بن علي معروف بابن حجر عسقلاني	٥٨- اصحاب في احوال الصحابة
٨٥٢ هـ	امام حافظ شمس الدين ابو عبد الله محمد بن احمد ذهبی	٥٩- تهذيب التهذيب
٨٥٢ هـ	علامه حافظ الفضل شهاب الدين احمد بن علي معروف بابن حجر عسقلاني	٦٠- تهذيب التهذيب
٨٧٢ هـ	علامه تقي الدين ابو الطيب محمد بن احمد قاسي مالكي مكي	٦١- العقد الثمين في تاريخ البلد الامين
٥٠٥ هـ	حجة الاسلام امام ابو حامد محمد بن محمد غزالي	٦٢- احيا العلوم
٩٤٠ هـ	زين العابدين بن ابراهيم بن محمد معروف بابن نجيم مصري	٦٣- بحر الرائق
١٠٨٨ هـ	علامه محمد بن علي بن محمد حصكفي	٦٤- در مختار
١٢٥٢ هـ	علامه محمد امين بن عمر معروف بابن عابد بن شامي	٦٥- رد المحتار
١٢٩٠ هـ	علامه شمس الدين محمد قهستاني حنفي	٦٦- جامع الرموز
٩٥٣ هـ	علامه بدر الدين ابو محمد محمود بن احمد عيني حنفي	٦٧- شرح حوايه
٨٥٥ هـ	امام ابو يوسف يعقوب بن ابراهيم انصاري	٦٨- كتاب الفرائض
١٨٢ هـ		

کتاب	مصنف	سزوفات
۱۱- تفسیر العنبد	علامه مختار نجم الدین بن محمود بن محمد زاهدی	۹۵۸ هـ
۱۰- نهایه شرح هدایه	علامه شیخ حسام الدین حسن بن علی سنقانی حنفی	۱۰۱۱ هـ
۹- خواننده الروایات	فاضل جگنی کجراتی	۹۲۰ هـ
۸- کشف اصول البرزوی	علامه عبدالعزیز بن احمد بن بنماری	۸۳۰ هـ
۷- اصول برزوی	امام فخر الاسلام علی بن محمد برزوی حنفی	۴۸۲ هـ
۶- شرح النقایه	علامه شیخ نور الدین علی بن سلطان معروف بلامعلی تمار حنفی	۱۱۱۲ هـ
۵- فنی القدر	امام کمال الدین محمد بن عبدالواحد معروف بابن حسام حنفی	۸۶۱ هـ
۴- مراقی الفلاح	علامه حسن ابوالاخصاص بن عمار شرنبلالی	۱۰۶۹ هـ
۳- اختصار شرح مختار	علامه ابوالفضل محمد الدین عبداللہ بن محمود مرسل	۶۸۳ هـ
۲- جامع صغیر	امام ابو عبداللہ محمد بن حسن شیبانی	۱۸۹ هـ
۱- المحيط	امام رضی الدین محمد بن محمد بن محمد ترخشی	۵۲۴ هـ
۸۰- نور الایضاح	علامه حسن ابوالاخصاص بن عمار شرنبلالی	۱۰۶۹ هـ
۷۱- فتاویٰ سراجیه	علامه سراج المذنب والدین اودی	سازین صدی
۸۲- خواننده الفتاویٰ	علامه شیخ طاهر بن احمد بن عبدالرشید ترخشی حنفی	۵۴۲ هـ
۸۳- امداد الفتاح	علامه حسن شرنبلالی	۱۰۶۹ هـ
۸۴- فتاویٰ عالمگیری	باتمام حضرت آذربک زبیب عالمگیری رحمه الله علیه	۱۱۱۶ هـ
۸۵- فتاویٰ قاضی خان	امام فخر الدین حسن بن منصور اوزجندی حنفی	۵۹۲ هـ
۸۶- فتاویٰ ظہیری	علامه شیخ ابوبکر ظہیر الدین بن محمد بنماری حنفی	۶۱۹ هـ
۸۷- فتاویٰ سیوطی	علامه ابوالفضل محمل الدین عبدالرحمن بن ابوبکر محمد کمال الدین سیوطی	۹۱۱ هـ
۸۸- فتاویٰ ابن حجر	علامه حافظ ابوالفضل شهاب الدین احمد بن علی معروف بابن حجر مستطانی	۸۵۲ هـ
۸۹- فتاویٰ کبری	علامه صدر شہید حسام الدین عمر بن عبدالعزیز حنفی	۵۳۹ هـ
۹۰- فتاویٰ خیر	علامه خیر الدین بن احمد بن علی رملی حنفی	۱۰۸۱ هـ
۹۱- مختار است النوازل	علامه برهان الدین ابوالحسن علی بن ابوبکر فرغانی مرغینانی صاحب حدایه	۵۹۳ هـ
۹۲- ایضاح التودی	امام حافظ البرزکریا بک بن شرف تودی	۶۷۹ هـ

کتاب	مصنف	سند و ثبات
۹۳- مطالب الرحمنین	مولانا بدرالدین لاهوری	۹۱۵
۹۴- الجوهر المنظم	علامہ احمد بن حجر عسکری شافعی	۸۰۰
۱۰۵- السراج الراجح	علامہ ابوبکر بن علی بن محمد حداد	۱۰۸۸
۱۱۲- شرح ملحق البحر	علامہ محمد بن علی بن محمد	۹۵۰
۹۶- مجمع الانهر شرح	محمد الدین محمد بن مصطفیٰ مصطفیٰ	۹۵۱
۹۸- ملحق الابهر	معروف بیض زاده	۹۲۲
۱۱- برهان شریح	علامہ ابراہیم بن موسیٰ طرابلسی	۱۰۱۴
۱۰۰- مواہب الرحمن	علامہ شیخ نور الدین علی بن سلطان معروف بکلا علی قاری	۱۰۱۴
۱۰۱- شرح عین العلم	علامہ شیخ نور الدین علی بن سلطان معروف بکلا علی قاری	۵۴۳
۱۰۲- شرح باب الناسک	ابو البرکات دہلوی	۱۰۵۲
۱۰۳- مجمع البرکات	علامہ رکن الاسلام محمد بن ابوبکر امام زاده	۱۰۱۴
۱۰۴- شریعت الاسلام	علامہ شیخ ابوالجہد عبدالحق بن سیف الدین محدث دہلوی	۱۰۱۴
۱۰۵- فتح الثانی	علامہ شیخ نور الدین علی بن سلطان معروف بکلا علی قاری	۱۰۱۴
۱۰۶- شرح مناسک الحج	علامہ شیخ نور الدین علی بن سلطان معروف بکلا علی قاری	۵۹۳
۱۰۷- شرح مناسک الترویج	علامہ شیخ نور الدین علی بن سلطان معروف بکلا علی قاری	۶۶۶
۱۰۸- مناسک الحج	علامہ برهان الدین ابوالحسن علی بن ابوبکر زفانی مرغینانی صاحب ہدایہ	۱۲۵۲
۱۰۹- المناسک	امام حافظ البرزکری یحییٰ بن شرف نووی	۸۸۶
۱۱۰- منع الغفار	علامہ محمد امین بن عمر معروف بابن عابدین شامی	۱۲۲۵
۱۱۱- کتاب المناسک	علامہ شمس الدین محمد بن یوسف کرمانی	۹۰۲
۱۱۲- اوضح شہج الی	ابراہیم سعید الشہجد الباقی بغدادی	
۱۱۳- رسائل الارکان	علامہ بحر العلوم ملا عبدالحق محمد بن نظام الدین مکنزی	
۱۱۵- المقاصد الحسنہ	علامہ شیخ شمس الدین بن محمد سخاوی شافعی	
۱۱۶- نظام المکتبہ	مولانا سید عبد الرحمن حنفی	

كتاب	مصنف	سنوات
١١٤- الغرائب	علامہ احمد بن محمد ابی بکر حنفی صاحب مجمع الفتاوی	
١١٨- مفاتیح المسائل	علامہ حجۃ الدین بلخی	
١١٩- کتاب اتفاق الامر	علامہ ابن حبیرہ	
١٢٠- الاحکام	شیخ ابو العباس احمد بن محمد ناطقی	۲۲۶ھ
١٢١- دلائل الخیرات	علامہ ابو عبد اللہ محمد بن سلیمان جزولی شریف حنفی	۲۵۲ھ
١٢٢- شرح دلائل الخیرات	علامہ شیخ محمد مہدی بن احمد بن علی ناسی مالکی	۲۵۲ھ
١٢٣- العوارف	علامہ شیخ شہاب الدین ابو حفص عمر بن عبد اللہ سہروردی	۲۳۲ھ
١٢٤- جذب القلوب	علامہ شیخ ابو الحمد عبد الحق بن سیف الدین محدث دہلوی	۱۰۵۲ھ
١٢٥- ۳- شیخ المدینہ	علامہ مسیح علی بن احمد سہروردی	۹۱۱ھ
١٢٦- الحج المبینہ	علامہ ابو الفضل جلال الدین عبد الرحمن بن ابوبکر کمال مدین سیوطی	۹۱۱ھ
١٢٧- رسالۃ الحسن	امام حسن بصری	۱۱۰ھ
١٢٨- روضۃ الصدور		
١٢٩- مغزۃ الذنوب		
١٣٠- فی زیارۃ القبور		
١٣١- الروض		
١٣٢- الخزانۃ الجلالیہ		
١٣٣- کشف الغطاء		
١٣٤- فضل المدینہ		
١٣٥- الحجۃ		
١٣٦- منک متوسط		
١٣٧- منک کبیر		

(فی فروع الحنفیہ)

فہرست

صفحہ	نام مضمون	صفحہ	نام مضمون
۱۳۰	ستون علی	۱۲	۱۔ تعارف
"	ستون دوز	۲۸	۲۔ گلزارِ آفتاب
۱۳۱	ستون تہجد	۳۲	۳۔ عرض مترجم
"	ستون مریحۃ القبر	۳۶	۴۔ حالات مصنف
	۱۳۔ جنت البقیع اور اس کے	۴۱	مقدمہ
۱۳۲	گرد و نواح کی قبروں کی زیارت	"	۵۔ زیارت قبر کا حکم
۱۳۳	قبر سیدنا عباس	۴۴	۶۔ زیارت قبر کے اوقات
۱۳۴	قبر سیدنا عثمان	۴۵	۷۔ زیارت قبر کے آداب
۱۳۵	قبر ابراہیم	۵۱	۸۔ قبرستان میں نامناسب امور
۱۳۶	قبر عقیل	۶۱	۹۔ زیارت قبر کے لئے سفر
۱۳۷	قبر امام مالک	۶۶	آغاز بحث
"	ایک اور قبر	"	۱۰۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے استنات
"	ایک چھوٹا سا قبر	"	۱۱۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار مقدسہ کی
"	قبر ضعیفہ	۷۷	تعظیم اور انکی احسان کرنے والے کا حکم
"	حضرت فاطمہ کا مزار	۸۶	مدینہ منورہ کی زیارت
۱۳۸	سعد اشہلی کا مزار	"	۱۲۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روزہ اور
"	ابوسعید خدری کا مزار	"	کی زیارت
"	قبر ازواجِ مطہرات	۱۳۷	۱۳۔ متبرک ستون
۱۳۹	ایک اور قبر	۱۳۸	ستون مختلفہ مطہرہ
۱۴۰	ضمیمہ	۱۳۹	ستون عائشہ
۱۴۱	۱۵۔ مسجد قبا کی زیارت	"	ستون قزو
	۱۶۔ کوہِ احد اور اسکے شہداء اور	۱۴۰	ستون مسرورہ
۱۴۵	اسکی مسجدوں کی زیارت		

صفحہ	نام مضمون	صفحہ	نام مضمون
۱۹۰	بیر فرس	۱۵۰	مسجد فتح
"	بیر روم	۱۵۱	مسجد جبل مینین
۱۶۱	بیر بغامہ	"	مسجد وادی
"	بیر بصرہ	۱۵۲	۱۷- جنت البقیع اور بیر بن یقیع
"	بیر حارہ	"	مدینہ منورہ اور اس کے
۱۶۲	بیر احاب	"	قرب و جوار کی متبرک مسجدیں
"	بیر العین	"	مسجد الحمد
"	بیر ابی عبیدہ	"	مسجد الفیض
"	بیر النبی بن النبی	۱۵۳	مسجد بنی قریظہ
"	بیر السقیاء	"	مسجد ماریہ قطیفیہ
۱۶۳	۱۹- حرمین شریفین کے دریاں کی مسجد	"	مسجد بنی ظفر
"	مسجد ابو الخلیفہ	۱۵۴	مسجد الابابہ
"	مسجد العرس	"	مسجد البقیع
"	مسجد شرف الزجادہ	"	مسجد فاطمہ زہراء
۱۶۴	مسجد الغزالہ	۱۵۵	مسجد ابوذر غفاری
"	مسجد مرق العقیبہ	"	مسجد مصد العید
"	مسجد بدر	"	ایک اور مسجد
۱۶۵	مسجد السفر	"	ایک تیسری مسجد
"	مسجد الجحفہ	۱۵۶	مسجد الفتح
"	مسجد غلیص	"	مسجد سلمان فارسی
"	مسجد مرانظہران	"	مسجد علی
"	مسجد صرف	"	مسجد البرکچہ
۱۶۶	مسجد شمیم	۱۵۷	مسجد بنی حوام
"	مسجد ذی طوی	"	مسجد القبتین
۱۶۷	خاتمہ	۱۵۸	مسجد الذباب
"	۲۰- حرمین شریفین کے فضائل اور	"	مسجد السقیاء
"	ان میں عبادت کی اہمیت	۱۵۹	۱۸- متبرک کنوئیں
		"	بیر اریس

حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق صاحب امجدی
صدر شعبہ افتاء الہامیہ الشریعہ مبارکپور

تعارف

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ وَلِیُّہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَلِیْہِہٖ وَعَلٰی اٰلِہٖہٖ وَطَحْبِہٖہٗ

مک اصحاب بکر العلوم مولانا عبد الحل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور ان کے والد ماجد حضرت مولانا غلام الدین
قدس سرہ کی بدولت "فرنگی محل لکھنؤ" ماضی قریب میں مسلمانان ہند کی خدمت پہنچا رہ چکا ہے۔
اسی کا بنیاد رشیدیہ دہلیت، منبع علم و فضل کے محل شب چراغ حضرت مولانا عبد الحلیم نور اللہ مرتدہ
ہیں۔ مولانا موصوف معقول و عقل کے ایسے جامع تھے کہ اس کی نظیر شاید دہلیہ میں ملتی ہے۔
معقولات میں معلومات کے بعد عموماً مقام پر داغ آجاتا ہے مگر موصوف پر اللہ عزوجل کا یہ
خاص فضل ہے کہ معقولات میں بحر کمال رکھنے کے باوجود ان کے مقام پر داغ تو بڑی چیز ہے
نہیں ہی نہیں آیا۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔

کا بنیاد شاہ می بخشیدے نوشیہ خود را — مصنف کی اس خوبی پر مجدد اعظم اعظم حضرت
امام احمد رضا صاحب بریلوی قدس سرہ نے ان کا قدر خطابات سے لایا۔ "حضرت بابرت
فاضل کمال صحیح العقیدہ سنی مستقیم جناب مستطاب مولانا مولوی عبد الحلیم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رحمۃ غنیہ
زیر نظر کتاب انہیں کی ایک بہت اہم اور مفید تصنیف "نور الایمان بزیارۃ"

اشار حبیب الرحمن۔ کا اردو سیکر ہے کتاب کی افادہ حیثیت مصنف کی کمالات
شان ہی سے ظاہر ہے اگر کسی کو شک و شبہ ہو تو ہاتھ لگھن کر آرسی کیا؟ کتاب کا مطالعہ کرے
شک آنت کہ خود جو یہ نہ آنکو مطار بگوید۔

مصنف محبوب رب العالمین علی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ جو والہانہ لگاؤ ہے

وہ کتاب کے نام سے ظاہر ہے اس کتاب میں مندرجہ ذیل مزاہات پر بحث ہے۔

۱۔ حدیث طیبہ اور ان کے گرد و نواح کے وہ مخصوص متبرک مقامات جن کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ منہم کے ساتھ کسی قسم کا تعلق ہے۔

۲۔ ان سے برکت حاصل کرنے کے جواز و استحسان پر دلائل۔

۳۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ بیکس پناہ میں حاضر ہونے کے فضائل و آداب اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے استعانت و استمداد کا ثبوت۔

۴۔ حرمین طیبین کے فضائل و مناقب

۵۔ قبر مسلمین خصوصاً آسودگانِ جنت البقیع کی زیارت کے مسنون ہونے کا بیان اور اس کے آداب۔

۶۔ زیارتِ قبر کے لئے شہدہِ محال کے جواز و استحسان کا تذکرہ۔

مصنف نے ان تمام موضوعات پر بستے ٹھوس دلائل پیش کر دیئے ہیں کہ مصنف کے لئے مجالِ دمِ زدن نہیں۔ اس نے اصل موضوع پر مزید کچھ لکھنے کی سروسنت ضرورت نہیں تاہم در ایک موضوع کے بارے میں مختصراً چند معرفتات پھر دتلم ہیں۔

زیارتِ قبر کے لئے سفر

اپنی آبادی کے متابر مسلمین کی زیارت کا مسنون ہونا ایسا اجماعی مسئلہ ہے کہ اس میں امت کے کسی ایک فرد کو کوئی اختلاف نہیں — اختلاف یہاں سے شروع ہوتا ہے کہ زیارتِ قبر کے لئے سفر کر کے جانا جائز ہے یا ناجائز۔

جمہور امت کا اس پر اتفاق ہے کہ انبیاء کرام اور اولیاءِ عظام علما و فہم الامام کے مزارات مبارکہ ان کے مشاہدہ مقدسہ کی زیارت کے لئے سفر کرنا بلاشبہ جائز۔ نہ صرف جائز بلکہ مطلق زیارتِ قبر کا فرد ہونے کی وجہ سے مسنون و باعثِ برکت ہے۔

اسی لئے عہدِ قدیم سے آج تک امت میں مزاراتِ مبارکہ کی زیارت کے لئے سفر کرنا

رائج و معمول رہا ہے اُردن کے جواز و استحسان کی کوئی اور دلیل نہ برقی تر تعالٰیٰ سمیع خود اس کے
 استحسان کا یہ ان قاطع ہے۔ ان اسلاف میں کچھ حضرات ضرور ایسے ہیں جو زیارت قبر کے لئے
 سفر کو ناجائز کہتے ہیں۔ اگرچہ ان کا اختلاف نیکسندی پر مبنی ہے اور اجتہادی اختلافات کی نوعیت
 کا ہے۔ مگر آج کچھ لوگوں نے اس میں اتنا غلو کر لیا ہے کہ زیارت قبر کے لئے سفر نہ صرف ناجائز
 کہتے ہیں بلکہ پوری دیدہ دلیری کے ساتھ اسے شرک تک کہنے لگے ہیں۔ اس خصوص میں ابن تیمیہ
 اُردن کے متبعین کا سہارا کرتے آگے بڑھ چکے ہیں کہ حیرت ہوتی ہے۔ شاید یہی کسی اختلافی
 مسئلہ پر اتنے غلو و غرور کا ارتکاب کسی اور معاند مجاہد نے کیا ہو اب ہم ان کی سب سے بڑی
 بنیادی دلیل پر بہت معمولی اور عام فہم بحث ناظرین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔ ان
 لوگوں کا مسئلہ یہ حدیث ہے۔ جو حدیث کی کثیر کتابوں میں مختلف الفاظ کے ساتھ موجود ہے
 کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

تین مسجدوں کے علاوہ کہیں سفر نہ کرو
 مسجد حرام۔ مسجد نبوی۔ مسجد اقصیٰ

لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةٍ
 مَسْجِدِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَسْجِدِ
 الرَّسُولِ وَالْمَسْجِدِ الْأَقْصَى

صافین کا کہنا ہے کہ جب ان تین مساجد کے علاوہ کہیں سفر کی اجازت نہیں تو ادیانِ کرام
 کے مزارات کی زیارت کے لئے بھی سفر ممنوع و ناجائز ہے۔ ان مشہورین کے جواب میں اتنا
 ہی عرض کرنا کافی ہے کہ اس حدیث کا اگر یہی مطلب ہے کہ ان تین مساجد کے علاوہ کہیں بھی
 سفر کو ناجائز نہیں تو لازم آئے گا کہ انسان اپنی آبادی سے باہر کہیں بھی نہ جائے کسی کام کے
 لئے نہ جائے۔ نہ تحصیلِ علم کے لئے نہ جائے۔ نہ تبلیغ و خطبہ کے لئے نہ جائے۔ یہ اور اسی قسم
 کے سارے سفر ناجائز و حرام ہو جائیں۔ اور یہ بات کوئی مائل نہیں کہہ سکتا چاہے کہ حضور سید
 عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایسا فرمائیں۔ اس لئے یہ بات ماننی پڑے گی کہ اس
 حدیث کا یہ مطلب ہرگز ہرگز نہیں کہ ان تین مساجد کے علاوہ کہیں سفر نہ کیا جائے ورنہ

میشست تنگ ہو جائے اور زندگی اجیرن ہو جائے

اس لئے ماننا پڑے گا کہ اس حدیث کا صحیح مطلب وہ ہے جو ائمہ محدثین نے بیان فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ دنیا کی مساجد میں یہ عین مساجد ایسی ہیں کہ ان میں نماز پڑھنے پر دیگر مساجد کی بہ نسبت زیادہ ثواب ہے۔ مسجد حرام میں ایک نماز پر لاکھ نماز کا ثواب ہے اور مسجد نبوی میں ایک نماز پر پچاس ہزار کا ثواب ہے۔ اور مسجد اقصیٰ میں ایک نماز پر پچیس ہزار کا ثواب ہے۔ یہ بات دنیا کی کسی مسجد کو حاصل نہیں۔ اس لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں جب تمہاری بستی کی مسجد اور دنیا کی دیگر مساجد میں نماز پڑھنا برابر ہے تو سوائے ان تین مساجد کے کسی اور مسجد کا سفر نہ کرو۔ اس لئے کہ یہ سفر بلا فائدہ ہوگا جو فائدہ دنیا کی دوسری مساجد میں تم کو حاصل ہوگا وہی فائدہ جب اپنی آبادی کی مسجد میں حاصل تو سفر سے کیا حاصل؟

سند الثقات — علامہ ابن حجر عسقلانی اور علامہ بدر الدین محمد عینی رحمہما اللہ و دیگر شارحین نے اس معنی کی تصریح فرمائی ہے۔ علامہ ابن حجر عسقلانی فتح الباری میں لکھتے ہیں،

مراد یہ ہے کہ کسی مسجد میں نماز پڑھنے کے قصد سے سفر نہ کرے سوائے ان تین مساجد کے لیکن کسی بزرگ کی زیارت یا کسی اور کام کے لئے کہیں کا سفر کرنا یہ اس منع میں داخل نہیں۔ اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جو سند امام احمد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی نماز کو کسی مسجد میں نماز پڑھنے کی نیت سے سفر کرنا نہ چاہئے سوائے مسجد حرام مسجد اقصیٰ

ان السراد لا تشد الرحال
الى مسجد من المساجد للمصلوة
فيه غير هذا واما قصد زيارة
صالح ونحوها فلا يمدخل تحت
'الهي ويؤيد' ما في مسند احمد
قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
لا ينبغي للمصلين ان يشد رحالهم
الى مسجد يبتغي فيه المصلوة
غير المسجد الحرام والمسجد الاقصى

در مسجد می.

اور میری مسجد کے۔

(ماشیہ بخاری ج ۱ ص ۱۵۸)

ایک حدیث دوسری حدیث کی تفسیر ہوتی ہے۔ جب حدیث سابق کی تفسیر ایک دوسری سے ہوتی ہے تو یہی تفسیر راجع اور مقبول ہوگی۔

جب بزرگان دین کے مزارات طینبات کی زیارت کے لئے سفر کے ممنوع ہونے پر کوئی دلیل نہیں تو یہ مطلق زیارت قبور کا فرد ہونے کی وجہ سے جائز نہ صرف بلکہ سنت

قرار پائے گا۔ ومن ادعى التخصیص والتقیید فعليه البيان حضرت ملاسل قاری مرتبہ شریف مشکوٰۃ میں امام عزال رحمۃ اللہ علیہ سے نقل فرماتے ہیں۔

ذهب بعض العلماء الى الاستلال
به على المنع من الرحلة لزيارة
المشاهد وقبور العلماء والصالحين
وما تبين لنا ان الامر كذا لك
بل الزيارة مأمورة بها الخبر
كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ
الْأَمْثَرُ وَرُفَاهَا وَالحديث انما ورد
نهيًا عن الشد لغير الشلثة من
المساجد لئلا تشاء بل لا بلدة
الان فيه مسجد فلا معنى للرحلة
الى مسجد اخر واما المشاهدة
فلا تسادى بل ببركتها زيارتها

اس حدیث سے دلیل لاتے ہوئے بعض علماء نے مشاہد اور قبور علماء اور صلحاء کی زیارت سے منع کیا ہے یہ بات میری سمجھ میں اب تک نہ آئی۔ زیارت قبور کا شرعییت نے حکم دیا ہے اس لئے کہ حدیث میں ہے میں نے تم لوگوں کو زیارت قبور سے منع کیا تھا بسنوا اب زیارت کرو حدیث لاتشد الرجال میں کسی مسجد کی طرف سفر سے ممانعت ہے۔ ان تین مسجدوں کے علاوہ کیونکہ بقیہ ساری مساجد ایک دوسرے کے مثل ہیں بلکہ کوئی شہر ایسا نہیں جہاں مسجد نہ ہو۔ پھر کسی مسجد کے

عَلَى تَدْرِجَاتِهِمْ مِنْهُ اللَّهُ
لَيْتَ شِعْرِي هَلْ يَمْنَحُ هَذَا الْقَائِلُ
مِنْ شَدِّ الرِّجَالِ لِقُبُورِ الْأَنْبِيَاءِ
كَأَبْرَاهِيمَ وَمُوسَى وَعِيسَى وَالْمُنْعِ
مِنْ ذَلِكَ فِي غَايَةِ الْإِحْكَامِ
وَأَنْ جُوزَ ذَلِكَ لِقُبُورِ الْأَنْبِيَاءِ
وَالْأَوْلِيَاءِ فِي مَعْنَاهُمْ فَلَا يَبْعَدُ
أَنْ يَكُونَ ذَلِكَ مِنْ أَهْوَائِ
الرَّحَلَةِ كَمَا أَنَّ زِيَارَةَ الْعُلَمَاءِ
فِي الْحَيَاةِ مِنَ الْقَامِدِ

مربقا جلد اول مشہور

مطبوعہ بیٹی

کے لیے سفر کے کیا معنی؟ اور شاہراہیں میں
برابر نہیں بلکہ ان کی زیارت کی برکت اصحاب
مشاہدہ کے اللہ عزوجل کے حضور درجہ
کے اعتبار سے بے کاشش کر میں جاتا
کیا یہ قائل انبیاء کرام کے مزارات کی
زیارت سے منع کرے گا جیسے حضرت ابراہیم
حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام
ان کی زیارت سے منع کرنا محال ہے اور اگر
انبیاء کرام کے مزارات کی زیارت کو جائز
جانتا ہے اور اولیاء کرام اس خصوص میں —
ان کے حکم میں ہیں تو ان کے
مزارات کی زیارت مقصود سفر ہو سکتی ہے جیسا
کہ حیاست ظاہری میں علماء کی زیارت مقصود
سفر ہوتی ہے۔

انبیاء عظام اور اولیاء کرام سے ان کی حیات
طیبہ میں ان کے حضور حاضر ہو کر استعانت

انبیاء عظام اور اولیاء کرام سے استمداد

اور استمداد بالاجماع جائز و معمول ہے۔ اختلاف و دھڑکت میں ہے۔ جب وہ شفیقیت کے
مرد و نہ ہوں یا ان کے وصال کے بعد جائز ہے یا نہیں نیز بعد وصال ان سے مدد چاہنے کے
لئے ان کے مزارات کا سفر درست ہے یا نہیں۔ چونکہ اس دور میں بھی بہت سے کان
سننے کی اور بہت سے دل قبول کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ اس لئے اس موضوع پر
چند سطریں حاضر ہیں۔ ویسے طالب حق کے لئے وہی کافی ہے جو فاضل عثمی نے اضافہ کیا ہے

اس بحث کے دو غور طلب پہلو ہیں۔

۱۔ انبیاء عظام اور اولیاء کرام کو قصار حاجات علی مشکلات دفع حیات اور مستغنیات کی اعانت کی قوت سن جانب اللہ علی ہے یا نہیں؟

۲۔ اگر ملے نہ بعد وصال یہ قوت باقی رہتی ہے یا سلب کر لی جاتی ہے؟

قرآن وحدیث کے ارشادات کی روشنی میں ان دونوں سوالوں کے جوابات اثبات میں ہیں تو جس طرح حیات ظاہری میں نبیاء عظام اور اولیاء کرام سے مستغنیات جائز ہے اسی طرح بعد وصال بھی جائز۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ جو بھی قرآن واحادیث پر نظر ڈالے گا اسے ماننا پڑے گا کہ ان دونوں سوالوں کے جوابات صرف اثبات میں ہیں۔

حضرت مین علیہ السلام کے بارے میں قرآن مجید میں ہے

اِنَّ اَخْلَقْنٰكُمْ مِنَ الطِّينِ
كَذٰلِكَ نَكُوْنُ طِيْرًا يَّارَبِّ اللّٰهِ وَ
اَسْمٰرُ مِنَ الْاَكْمَةِ وَ الْاَبْرَمِ
وَ اَحْيٰى السُّوْفٰى يٰرَبِّ اللّٰهِ۔

(پچہ - ۱۳)

کہ میں تمہارے لئے مٹی سے پرند کی سی
سورت بناتا ہوں پھر اس میں پھرنگ اور تار
وں کو وہ نوراً پرند ہو جاتا ہے اللہ کے
حکم سے اور میں شفا دیتا ہوں مادر زاد
افسے اور سفید داغ والے کو اور میں
مروے جلالتاروں اللہ تمہارے لئے
مسک سے۔

اور اُمت کا اس پر اجماع ہے کہ انبیاء کرام وصال کے بعد بھی دنیوی حقیقی جہان حیات

کے ساتھ زندہ ہیں صحیح حدیث ہے :

لَبَّ اللّٰهُ حَرَّمَ عَلٰى الْاَرْضِ اَنْ
تَاْكُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَاءِ فَصَبَّ اللّٰهُ حَيْثُ
يُزْنُ نَارُ۔ (مشکوٰۃ ص ۳۱)

اللہ عزوجل نے زمین پر حرام فرمادیا کہ وہ
انبیاء کے جسموں کو کھائے اللہ کا نبی زندہ ہے
اسے رزق دیا جاتا ہے۔

پھر وصال سے ان تورتوں کا سب کیسے ہوا۔؟ رو گئے اولیاء کرام تو صحیح حدیث
 قدسی ہے جو بخاری شریف میں بھی سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اللہ
 عز و جل فرماتا ہے کہ:

مَا زَالَ الْعَبْدُ يَتَقَرَّبُ إِلَهُ
 بِالْإِثْمِ حَتَّى أَحْبَبْتَهُ فَإِذَا
 أَحْبَبْتَهُ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي
 يَسْمَعُ بِهِ وَبَصَرَهُ الَّذِي
 يَبْصُرُ بِهِ وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ
 بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِي يَمْشِي
 بِهَا.

(رواد الشیخ الدہلوی) و
 فَوَادَهُ الَّذِي يَعْقِلُ بِهِ
 وَلِسَانَهُ الَّذِي يَتَكَلَّمُ
 بِهِ

(و ایضاً زاد) فَبِئْسَ لِيَسْمَعَ
 وَبِئْسَ لِيَبْصُرَ وَبِئْسَ لِيَبْطِشَ وَ
 بِنِ يَمْشِي (بخاری ج ۲ ص ۱۶۳)

(أَشْرَقَةُ السَّمَاتِ ج ۲ ص ۱۸۴)

بندہ نوافل کے ذریعہ مجھ سے قریب
 قریب تر ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں
 اس کو اپنا محبوب بنا لیتا ہوں اور جب
 میں اس کو محبوب بنا لیتا ہوں تو اس کا کان
 ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اس کی
 آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے
 اس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے
 اور اس کا پاؤں ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے
 (شیخ دہلوی نے اتنا اضافہ کیا ہے)
 اور اس کا دل ہو جاتا ہوں جس سے وہ
 سمجھتا ہے اور اس کی زبان ہو جاتا ہوں جس
 سے وہ بولتا ہے۔ (شیخ نے اتنا اور اضافہ
 کیا ہے) تو وہ بندہ مجھ سے سنتا ہے
 اور مجھ سے دیکھتا ہے اور مجھ سے پکڑتا ہے
 اور مجھ سے چلتا ہے۔

اسی حدیث عظیم اور دلیل کی مدد سے میں امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں تحریر
 فرماتے ہیں۔

الْعَبْدُ إِذَا دَانَ عَلَى

بندہ جب طاعت پابندی کے ساتھ

الطاعات يبلغ الى المقام
الذى يقول الله كنت له
سعدا وبصرا فاذا صار نور
جلال الله سبحانه يسمع
القريب والبعيد واذا صار
ذات النور بصرا له رأى
القريب والبعيد واذا صار ذلك
النور سدا له قدر على
التعريف فى الصغى والبطل
والبعيد والقريب (۱۵-۱۶)

بجالاتا ہے تو اس مقام پر پہنچ جاتا ہے
کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ میں اس کا کان
آنکھ ہو جاتا ہوں جب کہ اللہ عزوجل کے
جلال کا نور اس کا کان ہو جاتا ہے تو وہ
دور و نزدیک کی سنتا ہے اور جب وہ
نور اس کی آنکھ ہو جاتا ہے تو نزدیک و
دور سب دیکھتا ہے اور جب وہ نور
اس کا اٹھ ہو جاتا ہے تو سخت و نرم
دور و نزدیک میں تعریف کرنے پر بندہ
قادر ہو جاتا ہے۔

اب رہ گئی یہ بحث کہ اولیائے کرام کے وصال کے بعد ان کی یہ قوت سب ہو جاتی
ہے یا باقی رہتی ہے۔ اسے حسب ذیل حدیث کی روشنی میں طے کرنا ناظرین کے لئے
بہت آسان ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

فإنما مومن كقيد فانه لا يترك الجنة
حتى يربى مومن مر جاتا ہے اس کی راہ
کھول دی جاتی ہے کہ جہاں چاہے
سیر کرے۔

الدُّنْيَا سَجَنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ
الْكَافِرِ فَإِذَا مَلَّتِ الْمُؤْمِنُ
يُخَلَّى سَرَبُهُ يَتَوَخَّحُ حَيْثُ شَاءَ
(مصنف ابن أبي شيبة من عهد النبي صلى الله عليه وسلم)

اس کا فیصلہ ناظرین کے سپرد ہے کہ کسی کو بھی قوت قید میں زیادہ ہوتی ہے یا
نیدہ کے ہر — اسی وجہ سے فتاویٰ سیدی جمال مکی قدس سرہ میں ہے کہ
شیخ الاسلام شہاب رحمہ اللہ سے سوال ہوا کہ عوام جو مصیبتوں میں انبیاء و مرسلین اور اولیاء
سے مدد مانگنے کے لئے پکارتے ہیں یا شیخ فلاح یہ جائز ہے کہ نہیں۔ تو

انہوں نے جواب ارشاد فرمایا،

الاستفاضة بالانبياء
والمرسلين والاولياء الصالحين
حائزۃ بعد موتهم

انبیاء عظام اور اولیاء کرام کے
آثار و مشاہد مبارکہ سے حصول برکت

انبیاء و مرسلین اور اولیاء سے ان کے
وصال کے بعد مدد مانگنا جائز ہے۔

آثار سے مراد ان کے لباس، ان کے
بال، ان کے عصا اور ان کے برتن وغیرہ ہیں۔
اور شاہد سے میری مراد ان کے مکونہ مکانات
مبارک گاہ، جلسہ گاہ اور ان کی

جائے نزول وغیرہ ہیں۔

جو لوگ امت کے حال سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ انبیاء عظام اور اولیاء
کرام کے آثار و مشاہد سے برکت حاصل کرنا ہمیشہ معمول رہا ہے۔ بخاری شریف میں
خاص ایک باب ہے ”باب المساجد التي في طريق مكة“ (ان مسجدوں
کا بیان جو مکہ کے راستے میں ہیں)

اس باب میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ عمل تفصیل سے مذکور ہے کہ
حجۃ الوداع کے سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں جہاں پڑاؤ کیا تھا۔ وہ تلاش کر کے
انہیں جگہوں میں قیام کرتے۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے ان جگہوں میں کوئی برکت
نہیں آئی تھی یا برکت آئی تھی، مگر وہاں برکت حاصل کرنا حرام ہے تو حضرت عبداللہ بن عمر
رضی اللہ عنہ کے اس فعل کی کیا تاویل ہے۔ حدیث ہی میں انہیں سے یہ ایمان افروز عمل منقول
ہے کہ وہ مکہ جاتے ہوئے ایک حجر بیربیا کی شاخوں میں اپنا عمامہ الجھا کر کچھ آگے بڑھ
جاتے پھر واپس ہوتے اور عمامہ چمڑا کر آگے بڑھتے لوگوں نے پوچھا یہ کیا؟ فرمایا۔ کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمامہ اس بیر میں الجھ گیا تھا اور حضور اتنی دُور آگے بڑھ

گئے تھے اور واپس ہو کر اپنا عمار چھڑا دیا تھا۔ غور طلب بات یہ ہے کہ حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کا عمار تو زواروں میں بے خیال میں اتفاقیہ الجھ گیا تھا۔ مگر حضرت ابن مسر
رضی اللہ عنہ بالقصد الجھاتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حملے الجھنے سے اس درخت
میں کوئی برکت نہیں آئی تھی یا آئی تھی۔ مگر اس سے برکت کا حصول ناجائز تھا تو حضرت عبداللہ
بن عمر رضی اللہ عنہما ایسا کیوں کرتے۔؟

عام حدیث کی کتابوں میں مذکور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جس بئر کے درخت
کے نیچے بیعت رضوان لے لی تھی صیبرا کرام اس درخت سے برکت حاصل کیا کرتے۔ اگر
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس درخت کے نیچے بیٹھنے سے اس درخت میں کوئی برکت
نہیں آئی تھی یا آئی تھی مگر وہ برکت حاصل کرنا ناجائز تھا تو صیبرا کرام نے ایسا کیوں کیا۔؟ یہ عمل
برس و برس نہیں تھا بلکہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت تک رہا۔ مگر چونکہ
یقینی طور پر یہ معلوم نہیں تھا کہ وہ درخت کون ہے۔ لوگوں نے اندازے سے ایک درخت
کو متین کر لیا تھا۔ اس لئے فاروق اعظم نے بت کٹوا دیا۔

اس لئے نہیں کہ جس درخت کے نیچے لوگوں نے بیعت کی تھی اس سے برکت
حاصل کرنا ناجائز تھا۔ بلکہ اس لئے کہ لوگ کسی اور درخت کو وہ برکت والا درخت جاننے
لگے تھے۔ اور اگر ان سے برکت حاصل کرنا ناجائز ہوتا تو اس سے روکنے کے لئے
فاروق اعظم کا وہ کافی تھا۔ درخت کٹوانے کی ضرورت نہیں تھی۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے فیوض الحرمین میں اپنا آنکھوں دیکھا حال لکھا
ہے کہ میں مکہ معظمہ مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر میلاد شریف کی محفل میں حاضر ہوا۔ میں نے
مولد مبارک سے آسمان تک انوار دیکھے۔ غور کیا تو معلوم ہوا کہ یہ انوار فرشتوں کے ہیں۔ اس
سے میلاد پاک کا جہاں جواز و استحسان ثابت ہوتا ہے وہیں یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جہاں
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی تھی وہ جگہ منہبط انوار ہے۔ منہبط ملائکہ ہے۔ اب

ناظرین فیصلہ کریں کہ جو جگہ مہبط انوار ہو مہبط لائیکہ ہو وہاں سے برکت مل سکتی ہے یا نہیں اور برکت کہیں سے بھی ملے، لینا جائز ہوگا یا ناجائز؟

بخاری میں حضرت عتبہ بن مالک رضی اللہ عنہ سے یہ روایت موجود ہے کہ وہ اپنی معذوری کی وجہ سے بارش اور سیلاب کے دنوں میں مسجد اقدس میں حاضر نہ ہو پاتے۔ حاضر خدمت ہو کر عرض کی حضور میرے گھر چل کر کسی جگہ نماز پڑھ دیں کہ میں اس جگہ نماز پڑھ لیا کروں گا۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر تشریف لے گئے اور ایک جگہ نماز پڑھی وہیں حضرت عتبہ نے سجدہ ہمالیہ اگر محبوبانِ بارگاہ کے کہیں جگہ عبادت کرنے سے برکت نہیں آتی تو خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیوں کیا۔ اگر برکت آتی ہے تو پھر اس برکت سے عذر م کرنے کی سہ کیا معنی؟

صباحِ سترہ کی حدیث ہے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کے بائیں میں ارشاد فرمایا۔

تم ایک پتھر ہونے نفع دے سکتے ہو	انك حجة ما تنفع ولا
اور نہ نقصان اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بوسہ دیتے نہ دیکھا ہوتا تو میں نے تمہارا بوسہ نہ لیا ہوتا۔	تضرر و لا اذى اتيك رسول الله صلى الله عليه وسلم يُقبَلُ مَا قَبِلْتُكَ (مشکوٰۃ ص ۲۲)

اس سے قطع نظر کہ حجر اسود نفع و نقصان پہنچا سکتا ہے یا نہیں۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ارشاد سے یہ بات واضح ہو گئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جس پتھر کو مس فرمایا ہے اس کا بوسہ سنون اور باعثِ برکت ہے

حجۃ الوداع میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حلق (سر منڈانا) فرمایا تو اپنے سرے مبارک صحابہ کرام میں کس نے تقسیم فرمایا تھا۔

آغا تار میں مذکور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیالے میں پانی بھر کر صحابہ

مریضوں کو دیتے تھے اور مریض شفا یاب ہوتے تھے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے مبارک کُتر کے بارے میں خود قرآن مجید میں ہے۔ انہوں نے اپنے بھائیوں کو دیا کہ اسے جا کر والد ماجد کے روئے نور پر ڈال دو ان کی آنکھیں روشن ہو جائیں گی اور یہی ہوا بھی۔ کیا حضرت یوسف علیہ السلام دُعا نہیں کر سکتے تھے۔ کیا ان کی دُعا قبول نہیں ہوتی۔ کیا خود حضرت لیتورجیٹ دُعا نہیں کر سکتے تھے اور ان کی دُعا قبول نہیں ہوتی۔ پھر کُتر کیوں بھیجا۔ یہی بتانے کے لئے کہ ہمارے استعمال لباس بامنت برکت ہیں۔

قرآن کریم میں ارشاد ہے۔

فَقَبَّضْتُمْ بَقِيَّةَ يَوْمٍ فِي خِزْيَانٍ مِّنْ شَرِّ

الرَّسُولِ - (پہ ۱۴)

سامری نے کہا میں نے جبریل کے زیر قدم کی ایک مٹھی مٹی لی۔

تفسیر میں ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام فرعون کے آگے آگے جا رہے تھے جہاں ان کے گھوڑے کے نم پر تے سبزہ لگ آتا سامری سمجھ گیا کہ اس مٹی میں حیات بخشش کی تاثیر ہے اس نے ایک مٹھی مٹی لی اور چاندی سونے کا بچھڑا بنا کر اس کے منہ میں ڈال دی وہ بولنے لگا۔ اگر روح الامیں کی سواروں کے نم میں یہ تاثیر ہو سکتی ہے جبکہ وہ زمین پر پڑتے ہی اُٹھ گئے۔ تو جہاں مجربانِ باگاہ کا قیام ہو اس مٹی میں کیا تاثیر ہوگی اس کا اندازہ کرنا بہت آسان ہے۔

اس بحث کو اس پر ختم کرتے ہیں کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ

بِجَلْبَابٍ مُّطَهَّرَةٍ مِّنْ أَعْيُنِ النَّاسِ
یَعْلَمُونَ

إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِن
شَعَائِرِ اللَّهِ (پہ ۲)

سوال یہ ہے کہ صفا و مروہ میں کیا خصوصیت تھی جس کی بنا پر وہ دین کی نشانی بن گئے اسلامیات کا ہر واقعہ کار جانتا ہے کہ ان کی خصوصیت یہ ہے کہ جب وادی غیر فنی نزع

میں حضرت اسماعیل علیہ السلام پیاس سے جاں لب ہو گئے تو حضرت باجوہ کی مانتا ترپٹ اٹھی وہ پانی کی تلاش میں پہلے صفا پر چڑھیں جب پانی کہیں نظر نہ آیا تو نیچے اتریں جب تک محنت جگر نظر آئے رُبے آہستہ چلیں اور جب نشیب میں آ جانے کی وجہ سے نظروں سے اوجھل ہو گئے تو دوڑنے لگیں۔ یہاں تک کہ اتنی بلندی پر پہنچ گئیں کہ پھر حضرت اسماعیل علیہ السلام نظر آنے لگے تو آہستہ آہستہ مردہ پر چڑھیں۔ اسی طرح سات پھیرے لگاتے جس کی یادگار سب نے اور اس شان سے کہ حضرت باجوہ کے اس اضطرابی فعل کی جو بہر نقل ہے پہلے وہ صفا پر چڑھیں تو حکم ہے کہ سب کی ابتداء صفا سے کرو وہ جہاں تک آہستہ چلیں تم بھی آہستہ چلو وہ جہاں دوڑیں تم بھی دوڑو جہاں تک دوڑی قییں وہیں تک۔ اور جہاں سے وہ آہستہ چلیں وہاں سے پھر آہستہ چل کر مردہ پر چڑھو۔ وہ صفا اور مردہ پر چڑھ کر حضرت اسماعیل پر نظر ڈالتی قییں آج وہاں اسماعیل نہیں مگر وہ جہاں لیٹے تھے اس جگہ پر زمزم ہے اس پر نظر ڈالو۔ ساتویں بار زمزم ابنے دیکھ کر وہ یہاں آنی قییں پیاس قییں پانی ضرور پایا ہوگا تم بھی سہی مکمل کر کے زمزم پر ہو۔ گزشتہ باجوہ کی اضطرابی حرکات میں کوئی کشش نہیں تو اللہ عزوجل نے ان کو اپنی اہم عبارت کا جزو کیوں قرار دیا۔ ساتھ ہی یہ بتانا ہے کہ صفا اور وہ کی خصوصیت صرف یہ ہے کہ ان پر حضرت باجوہ کے مقدس پاؤں پڑے جس کی وجہ سے وہ اللہ کا نشانی بن گئے۔ تو اگر حالت اضطراب میں جہاں اس محبوب بندی کے قدم پڑے وہ اللہ کے دین کی نشانی میں تو جہاں جہاں مجربان بارگاہ کے قدم پڑے وہ یقیناً متبرک و مقدس مقامات ہوں گے۔

اس مفید اور اہم کتاب کے مترجم ادیب حبیب مولانا افتخار

کچھ ترجمہ کے بارے میں

احمد صاحب تاروی، استاذ ارب عربی، الجامعة الاشتراک

میں ضلع انجم گدھ کے مشہور اور مردم خیز نقشب گھوسی حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے دامن میں ۳ شوال الحکم ۱۳۸۵ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مشہور ادارہ مدرسہ شمس العلوم گھوسی میں حاصل کی۔ ۱۹۲۰ء میں دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور کو عالم اسلام کی اہم ترین درس گاہ کی فہرست دینے کے

لے کل ہندو تعلیمی کانفرنس منعقد ہوئی تھی۔ اسی کے تاریخی اجلاس میں مشائیر علمائے کرام کے
مقتدر باقوں سے آپ کو دستارِ فیضیت سے نوازا گیا۔ آپ نے خصوصی طور پر ادب میں
مہارت حاصل کی۔ آپ کی علمی و ادبی صلاحیتوں اور خصوصیتوں کی بنا پر حضورِ حافظِ ملت، بانی
ابو مکتبہ الاشرفیہ مبارکپور (علیہ الرحمہ) نے جامعہ کی تدریسی خدمات کے لئے منتخب فرمایا۔
مولانا عزوجل ان کے علم و عمر میں برکتیں عطا فرمائے اور ان کے انوار کو عام سے عام تر
فرمائے۔ آمین۔

کہنے کو یہ ترجمہ بہت اور ترجمہ کا لفظ بہت ہکا بے لیکن ترجمہ جتنا آسان سمجھا جاتا ہے
اتنا آسان نہیں۔ پھر وہ ترجمہ جو درکس میں ہوتا ہے اور اس ترجمہ میں جو آپ کے احقر میں ہے
بہت بڑا فرق ہے۔ درکس میں طبع کو ہر لفظ کے لغوی اور معنی مراد بتانے کے لئے تحت لفظ
ترجمہ کیا جاتا ہے۔ مگر یہ ترجمہ تحت لفظ اور کسی ترجمہ نہیں ہے بلکہ حقیقت میں یہ عربی
مضامین کو اردو میں اس طرح منتقل کیا گیا ہے کہ تسلسلِ سلاست اور زور بیان باقی رہے۔ یہ کتنی
مشکل کام ہے اس کا اندازہ وہی کر سکتا ہے جس نے کہیں یہ کام کیا ہو۔ بعض حیثیتوں سے
ترجمہ تصنیف سے زیادہ مشکل ہوتا ہے۔ اپنی تصنیف میں مصنف اپنے خیالات کو
اپنے طرز پر رد و محال جاتا ہے۔ مگر کسی دوسرے کی کتاب میں مترجم اسی کے طرز بیان
اور طرز نگارش کا پابند ہوتا ہے۔

مترجم کی محنت قابلِ تحسین اور قابلِ داد ہے کہ انہوں نے بڑی کاوش و عرق ریزی سے
اس کا ترجمہ کیا ہے۔ ترجمہ الیامیاری ہے کہ اچھے سے اچھے ترجموں میں جگہ پانے کے لائق
ہے۔ مترجم نے صرف ترجمہ پر ہی اکتفا نہیں کیا ہے بلکہ جا بجا تشریحی و افادہ خواشی بھی بڑھائیے
ہیں۔ جو مترجم کی جتنی صلی اور ان کی وسعتِ علم کا پتہ دیتے ہیں۔ انہوں نے کتب حوالہ جات کے
مصنفین کا نام اور ان کے سن و وفات پوری عرق ریزی کے ساتھ تلاش کئے ہیں۔
ترجمہ یقیناً قابلِ تائش اور مترجم کی محنت لائقِ مدافریں ہے۔ مجھے علوم و خواص سے

قومی امید ہے کہ اس ترجمہ کی نشر و اشاعت میں بحرِ پرِ حصہ لے کر مترجم کا رُوحِ بڑھائیں گے تاکہ اس میں جہانوں نے قدم اٹھایا ہے وہ تیزی سے بڑھتا رہے۔

میری دعا ہے کہ اللہ عزوجل اس خدمت کو قبول فرمائے اور مقبول عام و خاص کرے اور مصنف و مترجم کو دنیا و آخرت میں اس کی بہترین جزا عطا فرمائے۔ آمین بجاہِ حبیبِ سید المرسلین۔

فقیر محمد شریف الحق محبِ دینی

خادمِ شعبہ انتشار

الجامعۃ الاشرفیہ سب رکیز۔ اعظم گڑھ

یوم جمعہ ۱۵ صفر ۱۴۱۶ھ

از: ڈاکٹر محمد رضوان اللہ صاحب زمری

ایم: اے پال لپک ڈوی (علیگ)

ڈوی: اے۔ جامعہ الازہر مصر

صدر شعبہ سنی دینیات مسلم یونیورسٹی علیگڑھ

کلمہ آغاز

تَحْسُدُ ۚ وَصَلُّوْا عَلٰی حَبِیْبِہٖ اِنَّکُمْ رِیْضُہٗ اِمَّا بَعْدُ :

سلاوی تقسیم کی روح یہ ہے کہ ہم زندگی کے ہر شعبہ میں اطاعت خداوندی کو ملحوظ رکھیں۔ ہمارا ہر قدم اس لئے اٹھے کہ ہم کو خداوند قدوس کی رضا و خوشنودی حاصل کرنی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مہر الامتہ کی رہنمائی کے لئے پیغمبروں کو دنیا میں بھیجا جنہوں نے نہ صرف یہ کہ وہ طریقہ کا بتایا جس پر عمل کر کے دَمًا خَلَقْتُ الْبَشَرُ وَالْاَدَمُ لَا یَعْصِدُ ذُوْتِ یَعْنِی تَخْلِیْقِ الْاِنْسَانِ کہتے عبارت خداوندی پڑا ہو بلکہ انہوں نے خود بھی اس طریقہ کا پر عمل کر کے دکھایا کہ اگر اس کو لائحہ عمل بنایا جائے تو انسان صحیح معنی میں اشرف المخلوقات کے منصب پر فائز ہو سکتا ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ انبیاء و رسول اپنے منصب رسالت و نبوت اور اپنے کردار و عمل کے باعث اپنے اپنے دور میں افضل خلائق ہے ہیں۔ ان کی شخصیتیں لوگوں میں غیر معمولی مقبول اور موقر و محترم رہی ہیں۔ ایسی طرح ان کی ملت کے بعد ان کے چھوڑے ہوئے آثار کی تکمیل و تکوین بھی کی رہی ہے۔ ان کی قومیں ان کے آثار متبرکہ کو کہ باعث خیر و برکت سمجھتی رہی ہیں۔

• خود قرآن کریم نے سابعہ نسبیا کرام علیہم السلام کے آثار کو یاد کر لیا ہے۔
قرآن کہتا ہے :

قَالَ لَهُمْ رَبِّيَ اللَّهُ إِنَّ إِلَهَ
مِثْلِهِمَ أَنْ يَكُنِي لَكُمْ تَابُوتُ فَيَنْسِفَ
بِكُنْيَتِهِ رَبِّيَكُمْ وَلَيُنَاسِفَنَّ
تَرَكَّ الْإِسْمُ وَالْهَارُونَ
تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ إِنَّ فِي ذَلِكَ
لَآيَةً لِّكُمْ إِنَّ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝

ان سے ان کے نبی (شمویل علیہ السلام) نے
فرمایا ان (طاہرات) کی سلطنت کی نشانی یہ ہے
کہ تمہارے پاس تابوت آئے جس میں تمہارا
رب کی طرف سے لیکن ہے اور موسیٰ و
ہارون کے چھوٹے تبرکات میں فرشتے اسے
اٹھا کر لائیں گے بیشک اس میں تمہارے لئے
اعظم نشانی ہے اگر تم ایمان رکھتے ہو۔

اس تابوت میں حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کے تبرکات تھے حضرت
موسىٰ کا عصا ان کی نعلین مبارک اور حضرت ہارون علیہ السلام کا عمامہ مقدس وغیرہ تھا۔ بنی اسرائیل
جس وادی میں اس تابوت کو آگے کرتے اس کی برکتوں سے دشمنوں پر فتح یاب ہوتے اور
جس مراد کے لئے اس کا وسیلہ لاتے وہ مراد برآتی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جس پتھر پر کھڑے ہو کر کعبہ منظر کی تعمیر کی تھی اس کا ذکر
کرتے ہوئے قرآن مائل ہے۔

فِيهِ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ لِّ
مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ ۚ

اس (خانہ کعبہ) میں کھلی ہوئی نشانیاں ہیں
ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام جس پتھر پر کھڑے ہو کر کعبہ مقدس کی تعمیر کر رہے تھے اس
پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدم پاک کے نشان ہو گئے تھے۔ اسی کو آیت کریمہ میں معلوم ابراہیم
کہا گیا ہے۔ بلاشبہ یہ کھلی ہوئی نشانی ہے اور اب تک یہ موجود ہے۔ اس کے پاس آج بھی
منار و عمارت منقول ہوتی ہے۔

جب دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے آثار و تبرکات کی یہ اہمیت و تاثیر ہے تبھی اللہ
کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار مقدس کی عظمت و تاثیر کا کوئی اندازہ لگا سکتا ہے یہی وجہ

ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کے آثار مقدسہ کا غیر معمولی احترام کرتے تھے ان سے تبرک و توسل کا کام لیتے تھے۔ کبھی کوہنے مبارک لگایا تو وہ اسے کائنات کی سب سے اہم شئی تصور کرتے۔ کبھی کے پاس جبہ و چادر رہے تو وہ اسے زندگی کی سب سے گرانبوا متاع جانتا ہے۔ آپ نے اگر کہیں نماز پڑھ لی ہے تو وہاں نماز پڑھنے کے لئے بعض صحابہ بعض سے بازی لے جانے کے لئے کوشاں ہیں۔

غرض اس طرح سے آپ کے تمام آثار مقدسہ و تبرکات متبرکہ کو صحابہ کرام میں غیر معمولی اہمیت حاصل تھی اس کے بعد تابعین اور تبع تابعین میں اور ان کے بعد ہر زمانہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار مقدسہ کا پورا پورا اعتنا کیا جاتا رہا ہے۔ اسی طرح روضہ انور کی زیارت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے استعانت عہد صحابہ سے لے کر اب تک ہر زمانہ میں معمول و رائج رہی ہے۔ آج بھی دنیا کے گوشے گوشے سے مسلمان آپ کے مزار مقدس پر حاضر ہو کر آپ سے مدد و نصرت کے طالب ہوتے ہیں ان کے توسل سے ان کی روائیں مقبول ہوتی ہیں اسی طرح بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعض آثار طیبہ بھی غیر معمولی اہمیت و تاثیر رکھتے ہیں۔

انہیں آثار مقدسہ، زیارت روضہ انور، مساجد متبرکہ اور زیارت اہل بیت علیہم السلام اور مزار تبرک کے موضوع پر مولانا عبد العظیم فرنگی علی مکنوسی نے عربی زبان میں ایک نہایت جامع کتاب ”نُورُ الْاٰیٰمَاتِ بِزِيَارَةِ اَشْرَافِ الرَّحْمٰنِ“ تالیف کی تھی جس نے علمی حلقوں میں کافی شہرت حاصل کی۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ اس کے مآخذ کی تعداد ایک سو تیس سے بھی زائد ہے۔ چونکہ یہ کتاب عربی زبان میں تھی اس لئے اُردو داں طبقہ اس سے استفادہ کرنے سے محروم تھا الحمد للہ مولانا مستنار احمد صاحب قادری کی کاوش و محنت سے اس کا اردو ترجمہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

مولانا مستنار احمد صاحب قادری (جامعۃ الاشرفیہ مبارکپور) کے ایک

قابل اور ممتاز استاد ہیں۔ آپ نے اس کتاب کا ترجمہ نہایت سلیس و بامعاورہ انداز میں کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کتاب کے مطالعہ کے وقت یہ محسوس بھی نہیں ہوتا کہ یہ ترجمہ ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب دراصل اردو ہی میں لکھی گئی ہے جنم مترجم کو ان کی کامیابی پر مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

مآخذ اہلسنت کی اس طرہ کی متعدد معرکہ الآراء تصانیف پر وہ تنقیدیں میں کیے ہوئے ہیں عربی زبان میں اس لئے عام مسلمان ان سے استناد نہ کرنے سے قاصر ہیں فاضل مترجم نے اس کتاب کا ترجمہ کر کے ایک اجماعی مذہبیت انہام دی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر سے نوازے اور اس کتاب کو مقبولیت عطا فرمائے۔ آمین۔

محمد رضوان اللہ ازہری

صدر شعبہ تنقیح و تصانیف مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

۱۳ جولائی ۱۹۶۶ء

عرض مترجم

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

ہادی اعظم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۃ النور کی زیارت ایک عظیم عبادت اور ایمان والوں کی حقیقی معراج ہے۔ ہر مسلمان مدینہ طیبہ سے عشق بلکہ وہاں کے درے درے سے والہانہ جذبات رکھتا ہے۔ اس شہر عشق و محبت کے دیدار کے لئے اس کی آنکھیں بیتاب اور اس کا دل بے چین رہا کرتا ہے۔ اس کی زیارت اس کی زندگی کی سب سے بڑی آرزو ہوتی ہے اور اس سے بڑی ایک ایمان دار کی آرزو ہو بھی کیا سکتی ہے کہ جس نے اسے ایمان کی سب سے بڑی دولت دی ہے اس کی جلوہ گاہ کا ایک بار اپنی آنکھوں سے نظارہ کر لے وہ لوگ کتنے خوش بخت ہیں جنہیں یہ سعادت حاصل ہو جاتی ہے۔ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مزار مقدس کی زیارت کی بہت زیادہ ترغیب دی اور اس کے بہت سے فضائل بیان فرمائے ہیں۔ ارشاد ہے:

جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت مانگ لیں۔

مَنْ زَارَ قَبْرِي وَجَبَتْ لَهُ

شَفَاعَتِي (واقطن)

دوسری حدیث ہے:

مَنْ زَارَ قَبْرِي بَعْدَ

مَوْتِي مَكَاتِبًا زَارَ فِي

حَيَاتِي (ابن مسعود)

میرے دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد جس نے میری قبر کی زیارت کی گویا اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی

تیسری روایت ہے،

مَنْ زَارَنِي بَعْدَ مَوْتِي
فَكَأَنَّمَا زَارَنِي فِي حَيَاتِي
(میں)

جس نے میری رحلت کے بعد میری
زیارت کی گویا اس نے میری زندگی میں
میری زیارت کی۔

حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے قبل انبیاء سابقین علیہم السلام
آپ سے استعانت اور مدد و نصرت طلب کرتے چلے آئے ہیں۔ حاکم کی صحیح روایت
ہے، جب حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی لغزش پر یہ دعا مانگی:

يَا رَبِّ اَسْأَلُكَ بِحَقِّ
مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
اَنْ تُعْفِرَ لِي فَقَالَ لَهُ اللهُ
فَقَدْ عَفِزْتُ لَكَ اِذَا سَأَلْتَنِي
بِحَقِّهِ۔

اے میرے پروردگار میں تجھ سے
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے سوال
کرتا ہوں کہ تو مجھے بخش دے قرآن سے
اللہ نے فرمایا جب تم نے ان کے وسیلے
سے سوال کیا تو میں نے تمہیں بخش دیا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنی مشکلات میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غا ہری زندگی
میں اور آپ کے وصال کے بعد بھی آپ سے مدد و نصرت طلب کرتے تھے۔ اس طرح
کی متعدد امدادیں اپنے مقام پر آئیں گی۔ یہی جہور امت کا اعتقاد اور مزاج بھی رہا ہے
اور معمول بھی۔

جس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی پوری امت کے لئے مجسم مدد و
نصرت ہے اسی طرح آپ کی نسبت سے مشرف ہونے والے مقدس مقامات،
مبارک مسجدیں، متبرک کنوئیں، مسجد ثناء، کوہ امداد اور اس کی مساجد۔ غرض آپ سے
منسوب ہر چیز بھی باعث خیر و برکت اور ذریعہ مغفرت و نجات ہے۔ جہور امت
ان سے توسل اور تبرک حاصل کرتے رہے ہیں۔ عہد رسالت سے لے کر آج تک

ہر دور میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار مقدسہ کا غیر معمولی اہتمام اور احترام ہوتا رہا ہے۔ اور ان کی تعظیم و توقیر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و تحکیم بھی جاتی رہی ہے۔
 شفا۔ موابب لذیہ اور مدارج النبوة میں مرقوم ہے،

<p>نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کا ایک حصہ ان تمام اشیاء کی تعظیم بھی ہے جن کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی تعلق ہو اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جسے چھوا ہو یا جو حضور کے نام پاک سے مشہور ہو۔</p>	<p>مِنْ اَعْظَامِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْظَامُ جَمِيعِ اسبابہ و ما لہ او عُرِفَ بہ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔</p>
---	---

اس موضوع پر سوانح کرام میں بہتوں نے قلم بھی اٹھائے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ پاک کی زیارت، آپ سے استعانت اور آپ کے آثار مقدسہ میں بعض بعض پرستقل کتابیں لکھی گئی ہیں۔ فضائل حرمین شریفین کتب احادیث کا ایک مستقل باب ہے۔ زیارت قبور اور اس کے لئے سفر، آداب زیارت وغیرہ پر خوب بحثیں کی گئی ہیں۔

لیکن ان تمام پہلوؤں پر حاوی اور تمام گوشوں پر جامع بحث ہمیں یک جا نہیں ملتی ہے۔

آج سے ایک صدی پیشتر یہ خدمت مولانا عبدالعلیم فرنگی مصلیٰ قدس سرہ نے انجام دی۔ آپ نے اس موضوع پر ایک اہم اور پُر مغز کتاب ”نورُ الإیمان بزیارة اشار جیبیہ الرحمن“ تالیف فرمائی۔

۱۲۹۹ھ میں زیارت حرمین شریفین کے لئے آپ نے حجاز کا سفر کیا۔ اسی مبارک سفر میں مکہ مکرمہ کے قیام کے دوران آپ نے یہ کتاب تالیف کی۔ اس کتاب میں آثار نبی صلی اللہ علیہ وسلم، زیارت روضہ مقدسہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے استعانت،

مساجد مبارکہ ۱۰ آبار مقدسہ، مسجد ثبارة، متبرک متون، کوہ اُحد، اس کے شہباز اور اس کی مسجدیں، اہل بقیع اور عام قبور کی زیارت، ان تمام پہلوؤں پر سیر حاصل بحث اور ان تمام گوشوں پر انتہائی تحقیقی انداز میں روشنی ڈالی گئی ہے۔ جو بات کہی گئی ہے حوالہ سے کہی گئی ہے۔ اس کتاب کو علمائے فرنگی محل کی تحقیقات کا اعلیٰ نمونہ کہا جاسکتا ہے۔ اس کتاب کے مراجع کتب ایک سو تیس سے بھی متجاوز ہیں جو اس کی غیر معمولی اہمیت کے لئے کافی ہیں۔

لیکن یہ کتاب عربی زبان میں تھی اس کی عام افادیت کے پیش نظر اور علمائے فرنگی محل میں ایک جلیل القدر عالم کی اس موضوع پر تحقیق پیش کرنے کے خیال سے بفضلِ اجاب نے مجھے مشورہ دیا کہ یہ کتاب میں اردو ترجمہ کی شکل میں پیش کروں۔ رحمن و رحیم کے نام سے میں نے یہ کام شروع کیا۔

الجامعۃ الاشرفیہ کے مدرسہ میں مشاغل کے ساتھ ساتھ یہ کام بھی کرتا رہا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے چند ماہ کی مسلسل محنت اور پیہم کوشش کے نتیجے میں آج یہ ترجمہ مکمل ہو کر آپ کے اہتوں میں ہے۔ ترجمہ میں اس کا التزام کیا گیا ہے کہ اصل عبارت کا منہم ادا ہو جائے اور ترجمہ اصل منہم سے یک سر و موہی متجاوز نہ کرے۔ مصنف نے جو کہنا چاہا ہے بس اسے ہی پیش کیا گیا ہے۔ اس کتاب کے بعض مقامات جو تنقید طلب تھے ان کی الگ سے خوشی کے ذریعہ تصحیح کر دی ہے۔ زبان زیادہ سے زیادہ آسان اور عام فہم کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ کتاب کو دقیق اور مفید تر شکل میں پیش کرنے کے ارادے سے تعارف ”کلمۃ آغاز“ حالات مصنف اور ماخذ کتب کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔ ماخذ کتب میں معنیوں کے اسماء اور ان کے سند و فوات پوری تلاش و جستجو کے بعد جتنے مل سکے ہیں تحریر کر دیئے گئے ہیں۔

اخیر میں میں اپنے تمام کبار اور احباب کا شکریہ گزار ہوں جنہوں نے کسی بھی طرح

میرا تہا دل کیا۔ بالخصوص ڈاکٹر قاری ضوان اللہ صاحب صدر شعبہ دینیات مسلم یونیورسٹی علیگڑھ
کا مشکور ہوں جنہوں نے میری گزارش پر کلمہ آغاز کچھ کر میری ہمت افزائی فرمائی۔

شیخ کبیر حضرت علامہ مفتی شریف الحق صاحب امجدی صدر شعبہ افتاء البامعۃ الاثریہ فیہ
نبار کپور کا ممنون ہوں جنہوں نے متعدد جگہوں پر میری رہنمائی فرمائی۔

رہت قدیر اپنے حبیب گرامی صلی اللہ علیہ وسلم کے ملیں میری یہ خدمت قبول فرمائے
اور اس کی انادیت عام فرمائے اور مزید اپنے دین کی خدمت کی توفیق بخشے۔

اللہم یا رحیم یا کریم اغفر لنا ولوالدینا ولاساتینا
ولجميع المسلمين واسلمات برحمتک یا ارحم الراحمین
وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا و مولانا محمد
والہ واصحابہ اجمعین۔ آمین

انتہا احمد قاری

الجمعة الاثریہ مبارک پور۔ اعظم گڑھ

۲۹ شوال المکرم ۱۴۲۶ھ - ۲۴ اکتوبر ۱۹۶۶ء

حالات مصنف

۱۱ شوال ۱۲۰۹ھ لکھنؤ

۱۲ شعبان ۱۲۰۹ھ حیدر آباد دکن

مولانا عبدالحی فرنگی محلی جو ایک جید عالم دین، صاحب فضل و کمال اور مشہور مصنف و محقق ہیں جنہوں نے اپنی ۳۸ سال کی مختصر سی زندگی میں بیشمار علمی و تحقیقی فتوح چھوڑے ہیں اور شاہیر علم کرام اور اصحاب فضل و کمال کی صف میں ممتاز و نمایاں مقام کے حامل ہیں۔

اس کتاب کے مصنف مولانا عبدالحکیم فرنگی محلی انہیں کے والد گرامی اور استاذ ہیں۔

آپ کی ولادت ۱۱ شوال ۱۲۰۹ھ کو فرنگی محل لکھنؤ میں ہوئی۔ دس برس کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا۔ صرف دو سو کو کہتے ہیں اپنے والد ماجد مولانا محمد امین احمد متوفی ۱۲۲۶ھ سے پرچی درسیہ کی تکمیل علماء فرنگی محل سے کی۔ علوم اسلامیہ میں کمال حاصل کیا بالخصوص فقہیہ امتیاز سے تمام پیدا کیا۔ تکمیل درس کے بعد تدریس میں مشغول ہوئے۔

۱۲۶۰ھ میں نواب ذوالفقار الدولہ رئیس باندو کی طلب پر باندہ تشریف لے گئے وہاں ریاست کے ایک مشہور مدرسہ میں مدرس مقرر کئے گئے۔ اس کے بعد جو پور تشریف لے گئے۔ وہاں کے رئیس محمد امام بخش نے انہیں مدرسہ حنفیہ کا مدرس مقرر کیا۔ جو پور میں آپ نے ۹ سال تک اقامت کی اور وہیں نور الانوار کا ماشیہ قلم الاقسام تحریر فرمایا۔ ۱۲۶۹ھ میں حیدر آباد دکن کا رخ کیا۔ وہاں سید تراب علی سالار جنگ نے انہیں مدرسہ نظامیہ کا صدر مدرس مقرر کیا۔

تدریس و تحریر ہی خدمات کے اس طویل سفر کے ساتھ ساتھ دیار پاک کی فائز کی شوق بھی محقر رہا۔ بخت بیدار نے یادی کی اور ۱۲۷۰ھ میں حج و زیارت کے لئے حرمین طیبین کی

پاک سرزمین کا سفر کیا۔ مکہ مکرمہ پہنچ کر آپ نے فریضہ حج ادا کرنے کے بعد شیخ محمد جمال حنفی اور شیخ احمد زینی و علان سے علم حدیث اور دیگر علوم اسلامیہ کی سند حاصل کی۔

۱۲۸۶ھ میں مدینہ طیبہ میں شیخ عبدالغنی سے تفسیر و حدیث اور شاہ عبدالرشید سے قصیدہ بُردہ اور چنوب النحر کی اجازت و سند حاصل کی۔ شیخ علی المدنی نے دلائل الخیرات شریف کی اجازت دی۔

۱۲۸۶ھ میں حیدر آباد واپس ہوئے اور محکمہ عدالت نظامیہ سے وابستہ ہوئے اور اپنے تدریسی جلال و شان کے ساتھ بحسن و خوبی اس کے فرائض انجام دیتے رہے۔ کچھ مدت کے بعد ایک شدید مرض کا حملہ ہوا۔ ساتھ ہی ساتھ کبھی مخالف کی طرف سے کیا ہوا سحر بھی اپنا اثر کر رہا تھا۔ شعبان تک ایسی حالت غیر ہو گئی کہ زندگی سے ناامیدی پیدا ہونے لگی۔ اپنے صاحبزادے کو کچھ دیتیں فرمائیں اور حدیث کی بھی اجازت دی بیعت لے کر دھڑل سدا قادریہ رزاقیہ کیا۔ آخر کار ۲۱ شعبان ۱۲۸۵ھ کو بوقت صبح اس دار فانی کو خیر باد کہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

تاریخ وفيات "عالم باعمل نور تصنیف" ہے۔ حیدر آباد ہی میں شاہ محمد یوسف قادری کے مزار کے قریب آپ کو دفن کیا گیا۔ آپ کو بیعت و اجازت مولانا عبد الولی رحمۃ اللہ علیہ سے تھی۔ آپ نے اپنے پیچھے تلامذہ کی ایک بڑی تعداد چھوڑی جن میں سے اکثر تدریس و تصنیف میں ممتاز و مشہور ہوئے۔

آپ کی تصانیف کثرت سے ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

- ۱- رسالۃ فی الاشارة بالسبابۃ فی التشہد
- ۲- حاشیۃ شرح العقائد الجلالۃ المسماۃ بعمل المعاهد
- ۳- التحلیہ شرح التسویۃ۔
- ۴- نظم الدرر فی سلك شق القصر۔

- ٥- امعان النظر لبصارة شق القمر.
- ٦- نور الايمان به زيارة اثار جيب الرحمن.
- ٧- الاملام في تحقيق الدعاء.
- ٨- اقتاد المصاييح في التراويج.
- ٩- غاية الكلام في بيان الحلال والحرام.
- ١٠- خير الكلام في مسائل الصيام.
- ١١- القول الحسن في ما يتعلق بالنوافل والمنف.
- ١٢- عمدة التحرير في مسائل اللون الثياب والمحرير.
- ١٣- المقايمة شرح الهداية.
- ١٤- قمر الاثمار حاشية نور الانوار.
- ١٥- رسالة في احوال الرحلة الى الحرمين.
- ١٦- التعليق الفاضل في مسئلة الطهر المتخلل.
- ١٧- رسالة في تراجم علماء الهند.
- ١٨- رسالة في جمع الفتاوى.
- ١٩- التحقيقات السرفية بمجل الحاشية الزاهدية على الرسالة القطبية.
- ٢٠- القول الاسلام لحل شرح السلم.
- ٢١- الاقوال الاربعة.
- ٢٢- كشف المكتوم بمجل حاشية بحر العلوم.
- ٢٣- القول المحيط فيما يتعلق بالمجل المؤلف والبيوط.
- ٢٤- معين الطالبين في رد المناظرين.
- ٢٥- الايضاحات لمبحث المختلطات.

- ٢٧- كشف الاشياء لحل حمد الله.
- ٢٨- البيان العجيب في شرح ضابطة التهذيب.
- ٢٨- كاشف الظلمة في بيان اقسام المحكمة
- ٢٩- العرفان
- ٣٠- حاشية النفيس شرح موجز الطب
- ٣١- الحاشية على الحاشية القديمة الدوائية
- ٣٢- شرح شرح التجريد
- ٣٢- حاشية بديع الميزان
- ٣٢- حاشية المصباح.

لَوْ أَنَّ الْإِيمَانَ زِيَارَةُ الْأَرْحَابِ الرَّحِمَنِ



مقدمہ

زیارت قبور کا حکم | مردوں کے لئے زیارت قبور مستحب ہے۔ کیونکہ قبریں دل میں رقت پیدا کرتی اور مرنے لگنے کو یاد دلاتی ہیں۔ بعض نے زیارت

قبور کو واجب بتایا ہے۔ (خزانة الروایات)۔ یہی قول ابن عبد البر نے بعض علماء سے نقل کیا ہے۔ علامہ فروغی نے زیارت قبور کے مستحب ہونے پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے۔ ہاں شعبی اور شافعی کے قول سے زیارت قبور کا مکروہ ہونا ممکن ہے۔ لیکن یہ شاذ اور ناقابل التفات قول ہے۔ اس لئے کہ یہ رائے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور جمہور علماء کے اجماع کے خلاف ہے۔ (المجہد المنظم)۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتدائے اسلام میں درجہوں سے زیارت قبور سے منع فرمایا تھا،

(۱) بتوں کی عبادت سے مشابہ ہونے کا خوف۔

(۲) اور اس کا اندیشہ کہ لوگ زمانہ جاہلیت جیسے قول و فعل کے کہیں مرتکب نہ ہوں۔

پھر جب اسلام کے قواعد و ضوابط مضبوط ہوئے تو یہ حکم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منسوخ فرمادیا۔ حضرت بریدہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم کو میں نے قبروں کی زیارت سے روکا تھا مگر اب تم ان کی زیارت کرو۔

تم کو میں نے قبروں کی زیارت
سے روکا تھا تو (اب) تم ان کی
زیارت کرو۔

نہتیکم عن زیارة
القبر و نزودھا
(البوداد و من جریة)

عورتوں کے لئے بھی مذہب صحیح کے مطابق زیارت قبر مستحب ہے (جامع الزوائد)
ایک خیال یہ ہے کہ ان کے لئے زیارت قبر حرام ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ ان کے لئے
مکروہ ہے۔ کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا (زیارت قبر سے) روکنا ان کے حق میں بدستور
باقی ہے صرف مردوں کو اجازت ملی ہے۔ اس خیال والوں کی دلیل یہ ہے کہ ”زُدُّوْا“
مدیث کا لفظ صیغہ جمع مذکر ہے اس طرح گویا صرف مردوں کو اجازت ملی ہے لیکن یہ دلیل
کمزور ہے۔ ”فتح المنان“ میں اس کے ضعف کی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ شریعت کی زبان کا
مُثْلُوب یہ ہے کہ مردوں کے اصل ہونے کی وجہ سے یا مردوں کو عورتوں پر غالب کرینے کی
وجہ سے خطاب مردوں کے ساتھ خاص ہوتا ہے۔

یعنی نے بنہاری کی شرح میں لکھا ہے کہ زیارت قبر عورتوں کے لئے مکروہ ہے
بلکہ اس زمانہ میں تحریم ہے بالخصوص شہر کی عورتوں کے لئے۔ کیونکہ وہ اس طرح نکلتی ہیں
جس میں فتنہ و فساد کا پورا اندیشہ ہوتا ہے۔ مطاوی نے ”حاشیۃ مراق الفلاح“
میں یہی قول نقل کیا ہے۔

”مطالب السؤمعیہ“ میں ہے کہ عورتوں کے لئے بہتر یہ ہے کہ نبی صلی اللہ
علیہ وسلم کے روضۃ الزکر کے سوا کسی قبر کی زیارت کے لئے نہ جائیں۔

محقق خیر الدین دہلوی نے دونوں قولوں کے درمیان مطابقت کی یہ شکل نکالی ہے کہ اگر
ان کی حاضری غم کو ہٹا کرنے اور آہ و زاری کی غرض سے ہو تو ناجائز ہے۔ اسی پر حضرت ابن عباس
رضی اللہ عنہ کی حدیث معمول ہے جس میں انہوں نے یہ فرمایا ہے کہ قبروں پر جانے والی عورتوں
پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے۔

قبروں پر جانے والی عورتوں پر
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
لعنت فرمائی۔

لعن رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم زاحرات
القبور (البوداد)

اور اگر عبرت اور رقت قلب کے بغیر روئے اور بزرگوں کی قبروں سے برکت حاصل
کرنے کے لئے ہر توڑی عورتوں کے لئے کوئی حرج نہیں اور جوان عورتوں کے لئے مکروہ
ہے جس طرح جماعت کے لئے ان کا مسجد جانا مکروہ ہے۔ (ردالمحتار)

ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کا ایک اور محل بھی بتایا گیا ہے کہ کثرت سے قبروں پر
جانے والی عورتوں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے جس نے ظاہر ہے کہ
کبھی کبھی وقت کی زیارت منوع نہ ہوگی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ
ہر وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۃ النور کی زیارت کرتیں۔

یہ بھی مروی ہے کہ جب وہ کبھی ضرورت سے مکہ جاتیں تو اپنے بھائی عبدالرحمن کی قبر
کی مکہ میں زیارت کرتیں۔ (کشف اصول البزوری)

”خزانة الروایات“ میں ”سراجیہ“ سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جنہیں اور عائشہ
کے لئے زیارت قبر میں کوئی حرج نہیں۔

ابن حجر نے اپنے فتاویٰ میں لکھا ہے کہ زیارت قبر بعض باتوں اور خرابیوں شہاموں
کا عورتوں کے ساتھ غلط غلط کے سبب ترک نہیں کی جائیں گی۔ اس لئے کہ قبریں اس جیسے سبب
سے چھوڑی نہیں جاتیں بلکہ انسان کے لئے ان پر عمل پیرا ہونا اور بدعات کا انکار لازم ہوتا ہے
بلکہ اگر ممکن ہو سکے تو ان بدعتوں کا نشانہ ضروری ہوتا ہے۔ (ردالمحتار)

اہم غزال ”احیاء العلوم“ میں رقمطراز ہیں۔ ہر شخص جس سے اس کی زندگی
میں مدد مل جاسکتی ہے اس سے مرنے کے بعد بھی اس سے مدد مل جاسکتی ہے شیخ عبدالحق محدث
دہلوی نے ”شرح مشکوٰۃ“ میں یہ قول نقل کیا ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ امام موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ کا مزار دعاؤں کے قبول ہونے کے لئے مجرب تریاق ہے۔

بعض مشائخ سے منقول ہے کہ شیخ معروف کرمی اور حفصہ غوث اعظم سیدنا و مرشدنا شیخ محی الدین عبدالقادر میلانی اپنی قبروں میں ویسے ہی تعریف کرتے ہیں جیسے اپنی زندگی میں کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے برکات سے نفع پہنچائے اور ہمیں ان کے احوال کے مثل نصیب فرمائے۔ آمین۔

حیثیت کی تعریف کرنا اور اس کا ذکر جمیل کرنا مستحب ہے سپیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تمہارا ساتھی انتقال کر جائے تو اُسے چھوڑ دو۔ اس کی عیب جوئی نہ کرو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم مردوں کو برا نہ کہو کیونکہ وہ اپنے اعمال تک پہنچ چکے۔ (احیاء العلوم)

ہفتہ میں ایک بار قبروں کی زیارت مستحب ہے
(مفاتیح السوازل)

زیارت قبروں کے اوقات

باب الناسک "کی شرح میں سب کی زیارت تہور کے لئے سب سے افضل ہے۔

۱۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ "اشعۃ اللمعات" جلد اول مشاء میں لکھتے ہیں کہ بعض مشائخ نے فرمایا ہے میں نے ایسے چار اشخاص کر دیکھا۔ درہی حضرات اور دو کے نام ذکر نہیں کئے آگے ارشاد فرمایا مقدمہ صغر نہیں۔ نیز شیخ ابوالعباس حنفی سے نقل فرمایا کہ امدادیت زندہ کی امداد سے قوی ہے اس کو "سید سید احمد بن مرزوق نے بھی فرمائی ہے۔ نیز عارف باللہ حضرت حاجی تھکس سرفراز شیخ برہنہ قریشی کا نقل نقل فرمایا کہ میں مشائخ میں چار حضرات کو جانتا ہوں کہ وہ اپنی قبروں میں زندوں کی طرح تعریف کرتے ہیں۔ شیخ معروف کرمی۔ شیخ عبدالقادر جیلانی۔ شیخ عقیل شیبی اور شیخ حیات حلی تھکس اللہ اسرارہم (نفحات الانس ص ۴۸)

شعبہ، در شعبہ اور جمعرات کے ایام ہیں

محمد بن واسع فرماتے ہیں کہ مردے اپنے پاس آنے والے کو جمعرات، جمعہ اور منیچر کے دنوں میں جانتے ہیں۔ (بیہقی)

”مجمع البرکات“ میں ہے کہ مردوں کو جمعہ کے دن معلوم کرنے کی قوت نسبتاً دوسرے دنوں کے زیادہ عطا کی جاتی ہے۔ چنانچہ مردے اپنے زائرین کو اس دن دوسرے دنوں سے زیادہ پہچانتے ہیں۔

”خزانة الروایات“ میں لکھا ہے زیارت قبور جمعہ کے دن بعد نماز جمعہ بہتر ہے اور منیچر کے دن طلوع آفتاب سے قبل اور جمعرات کو دن کے شروع حصے میں اور لیون بعض دن کے اخیر حصے میں بہتر ہے۔

”مطالب الرحمن“ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد منقول ہے کہ جو شخص اپنے والدین یا ان میں سے کسی کی قبر پر ہر جمعہ کو حاضر ہو تو بارہ بخش دیگیا اور اہل سنت و جماعت دیگیا۔ (رد منہ الصدوق) بیہقی نے ”شعب الایمان“ میں بھی اسی منہوم کی حدیث مرسلہ روایت کی ہے۔

صاحب ”الخزانة الجلیلة“ رقمطراز ہیں۔ اولاد کے لئے مناسب ہے کہ اپنے والدین کی قبروں پر جمعہ کو حاضر ہوں۔ اور ان دنوں کی قبروں یا ان میں سے کسی کی قبر کے پاس سورہ یسین پڑھیں۔ تو یہ آیت اور ہر حرف کے عوض اس کی بخشش ہوگی۔

بارکت راتوں میں بھی زیارت قبر مستحب ہے بالخصوص شب برأت میں کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شب میں اہل بقیع کی زیارت کی ہے۔

اسی طرح متبرک دنوں میں بھی مستحب ہے مثلاً عشرہ ذوالحجہ، عید الاضحی، عید الفطر، یوم عاشورہ اور یقیناً

ایام حج میں۔ (غرائب)

زیارت قبور کے آداب | جب کوئی شخص زیارت قبر کا ارادہ کرے تو اس کے

لے مجتب ہے کہ اپنے گھر میں دو رکعت نماز ادا کرے۔ ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ اور آیت الکرسی ایک ایک بار اور سورۃ اخلاص تین بار پڑھے اور میت کے لئے اس کا ایصال ثواب کرے۔ اس سے اللہ تعالیٰ میت کے پاس اس کی قبر میں ایک نور بھیجتا ہے اور اس نمازی کے لئے بہت زیادہ ثواب لکھتا ہے پھر یہ شخص قبرستان جائے اور اثنائے راہ بے مقصد کام میں مشغول نہ ہو۔ (مجمع البرکات)

جب قبرستان پہنچ جائے تو یہ کلمات کہے:

اے مسکونوں تم پر سلام، ہم بھی انشاء اللہ تم سے ملیں گے، میں اپنے اور تمہارے لئے اللہ تعالیٰ سے عافیت کا خواستگار ہوں۔

اَسْلَامٌ عَلَیْكُمْ مَرَّةً اَوْ ثَمَانِ مَرَّاتٍ
وَ اِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُونَ
وَاَسْئَلُ اللّٰهَ لِيْ وَ لَكُمْ الْعَافِیَۃَ
(شرح النقایۃ۔ لملا علی قاری)

صحیح مسلم کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم شب کے اخیر حصے میں جنت البقیع تشریف لے جاتے اور فرماتے:

اے مومنو تم پر سلام تم سے جو وعدہ کیا گیا تھا وہ تم کو ملا لیں گا دن (قیامت) تمہارا اجر کے لئے مقرر ہے اور ہم انشاء اللہ تم سے ملیں گے۔ اے اللہ ساکنان بقیع غرقہ کو بخش دے۔

اَسْلَامٌ عَلَیْكُمْ مَرَّةً اَوْ ثَمَانِ مَرَّاتٍ
مُرْمِیْنٌ وَ اَتِیْكُمْ مَا لَوْ عَدُوْنُكُمْ
عِنْدَ اَمْرٍ وَّ جَلَلُوْنَ وَ اِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ
بِكُمْ لَاحِقُونَ ؕ اَللّٰهُمَّ اَغْفِرْ
لَاَهْلِ بَقِیْعِ الْغَرْقَدِ۔

حدیث میں دار کا لفظ زائد ہے یا لازم کے ذکر کی قیاس سے ہے کیونکہ جب حضور صلی اللہ

سے بقیع الغرقہ۔ یہ مدینہ منورہ کا قبرستان ہے بقیع کے معنی درختوں والی زمین غرقہ ایک درخت کا نام ہے یہ درخت اس جگہ بکثرت پائے جاتے تھے۔ ۴۴

عیدِ رستم نے گھر کو سلام کیا تو اس میں رہنے والے کو بد بجز اول سلام ہوگا اس طرح حدیث میں ان شاء اللہ کا ذکر تبرکاً ہے اس لئے کہ مردوں سے منقطع ہے یا طے سے واد کا تین حال میں ملتا ہے۔ اس صورت میں ان شاء اللہ اپنے اصل معنی میں ہوگا (جس کا مفہوم یہ ہوگا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے پاتا تو ہم تم سے اچھے حال میں ملیں گے اور تمہیں میں ہم جن شامل ہوں گے) اور بعض کتب فقہ میں یہ ہے کہ والسلام علی الموت علیکم السلام کہ نہ والسلام علیکم یہ اس بنا پر ہے کہ پہلا جملہ مقتضی نہیں کہ اس کا جواب ضرور دیا جائے اور دوسرا جملہ جواب چاہتا ہے ۱۰ کا اعتبار نہیں۔

علامہ شامی نے رد المحتار میں لکھا ہے۔ زیارت کے آداب میں سے یہ ہے کہ السلام علیکم کے الفاظ کے ساتھ ال تبرکاً کو سلام کرے یہی صحیح ہے "علیکم السلام" نہ کہے کیونکہ حدیث میں السلام علیکم کے الفاظ آئے ہیں۔

"مجمع البرکات" میں "الشرعة" سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اگر کسی شخص کسی ایسے شخص کی قبر سے گزرتا ہے جس کو وہ دنیا میں پہچانتا ہو اور پھر گزرنے والا اس کو سلام کرتا ہے تو بلاشبہ صاحب قبر سلام کرنے والے کو پہچانتا ہے اور سلام کا جواب بھی دیتا ہے۔ ابن عبد البر نے "الإستیعادہ" میں یہ روایت نقل کی ہے۔

احیاء العلوم میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ جب گزرنے والا کسی ایسی قبر سے گزرتا ہے جسے وہ جانتا نہیں اور اس کو سلام کرتا ہے تو صاحب قبر اس کو جواب دیتا ہے۔

جب مسلمان اور کفار کی قبریں باہمی مل جلی ہوں تو سلام کے لئے یہ الفاظ ہونے چاہیئے السلام علی من اتبع الهدی (مجمع البرکات) عمار نے فرمایا ہے قبر پر حاضر ہونے والا صاحب قبر کے پاستی سے آئے اس کے سر ہانے سے آنا ٹھیک نہیں۔ سر ہانے سے آنے کی صورت میں میت کی نظر کو شفقت ہوگی اور پاستی سے آنے کی

صورت میں یہ بات نہ ہوگی کیونکہ آب وہ صاحب قبر کے سامنے ہوگا۔ جب میت آپس
بازوں پر ہوگا تو اس کی نظر اس کے پاؤں کی طرف ہوگی۔ اس کا لحاظ اس وقت ہوگا جب ایسا
ممکن ہو۔ ورنہ حدیث سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ بقرہ کا ابتدائی حصہ ایک
میت کے سر ہانے اور اس کا اخیر حصہ اس کے پائنتی تک دست فرمایا۔ (رد المحتار)

قبر سے قریب ولعید ہونے میں معیار دنیاوی زندگی کا حال ہوگا۔ (جامع الرموز)
قبر پر حاضر ہونے والا قبو کی طرف پشت کر کے کھڑا ہوگا۔ (مطالع المؤمنین) اور قبستانی کی تشریح
کے بحر جب میت کے چہرے کے مقابل ہو۔

رد المحتار میں ہے کہ قبروں کے پاس کھڑے ہو کر دعا کرنا سنون ہے۔ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کا جنت البقیع تشریف لے جانے کے وقت یہی معمول تھا۔ اور اگر کوئی
بیٹھے تو اس کے قریب ولعید بیٹھنے کا اعتبار اس کی دنیاوی زندگی کے انداز سے ہوگا (یعنی زندگی
یا اس کے جس قدر قریب یا بعید بیٹھا تھا اسی لحاظ سے اب بھی بیٹھے)

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی
ہے۔ وہ فرماتی ہیں۔ میں اپنے حجرے میں جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں
اپنے کپڑے اتارے ہوئے داخل ہوتی اور اپنے جی میں کہتی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے
شوہر اور وہ میرے والد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی تو ہیں۔ پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضور
صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حجرے میں مدفن ہوئے تو اللہ کی قسم
میں اس میں اس طرح کبھی داخل نہ ہوئی بلکہ اب جب بھی حجرے میں آتی حضرت عمر رضی اللہ عنہ
سے حیا کی وجہ سے اپنے پڑے کپڑے زیب تن کئے ہوتی۔

مرقات میں منقول ہے کہ طیبی نے اس حدیث کی تشریح میں لکھا ہے کہ اس حدیث
میں یہ ثابت ہوتا ہے کہ مردہ کا احترام اس کی زندگی کی طرح ہونا چاہیے۔
دار کے لئے مستحب ہے کہ اپنی استطاعت بھر پڑھے مثلاً سورہ فاتحہ، سورہ بقرہ

کی ابتدائی آیتیں مفلحون تک آیۃ الکرسی اور امان الرسول انمیر تک سورہ یسین
تبارک الذی سورہ نکاثہ، سورہ اعلان گیارہ باریات باریاتین بار اہم محمد میں پھر یہ کہے
لے اللہ جو کچھ میں نے پڑھا اس کا ثواب فلاں کو یا فلاں فلاں کو پہنچا۔ یہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ
کی رائے ہے۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قبرستانوں میں قبر کے پاس قرآن پڑھنا مکروہ
ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مختلف احادیث کے وارد ہونے کی وجہ سے
مستحب ہے۔ صدر الشہید نے فرمایا ہے کہ پہلے مشائخ نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ قرآن
اختیار کیا ہے (مطالع البرہین)

شیخ امام ابو بکر محمد بن فضل سے منقول ہے کہ قبرستانوں میں قرآن زور سے پڑھنا
مکروہ ہے۔ (مجمع البرکات)

شیخ ابو بکر محمد بن ابراہیم سے منقول ہے انہوں نے فرمایا کہ قبر پر حاضر ہونے والا
قبرستانوں میں آواز یا بغیر آواز سورۃ تک پڑھے لیکن اس کے علاوہ کچھ اور نہ پڑھے اس لئے کہ
اس سورہ کے پڑھنے کا حکم حدیث میں آیا ہے (مطالع البرہین)

بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ لوگوں کا قبر کے گرد بیٹھنا اور ان کا قرآن پڑھنا مکروہ ہے
نتیجۃ القدرین میں ہے کہ قبر کے پاس بیٹھ کر پڑھنے کے سلسلے میں اختلاف ہے فقہاء میں
یہ ہے کہ مکروہ نہیں۔ (رد مختار)

۱۱۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایصالِ ثواب کے لئے ایصالِ ثواب کی نیت کے ساتھ ساتھ زبان
سے بھی کہنا بہتر ہے۔ ۱۱۔

۱۲۔ غالباً اس اختلاف کی بنیاد یہ ہے کہ اگر قبرستان میں مسند لوگ نہ پڑھتے ہوں یا کسی کام میں
مغروف ہوں تو بلند آواز سے نہ پڑھے اور اگر تنہا ہو تو میرے خیال میں بلند آواز سے پڑھنا زیادہ بہتر ہے کیونکہ
میت کو اس سے مزید اُنس حاصل ہوگا۔ اس تفصیل میں سورہ تک اور جمیع قرآن ایک حکم رکھتا ہے۔

”خزانۃ الزیارات“ میں مناجات الہی سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے ہر شخص کس مومن کی قبر پر حاضر ہوا اور یہ دعا کی۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ وَآلِہٖ اَوْثَرَ لَا تُعَذِّبْ ہٰذَا السَّیِّدَ۔ قرآنہ تعالیٰ صاحب قبر سے قیامت تک کے لئے مذاب و نفع فرمادیتا ہے۔

”غرائب“ میں ہے جس شخص نے اپنے والدین کی قبر پر ایک بار سورہ فاتحہ اور سات بار قل هو اللہ احد پڑھا اللہ تعالیٰ ان دونوں کی قبروں کو تاروز قیامت میں نوروں سے منور فرمادیتا ہے

”رزق الممتر“ میں ہے ابن حجر مکی سے پوچھا گیا کہ اگر کسی نے پورے اہل قبرستان کے لئے فاتحہ پڑھی تو کیا اس کا ثواب ان کے درمیان تقسیم کیا جائے گا یا ان میں سے ہر شخص کو اس کا پورا پورا ثواب ملے گا۔ قرآنہوں نے جواب دیا کہ ہمارے ایک بڑی جماعت نے پورا پورا ثواب ملنے پر فتویٰ دیا ہے اور یہی اللہ کے وسیع فضل و کرم کے لائق ہیں۔

”مطالب المؤمنین“ میں ہے گلاب اور دوسرے پھولوں کا قبروں پر رکھنا مستحب ہے

سنہ اس کی اصل یہ حدیث ہے حضرت علیؑ نے قبروں کے در سے اور ارشاد فرمایا کہ ان دروں پر مذاب ہر اس ہے اور کسی بڑی بات پر مذاب نہیں ہوتا ہے ایک پیشاب سے بچتا نہیں تھا۔ دوسرے چنل کا آنا پھر کچھ کہ ایک گیلی شانہ لی اور اسے اندر سے آدھ چھانڈا اور دروں قبروں پر کھڑا دیا۔ لوگوں نے پوچھا حضور نے ایسا کیوں کیا؟ ارشاد فرمایا: امید ہے کہ جب تک یہ روکیں گی نہیں ان کے مذاب یہ تینیف ہے گی۔ (بخاری و مسلم مشکوٰۃ ص ۱۱۰)۔ اسی حدیث کے پیش نظر حضرت ابوہریرہؓ نے اہل مہاجرین و انصار کے قبروں پر پتھر سے یہ دریاں بنوائیں کہ ان کی قبر پر کچھ نہ رکھیں۔ (بخاری ص ۱۱۰)۔ اسی حدیث کے تحت یہ شیخ محقق دہلوی لکھتے ہیں اسی حدیث سے سبزوادی گلاب اور دوسرے پھولوں کے قبروں پر رکھنے کے اقصان پر استدلال کیا گیا ہے۔ (منہج) — اور جمالی قاری نے اسی حدیث کے تحت ”

کیونکہ جب تک پھول تر ہیں گے۔ تسبیح کرتے رہیں گے اور میت کو ان کی تسبیح سے اُنس حاصل ہوگا۔
اور اگر پھول کی تیت کا سد ذکر دیا جائے تو اور بہتر ہے (مجمع البرکات)
”مطالب الزینین“ میں مرقوم ہے۔ زائر اپنا داہنا ہاتھ میت کی قبر پر رکھے اور
یہ دُعا کرے،

<p>اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ فَاثِمَةً قَدْ اَنْتَقَرَتْ اِلَيْكَ</p>	<p>اے اللہ۔ تو بخش دے اس لئے کو وہ تیرا ہی محتاج ہے۔</p>
---	--

”تینہ“ میں ہے کہ ہاتھ کا قبر پر رکھنا زہمِ سنت جلتے ہیں اور نہ مستحب اور نہ ہی
اس میں کوئی حرج سمجھتے ہیں۔ جارا اللہ سے منقول ہے کہ منگو کے شاخ اس کا انکار کرتے ہیں
اور کہتے ہیں کہ یہ اہل کتاب کا طریقہ ہے اور ”احبار العلوم“ میں ہے کہ یہ نصاریٰ کا طریقہ ہے
اور شرف الامر نے کہا ہے کہ یہ بدعت ہے۔ (مجمع البرکات)

قبرستان میں نامناسب امور | قبر کے پاس وہ تمام امور جو سنت سے
ثابت نہیں مکر وہ ہیں۔ قبر کی زیارت اور
اس کے پاس کھڑے ہو کر دُعا کرنا صرف سنت سے ثابت ہے۔ ”البحر الرائق“ ہاں دُعا
سے مراد وہ تمام ذکر خیر ہیں جو زائر اور اہل قبر کے لئے نفع بخش ہوں۔

۴۔ ”مرقات“ میں لکھا ہے کہ علماء نے اس حدیث سے استدلال فرمایا ہے کہ قبروں پر قرآن مجید
پڑھنا مستحب ہے اس لئے کہ قرآن مجید کی تلاوت کجھور کی شاخ کی تسبیح سے افضل ہے۔ علامہ طحاوی
”ماشیر مرقی الفلاح“ میں شرح مشکوٰۃ کے حوالے سے لکھتے ہیں۔ متاخرین اگر احناف نے قرآن مجید
کی قبروں پر پھول کجھور کی شاخ رکھنے کا جو رواج ہے اس کا سنت ہونا اس حدیث سے ثابت ہے اور
جب شاخ کی تسبیح سے میت کے غلاب میں تخفیت مترقع ہے تو قرآن کی تلاوت خیر و برکتوں کی کہیں
(زیادہ بڑھ کر ہے) (مشۃ) اسی کے قریب قریب شامی جلد اول میں بھی ہے۔ ”(مترجم)

زمانہ جاہلیت کے لوگ قبر کے پاس گائے یا بکری ذبح کرتے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا۔ ارشاد ہے: —————

لا تعرقی الاسلام (ابوداؤد) | (قبر کے پاس) ذبح کرنا اسلام میں نہیں۔
قبر پر بیٹھنا مکروہ ہے۔ ابوداؤد نے ابوہریرہ رضی سے روایت کی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: —————

لا تجلسوا علی القبر | تم قبروں پر نہ بیٹھو۔
ایک دوسری حدیث ہے: —————

لان یجلس احدکم علی
جمرة نثرق ثیابہ فتخلص
الرجلہ خیر لہ من ان یجلس
علی قبورہ۔ (رواہ مسلم)

یقیناً تم میں سے کسی کا ایسے انگڑے پر
بیٹھنا جو اس کے کپڑے جلانے پھر اس کی
جلد تک پہنچ جاتے یہ کسی مسلمان کی قبر پر
بیٹھنے سے بہتر ہے۔

امام مالک اور طحاوی نے فرمایا ہے کہ قبر پر جو بیٹھنا ممنوع ہے اس سے مراد قضاۃ حاجت پیشاب و پاخانہ کے لئے بیٹھنا ہے۔ (شرح النقایہ)
اس کے علاوہ کسی اور مقصد کے لئے بیٹھنا منع میں داخل نہیں۔ طحاوی نے لکھا ہے کہ
امام اعظم اور امام ابویوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہم کا یہی یہی قول ہے۔
سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما قبروں پر بیٹھتے تھے (معانی الآثار از طحاوی)

۱۔ ان کا مقصد یہ رہتا تھا کہ صاحب قبر اپنی زندگی میں مہانوں کے لئے جائز ذبح کرتا تھا تو ہم
اس کے بدلے میں قبر پر جائز ذبح کر کے کھاتیں۔ (نصایہ)
ان کا مقصد ایصال ثواب نہیں ہوتا تھا بلکہ صرف نام آوری اور اشتہار لیکن اگر کوئی ایصال ثواب
کے لئے جائز ذبح کرے وہ کافرت میں داخل نہیں۔ (مترجم)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے "موطا" میں روایت کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ قبروں سے ٹکیر لگاتے اور ان پر لیٹتے تھے۔ طوطا اوی نے "ماشیر مرقی الفلاح" میں بھی یہی لکھا ہے۔

"نور الابصار" میں ہے کہ قبر پر بلا مقصد بیٹھنا مکروہ ہے۔ اگر پڑھنے کے مقصد سے ہو تو کوئی حرج نہیں۔ (رد المحتار)

قبر پر نماز پڑھنا یا اس کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ حدیث میں اس سے رد لگایا ہے۔ (رد المحتار)

ابوداؤد نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

<p>تَاتَلَ اللَّهُ إِلَهُهُوَ اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ.</p>	<p>اللہ تعالیٰ یہود کو مار ڈالے انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجدیں بنائیں۔</p>
---	---

یعنی نماز کا قبو بنایا جن کی طرف وہ نماز میں رُخ کرتے تھے یا ان قبروں پر مسجدیں بنائیں جن میں وہ نماز پڑھتے ہیں۔ (فتح الورد)

لیکن کسی نبی یا اولیٰ کے مزار کے قریب مسجد بنانا لمس مسجد میں مزار کے قریب نماز پڑھنا جائز ہے جبکہ نماز سے قبر کی تعظیم اور نماز میں قبر کی طرف رخ نہ ہو۔ بلکہ مقصود یہ ہو کہ صاحب قبر سے دراصل ہوا ان کی روح پاک کی برکت سے عبادت کی تکمیل ہو۔

شرح مشکوٰۃ از شیخ محمد ثعلبی

قبر پر ٹیک لگانا مکروہ ہے۔ (مطالب المؤمنین)

لاعلیٰ قاری نے "موطا امام محمد" کی شرح میں یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو ایک قبر پر ٹیک لگائے دیکھا تو فرمایا تم صاحب قبر کو تکلیف نہ پہونچاؤ۔ (نہایہ)

قبر پر سونا مکروہ ہے۔ (الاعتیار شرح المحتار)

قبر تک پاس سونا اور اس پر پیشاب و پاؤں نماز کرنا مکروہ ہے (شرح نقایہ، علامہ قاری)

بلکہ اس کے قریب بھی یہ سب کرنا مکروہ ہے (مراقی الفلاح)

تبرکاً جنتے یا پاؤں سے پا مال کرنا مکروہ ہے۔ (مطالب المؤمنین)

اس سے یہ بات بھی ظاہر ہو گئی کہ جس شخص کے اعتراف و اتقارب کے اس پس بہت سے لوگ مدفون ہوں اس کو ان کی قبروں کو پا مال کر کے اپنے عزیز کی قبر تک نہ جانا چاہیے۔

”خزانة الفتاویٰ“ میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ قبر پر ہلکی ضرورت چلائیں جاسکتا۔ اور قبر کی زیارت دور ہی سے کی جائے گی۔ (رد المحتار)

طوطاؤن نے ”ما شیئہ راقی الفلاح“ میں شرح مشکوٰۃ کے حوالہ سے لکھا ہے۔ قبر پر میت دفن کرنے کے لئے یا کسی اور ضرورت کے پیش نظر چلنا مکروہ نہیں۔ ”السراج“ میں ہے کہ اے اس راستہ کے جو قبر پر ہو کر گزرتا ہے اگر کوئی راستہ نہ ہو تو ضرورتاً اس راستہ پر چلنا جائز ہے۔ بعض نے یہ بھی کہا ہے اگر کوئی شخص اہل قبور کے لئے قرآن پڑھتا ہوا، تسبیح کرتا، یا ایمان کے لئے دعا کرتا ہو قبروں پر چلے تو اس میں کوئی حرج نہ۔ (تہستانی)

اگر گزرنے والے کو قبرستانوں میں کوئی ایسا راستہ مل گیا ہے جسے وہ مقبرہ کا نیا راستہ خیال کرے یا جو اس کو اس راستہ پر نہ چلنا چاہیے اور اگر اس کے دل میں یہ خیال نہ گزرے تو اس پر چلنے میں کوئی حرج نہیں۔ (فتاویٰ قاضی خاں)

قبرستانوں میں جو تہ نکال کر ننگے پاؤں جانا مستحب ہے (خزانة الروایات) بعض کا خیال ہے کہ قبرستانوں میں جو تہ پہن کر چلنا مکروہ ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ قبرستانوں میں بونے پہن کر جاتے تھے، اور سوزے اور جو تے کا فرق واضح ہے (فتح المنان)

فتاویٰ مالگیری میں ہے۔ قبرستانوں میں جو تہ پہن کر چلنا ہلکے نزدیک مکروہ نہیں۔ ”السراج الراجح“ میں بھی یہی لکھا ہے۔

علامہ قاری نے ”شرح النکاح“ میں لکھا ہے بعض مشائخ کے نزدیک قبرستانوں میں ننگے پاؤں چلنا مستحب ہے۔ گو اس سلسلے میں کوئی روایت موجود نہیں۔ بلکہ اس حدیث

سے کہ فرمایا گیا۔ میت لوگوں کے جوتوں کی آواز سنتا ہے۔ پتہ چلتا ہے کہ لوگ مرنے جوتے
یہیں کہ قبرستان میں جاتے تھے۔

طحاوی نے "معانی الآثار" میں لکھا ہے کہ قبروں پر جوتے پہن کر چلنا بدرجہ اولیٰ مکروہ
ہوگا۔ امام ابوحنیفہ اور امام یوسف کا یہی قول ہے۔

طحاوی "شرح السنی" سے نقل کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ قبر پر ہاتھ رکھنا
مکروہ ہے۔ خراسان کے فقہاء سے منقول ہے کہ قبر پر حاضر ہونے والے کو قبر کا زبور لینا چاہیے
اور نہ چھونا چاہیے۔ اس لئے کہ یہ نصاریٰ کا طریقہ ہے۔

زمخشرانی نے لکھا ہے کہ زائر اپنے ہاتھ سے زبور چھوئے اور نہ اس کا بوسہ دے بڑی
لکھا ہے کہ یہی طریقہ چلا آ رہا ہے۔ اور عوام جس کے اس وقت متکب ہوتے ہیں وہ شرفاً
بعثتِ سیئہ میں سے ہے۔ "جمع البرکات" میں بھی ہدایہ کی "شرح معنی" سے نقل کرتے
ہوئے یہی لکھا ہے۔

"مطالب التوہین" میں ہے کہ اپنے والدین کی قبروں کا بوسہ دینے میں کوئی حرج نہیں
اس کی وجہ "کنایۃ الشعبی" میں منقول یہ روایت ہے۔ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے جنت کے دروازہ
کی چوکھٹ اور حسین آنکھوں والی حور کا بوسہ لینے کی قسم کھائی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
حکم فرمایا کہ وہ اپنی والدہ کے پاؤں اور اپنے والد کی پیشانی کا بوسہ لے لے۔ اور مروی ہے کہ
اس نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر میرے والدین موجود نہ ہوں تو ارشاد فرمایا۔ ان کی
قبر کا بوسہ لے لو۔ اس نے کہا اگر ان کی قبر کی شناخت مجھ سے نہ ہو سکے تو رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم دو ٹیکریں کھینچ لو اور یہ نیت کر لو کہ ان میں ایک ماں کی
قبر ہے اور دوسری والد کی قبر۔ اور پھر چوم لو۔ تمہاری قسم نہ ٹوٹے گی۔ (مغفرۃ الذنوب)

فی زیارۃ القبور

شیخ محدث دہلوی "مدارج النبوة" میں رقم طراز ہیں۔

دور بوسہ دادن قبر والدین روایت نقہی نقل می کنند صحیح آنت کہ لایہ بوز است۔
والدین کی قبر کا بوسہ لینے کے سلسلے میں لوگ نقہی روایت نقل کرتے ہیں اور صحیح یہ ہے کہ جائز نہیں۔

علامہ قاری نے "شرح عین العلم" میں لکھا ہے۔ قبر، تابوت اور قبر کی دیوار چھوئی نہ جائے۔ اس لئے کہ روضہ اور سے متعلق اس طرح کے کام سے جب روکا گیا ہے تو عوام کی قبر کے ساتھ یہ بدرجہ اولیٰ ممنوع ہوگا۔ اور نہ ہی ان کا بوسہ لیا جائے اس لئے کہ بوسہ چھونے سے بڑھ کر نفل ہے۔ اس طرح اس سے منع بھی بدرجہ اولیٰ ہوگا۔ بوسہ صرف حجر اسود، انبیاء کرام علیہ السلام اور بزرگوں کے ہاتھوں کا لیا جانا چاہیے۔

"مجمع البرکات" میں ہے کہ زائر کسی بزرگ کی قبر کا تین بار طواف کر سکتا ہے لیکن اس قول کا اعتبار نہیں۔

علامہ قاری "شرح ثواب الناسک" میں لکھا ہے کوئی شخص روضہ اور کے گرد طواف نہ کرے۔ کیونکہ طواف کعبہ مکرمہ کی خصوصیات سے ہے اس لئے انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء رحمۃ اللہ علیہم کے مزارات کا طواف حرام ہوگا۔

قبروں کا سجدہ کرنا، ان کے لئے جھکنا اور ان کے سامنے از روئے تعظیم کھڑا ہونا مکروہ ہے۔ (مجمع البرکات)

لے آداب زیارت کے عنوان میں "رد المحتار" کے حوالہ سے اسی گزرا کہ قبر پر کھڑے ہو کر دعا کرنا سنت ہے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بقیع شریف میں کیا کرتے تھے اور یہی نام کتب فقہ میں ہے "مراقی الفلاح" میں ہے کھڑے ہو کر زیارت قبر کرنا اور وہاں دعا کرنا سنت ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بقیع شریف کے جانے کے بعد کیا کرتے تھے م

والسنة زیارتہا قائما والدموع عندہا
تاکثرا کما کان یفعل رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم فی الخروج الی البقیع۔

خزانۃ الروایات میں "فادوی کبریٰ" سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے۔ قبروں پر اُگ
 ہوئی گھاس کاٹنا یا اگر تر ہو تو اس کا اکھیرنا مکروہ ہے اور اگر خشک ہو تو حرج نہیں اس لئے کہ جب
 تک وہ تر رہیں گی تبیح کرتے رہیں گی اور میت کو ان کی تبیح سے انس حاصل ہوتا ہے گا۔
 قبروں پر چراغ جلانا کسی ضرورت یا کسی اور نفع کے مقصد ہی سے درست ہے
 ورنہ مکروہ ہے۔

ردالمحتار میں ہے کہ الاحکام میں الحجۃ سے منقول ہے قبروں پر پڑے
 ڈالنا مکروہ ہے۔

م لمطاردی نے حاشیہ مرقا الفلاح میں احیاء العلوم سے نقل فرمایا ہے۔

الاستحبُّ فی زیارة القبور أن یقیفَ	زیارت قبر میں مستحب یہ ہے کہ قبو کی طرف پشت
ستدبِر القبلة مستقبلًا وجه المیت	کر کے اور میت کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو۔

ظاہر ہے کہ یہ کھڑا ہونا نہ میتِ قرین نہیں ہوگا خصوصاً جبکہ قبر کسی نبی یا ولی کی ہو اس لئے کہ نہ میتِ قرین
 کھڑے ہونے سے ایمان ہی شصت ہو جائے گا۔ بلکہ انبیاء کرام اور اولیاء عظام کے مزارات پر کھڑا ہونا نہایت تعظیم
 ہی ہوگا۔ اگر تسلیم کر لیا جائے کہ نہ میتِ قرین تعظیم کھڑے ہو کر زیارتِ قبور کرنا مکروہ ہے تو انبیاء کرام اور اولیاء عظام
 کے مزارات کی زیارت کا سنون طریقہ کیا ہوگا؟ اس لئے صحیح یہی ہے کہ قبر پر نہایت تعظیم کھڑا ہونا ممنوع نہیں
 اور ناس میں آئی اگر اہمیت ہے۔

۱۷ مثلاً قبر سرسراہ ہے اس نیت سے چراغ جلایا کہ اسے کوئی یا مال نہ کرے یا وہاں زائرین ہیں جو چراغ کی روشنی میں
 تلاوت یا دیگر اوراد پڑھ رہے ہیں یا قبر کسی نبی یا ولی کی ہے اس مقصد سے چراغ جلایا کہ لوگ پہنچیں اور فیض و
 برکت حاصل کریں (المحذیۃ النندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ از قلم عبدالغنی طابسی)

۱۸ یہ عام مومنین کی قبروں کا حکم ہے۔ انبیاء و اولیاء کے مزارات پر پڑے اور چادریں ڈالنا مکروہ نہیں۔
 (كشف النور عن اصحاب القبور از قلم طابسی اور العقود السدیۃ از قلم شامی)

جب میت گل کر مٹی ہو جائے تو قبر پر کمیتی اور مہارت بنانا اور اس کے اوپر چلنا جائز ہے۔ (رد المحتار)

۱۔ علامہ شامی نے شرع کفر سے ۷۷ مرد ذیلی کا یہ قول نقل کیا ہے اور اسی کے مقابلہ دیتے ہیں،

”امدادہ میں فرمایا تا آثر غانیہ میں اس کے خلاف ہے وہ یہ کہ جب میت قبر میں مٹی ہو جائے تب بھی اس کی قبر میں کسی کو دفن کرنا مکروہ ہے اس لئے کہ اس کی حرمت و تعظیم اب بھی باقی ہے۔“

قال فی الامدادہ دین الخلفۃ ما فی التاتارخانیۃ اذا صار المیت ترابا فی القبر یشککہ دفن غیرہ فی قبرہ لان الحرمة باقیۃ (رد المحتار ج اول صفحہ ۵۹۹)

اس طرح صاحب ”امداد الفتاح“ علامہ شرنبلالی نے اس معارض روایت سے ذیلی کے قول کا رد کر دیا ہے۔

قادیانی عالمگیری میں ہے:

قبر پر مکان بنانا یا بیٹھنا یا سونا یا اس کو پامال کرنا مکروہ ہے۔

یشککہ ان یتبن علی القبر ویقعد او ینام او یطأ علیہ (ج اول صفحہ ۵۹۹)

خود علامہ شامی حاشیہ در مختار میں اس کی دلیل پیش کرتے ہوئے راقم ہیں:

اس لئے کہ جس سے زندہ کو اذیت ہوتی ہے اس سے مردوں کو بھی تکلیف ہوتی ہے۔

لأن المیت یتأذى بما یتأذى به الحی۔

ذیلی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس حکم کی تصریح روایت کی ہے۔ مرد و عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

میت کو جس بات سے مگر میں ایذا ہوتی ہے قبر میں بھی اس سے تکلیف ہوتی ہے۔ ۲

المیت یؤذیہ فی قبرہ ما یؤذیہ فی بیئہ۔

”بران شرح مواجب الرحمن“ میں ہے قبر پر زینت کے لئے عمارت بنانا حرام ہے اور بعد دفن قبر کو مستحکم کرنا مکروہ ہے۔ اس لئے کہ عمارت رات کو بجلی سے بھرتی ہے اور قبر ٹٹا جائے

۲ ابن ابی شیبہ نے اپنی تصنیف میں یہ ناعبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے:

أَذَى الْمُؤْمِنِ فِي مَوْتِهِ كَأَذَى
فِي حَيَاتِهِ۔

مسلمان کو بعد موت ایذا دینا ایسی بات ہے جیسے
زندگی میں اس کو تکلیف پہنچائی۔

اور بلاشبہ پرانے مقبرہ یا قدیم قبر پر مکان بنانا یا کھیتی کرنا باعث قرین اور موجب ایذا ہے۔
اس لئے جائز نہیں شیخ محقق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

شاید کہ مراد آنست کہ روح سے ناخوش
میدارد و راضی نیست بتحکیم کردن بر قبر و
از جهت نقصان امانت و استغناء را بوس
رشته الامعات جلد اول ص ۹۹

فایده یہ ہے کہ اس کی قبر پر تحکیم لگانے
سے اس کو روح ناخوش اور ناراض ہوتی ہے اس
وجہ سے کہ اس میں امانت اور استغناء
کا پہلو ہے۔

جب قبر پر تحکیم لگانے سے اہل قبر کی امانت و تدبیر ہو سکتی ہے تو اس پر کھیتی کرنا مکان بنانے
میں بدعت اولیٰ قرین ہوگی۔ فتاویٰ مالکیہ کی دوسری جلد میں ہے:

شیل هو الامام شمس الاندلس محمد
الاذرجندی عن المقتبة في القرى
اذا اشد رقت ولم يبق بها اثر الوفق
لا العظم ولا فيود هل يجوز زرعها و
استغلالها قال لا ولها حكم القبرة
كذا في المحيط وبعدها من

امام شمس الاندلس محمد اذرجندی سے گاؤں کے
قبرستان کے بلے میں پوچھا گیا جب مٹ جائے
اور اس میں مردوں کا اثر باقی نہ رہے نہ ہڈی اور نہ کچھ اور
کیا اس مقبرہ پر کھیتی کرنا اور اس کو کام میں لانا جائز
ہے انہوں نے کہا نہیں اس کا قبرستان ہی کا حکم
ہے محیط میں اسی طرح ہے۔

۳ یہ حکم بھی عام مومنین کے لئے ہے اور مقصود جبکہ صرف زینت اور تفاخر جو غرض صحیح ۲

ایسی جگہ دفن کرنا مکروہ نہیں جہاں پہلے سے عمارت بنی ہوئی ہو۔ اس لئے کہ میت کے بغیر عقیقت میں وہ قبر نہیں۔

”در مختار“ میں ہے قبر پر عمارت نہ بنائی جائے۔ اگر زینت کے لئے ہو تو حرام اور اگر دفن کے بعد قبر کی مضبوطی اور پائیداری کے لئے ہو تو مکروہ ہے۔ رہا دفن سے پہلے تو سرے سے وہ قبر ہی نہیں۔ (إسداد ورد المحتار)

۴۴ کے لئے اولیاء علماء اور شایخ کے مزارات پر تہذیب و ذوق بنانا بلاشبہ جائز ہے۔

(”مجمع بحار الانوار“ جلد ثالث ص ۱۸۱ میں ہے)
بیشک سلف نے اہل فضل اولیاء اور علماء کے مزارات طیبہ پر عمارت بنانے کو مباح فرمایا ہے تاکہ لوگ ان کی زیارت کریں اور عمارت میں آرام پائیں۔

قَدْ أَبَاحَ السَّلَفُ الْبِنَاءَ عَلَى
قُبُورِ الْفُضَّلَاءِ وَالْأَوْلِيَاءِ وَالْعُلَمَاءِ
لِيُزَيَّرَهُمُ النَّاسُ وَلِيُتَرَبَّعُوا
فِيهِ۔

جو اہل اخلاص میں ہے :

یہ اگرچہ نئی چیز ہے مگر بدعت حسنہ ہے اور بہت سی چیزیں ہیں جو نئی پیدا ہوئیں اور بدعت حسنہ میں اور بہت سے احکام زمانے اور جگہ کی تبدیلی سے بدل جاتے ہیں۔

هُوَ ذَاكَ كَانَ إِحْدَ أَثَا فُهِو
بِدْعَةٍ حَسَنَةٍ وَكَمْ مِنْ شَيْءٍ
كَانَ إِحْدَ أَثَا وَهُوَ بِدْعَةٌ
حَسَنَةٌ وَكَمْ مِنْ شَيْءٍ مُخْتَلَفٍ
بِاخْتِلَافِ الزَّمَانِ وَالْمَكَاتِ

علامہ شامی زاد المحتار میں ایک قول نقل فرماتے ہیں :

قبر پر عمارت بنانا جبکہ صاحب قبر شایخ علماء اور سادات سے ہوں مکروہ نہیں۔

لَا يَكْرَهُ الْبِنَاءَ إِذَا كَانَ الْهَيْئَةُ مِنَ الشَّيْخِ
وَالْعُلَمَاءِ وَالسَّادَاتِ (بجداول ص ۷۰)

شاید یہی اس حدیث کا محمل ہے جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں پر مزارت بنانے سے منع فرمایا ہے (یعنی جبکہ زینت اور استحکام کے لئے ہر دوسرے فائدہ کے لئے نہ ہو) شیخ دہلوی نے "مدارج" میں "مطالب المؤمنین" سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اسلاف نے مشہور علماء اور مشائخ کی قبروں پر قبہ بنانا جائز قرار دیا ہے اس سے زائرین کو آرام ملے گا اور اس کے سائے میں وہ بیٹھیں گے (مناہج شرح الصالح) اس کو اسمعیل زاہد نے بھی جو مشہور فقہاء میں ہیں جائز قرار دیا ہے۔

"مجمع الأنهر شرح مفتی الأجور" میں لکھا ہے کہ محمد بن حنفیہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی نماز جنازہ پڑھائی، چار تکبیریں کہیں۔ ان کو قبہ کی طرف سے داخل کیا اور ان کی قبر پر تین دن تک خیمہ نصب رکھا۔ ظاہر ہے کہ خیمہ کا نصب کرنا تلاوت وغیرہ ہی کے مقصد سے تھا۔ قبر پر کچھ پتھر رکھ دیئے جائیں یا قبر پر کچھ لکھ دیا جائے اس میں بعض کے نزدیک کوئی حرج نہیں (ظہیریہ)

"البحر الرائق" میں ہے کہ حدیث میں لکھنے سے منع کیا گیا ہے۔ اسی پر عمل و اعتماد کرنا چاہیے لیکن "محیط" میں اس کی تفصیل یہ کی گئی ہے۔ اگر لکھنا اس مقصد کے لئے ہے کہ نشان باقی رہے اور قبر کی امانت نہ کی جائے تو کوئی حرج نہیں۔ بلا ضرورت نہ لکھنا چاہیے۔

زیارت قبور کے لئے سفر

زیارت قبور کے لئے سفر کیا مستحب ہے؟

جس طرح خلیل الرحمن علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت اور غوث اعظم تیدنا و مرشدنا محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کی زیارت کے لئے بغداد کا سفر حضرت شیخ معین الدین چشتی کی زیارت کے لئے اجمیر کا سفر اور ان کے علاوہ دوسرے بزرگوں کی زیارت کے لئے سفر کا رواج ہے۔ بعض شافعیہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے سوا کسی اور کا سفر ممنوع قرار دیا ہے۔

یہ حضرات مساجد مثلاً کے علاوہ کسی اور کے لئے سفر کی جو ممانعت آئی ہے اسی بنا پر زیارت قبور کے سفر کو قیاس کرتے ہیں۔

امام غزالی نے اس رائے کا نفی کی وضاحت کے ساتھ رد کیا ہے۔ اس طرح کہ ان تینوں مسجدوں (مسجد حرام، مسجد اقصیٰ اور مسجد نبوی) کے علاوہ سب مسجدیں نفیست میں برابر ہیں۔ اس لئے ان کا سفر کرنا بے فائدہ ہے۔ اولیاء کرام کی بات دیگر ہے وہ اللہ سے قرب اور زائرین کو نفع پہونچانے میں اپنے مصارف و اسرار کے اعتبار سے باہمی فرق رکھتے ہیں۔ (رد المحتار)

ابو محمد شافعی، قاضی عیاض مالکی اور قاضی حسین سے نقل کرتے ہیں کہ بزرگوں کی قبروں اور دوسرے مقامات مقدسہ کی زیارت کے ارادے سے سفر کو ناجزام ہے۔ یہ لوگ ظاہر حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔

حدیث کے الفاظ بخاری اور مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی نقل کئے ہیں

<p>قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تُشَدُّ الرحالُ إلا إلى ثلاثٍ: مكة المسجد الحرام ومسجد الرسول ومسجد الاقصى</p>	<p>رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین مسجدوں مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ کے علاوہ کسی اور کا سفر نہ کیا جائے۔</p>
---	---

حدیث کا لفظ لا تُشَدُّ نہیں کے معنی میں ہے یعنی ان مسجدوں کے علاوہ کسی اور کے لئے رخصت سفر نہ باندھو۔

لیکن اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ اس مسلک کے باطل ہونے کا ہتھکڑی قسطہ نے شرح بخاری میں اور ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں اور امام نووی نے اس کے غلط ہونے کا فیصلہ فرمایا ہے۔

اور یہ تو ہونا بھی چاہیے اس طرح کہ زیارت قبر کا حکم مطلقاً واقع ہوا ہے اور

دسول فقہ کے مقررہ ضابطہ کے مطابق مطلق اپنے الحاق پر جاری ہوگا اس لئے زیارت قبر جائز ہوگی خواہ قبر قریب ہو یا بعید مسافت سفر کے بقدر ہو یا اس سے کم۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ابن ماجہ نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

كُنْتُ سَمِعْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ
فَزُورُوا مَا نَعَمَّا تَشْرَهُ فِي الدُّنْيَا
وَسَتَذْكُرُوا الْآخِرَةَ.

میں نے تم کو قبروں کی زیارت کے روکا تھا
مطلب، تم ان کی زیارت کرو اس لئے کہ یہ
”قبریں“ دنیا سے بے رغبت کرتی اور
آخرت کو یاد دلاتی ہیں۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ”احیاء العلوم“ میں لکھا ہے مجھے سمجھ میں نہیں آتا کہ شد رحال سے استدلال کرنے والے انبیاء کرام حضرت ابراہیم حضرت موسیٰ اور حضرت یحییٰ علیہم السلام کے مزارات کی زیارت سے کیونکر روکتا ہے اس سے منع کرنا بالکل محال ہے اور جب انبیاء کرام علیہم السلام کے مزارات کی زیارت جائز قرار پائی تو اولیاء، علما و بزرگوں کے مزارات بھی انہیں کے حکم میں ہیں۔

علماء کی زندگی میں جس طرح ان سے ملاقات ایک مستقل مقصد سفر ہوا کرتی ہے اسی طرح ان کے مزارات کی زیارت بھی ایک مستقل مقصد سفر ہو سکتی ہے اس میں اعتقاد نہیں۔ حدیث شد رحال کا جواب ضابطے سے یہ ہے کہ مستثنیٰ اس میں مٹو غرض ہے اس میں مستثنیٰ منہ کی تقدیر لازمی ہے اور وہ مسجد ہے تقدیر مبارک یہ ہوگی۔

لَا تَشَدُّ الرِّحَالُ إِلَى مَسْجِدِي إِلَّا
إِلَى ثَلَاثَةِ سَلْجِدٍ۔

تین مسجدوں کے علاوہ کسی اور مسجد کا سفر
نہیں کیا جائے گا۔

جمہور محدثین اور بخاری و مسلم کے شارحین جیسے علامہ عینی، علامہ قسطلانی، حافظ ابن حجر، امام نووی، فقہائے حنفیہ اور شافعیہ نے اس تقدیر کو تسلیم کیا ہے۔

مسجد ہی مستثنیٰ نہ کیوں ہوگا اس کی وجہ یہ ہے کہ استثناء مفرغ میں مستثنیٰ منہ کے لئے ضروری ہے کہ مستثنیٰ سے قریب تر اور مناسب ہو۔ قواعد میں تھوڑی سی سمجھ بوجھ رکھنے والا اس قاعدہ سے واقف ہوتا ہے۔

اسی لئے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے "الجامع" میں تحریر فرمایا ہے کہ اس عبارت "إِنْ كَانَ فِي السَّادِ زَيْدٌ فَعَبْدِي حُرٌّ" میں مستثنیٰ منہ بنو آدم ہوگا۔ گویا کہنے والے نے یہ کہا "إِنْ كَانَ فِي السَّادِ أَحَدٌ مِّنْ نَّبِيِّ أَدَمَ فَكَذَا" یعنی گھر میں بنی آدم میں سے کوئی جو تو میرا غلام آزاد۔ اس طرح چوپایہ اور اس کے اندر سامان پائے جانے سے اس کا قائل حاش نہ ہوگا۔ فخر الاسلام بزودی وغیرہ نے اسے نقل کیا ہے۔

امام بخاری نے ایک باب باندھا "فَضْلُ الصَّلَاةِ بِمَسْجِدٍ مَّكَّةَ وَالْمَدِينَةِ" اور اس میں یہ حدیث (لَا تَشَدُّ الرِّحَالُ) روایت کی، یہ اس بات کی کامل دلیل ہو گئی کہ ان مساجد شریفہ کے اندر نماز نسبتاً دوسری مسجدوں کے غیر معمولی فضیلت رکھتی ہے۔ جس کا مدعا یہ ہے کہ دنیا کی کسی مسجد کا نماز کے چند گونہ ہزار گونہ ثواب کے مقصد سے سفر کرنا خواہ مسجد تبار، مسجد خیف اور وہلی کی مساجد اولیاء ہی کیوں نہ ہوں ممنوع ہے صرف انہیں تین مسجدوں کا سفر کیا جاسکتا ہے جس کے بارے میں حدیث وجود ہے اس میں قیاس کی گنجائش نہیں۔

یہ حدیث کسی فضیلت والی مسجد مثلاً مسجد قبا وغیرہ کے سفر کی بھی نفی نہیں کرتی۔ ہاں ان میں عبادت کا چند گونہ ہزار گونہ ثواب نہ ملے گا۔ ورنہ بعض مساجد کی فضیلت حدیث سے ثابت ہے یہ روایت آگے آرہی ہے کہ مسجد قبا میں دو رکعت کا ثواب ایک عمرہ کے برابر ہے۔ بعض کے نزدیک حدیث (مَشَدَّ رِحَالُ) کا مفہوم یہ ہے کہ مساجد شریفہ کے علاوہ کسی اور کا ہنڈ کے ساتھ ارادہ کرنا واجب نہ ہوگا اور نہ ہنڈ منعقد ہوگی اور نہ اس کا پورا کرنا لازم ہوگا۔

اس رائے کا مدار اس پر ہے کہ بعض احادیث بعض کی تفسیر کرتی ہیں۔ چنانچہ مسند امام احمد میں سہرے کی روایت مروی ہے وہ کہتے ہیں میں نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنا کہ جب ان کے پاس کوہ طور پر نماز پڑھنے کا ذکر آیا تو فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کبھی مسجد کے لئے اس میں نماز کے ادا سے

سے رختِ سفر باندھنا مناسب نہیں

سوائے مسجد حرام۔ مسجد اقصیٰ اور میری اس

مسجد کے۔

لا ینبغی للمطی ان یشد رحالہ
الی مسجد یتغی فیہ الصلوۃ غیر المسجد الحرام
والمسجد الاقصیٰ ومسجدی هذا۔

یعنی نے بخاری کی شرح میں لکھا ہے اس حدیث کی سند حسن ہے شمس الدین محمد عبد الرؤف مناری شافعی نے ”المجامع الصغیر“ کی شرح میں لکھا ہے مساجد ثلثہ کے علاوہ کسی اور مقصد شگاہ علم یا زیارت کے لئے سفر دراصل کسی جگہ کافر نہیں ہوتا بلکہ صاحب مقام کے لئے ہوتا ہے۔

یعنی بخاری کی شرح میں راقم ہیں، مساجد ثلثہ کے علاوہ طلب علم، تجارت، بزرگوں سے ملاقات، دوسری زیارت گاہوں اور بھائیوں سے ملنے کے لئے سفر کرنا منع میں داخل نہیں ”المجوہر المنظم“ میں لکھا ہے کہ یہ خیال کرنا کہ زیارت صرف قریب کے حق میں باعث خیر و برکت ہے تا بندہ شریعت پر بہتان ہے اس کا اعتبار نہیں۔



آغاز بحث

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے استعانت

انتباہ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دونوں عالم میں ہمارے وسیلہ ہیں اور جن دافس کے عامیوں کے شفیع ہیں۔

بلاشبہ انبیاء کرام علیہم السلام نے حضور کی تشریف آوری سے قبل حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد طلب کی۔

حضرت آدم علیہ السلام سے جب لغزش سرزد ہوئی انہوں نے یہ دعا فرمائی:

اے میرے پروردگار میں تجھ سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے و طفیل ہیں سوال کرتا ہوں کہ تو مجھے بخش دے تو ان سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا جب تم نے ان (میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم) کے وسیلے سے سوال کیا تو میں نے تجھے بخش دیا۔

يَا رَبِّ اَسْأَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تَغْفِرَ لِي
فَقَالَ لَهُ اللّٰهُ قَدْ غَفَرْتُ لَكَ
اِذْ سَأَلْتَنِي بِحَقِّهِ۔

حاکم نے یہ حدیث روایت کی ہے اور اسے صحیح کہا ہے۔

اس حدیث کا اخیر حصہ یہ ہے۔ **وَسُوْلًا مَّحَمَّدًا مَّا خَلَقْتَكَ**۔ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا تو میں تم کو پیدا نہ کرتا۔

یہ بھی نے دلائل میں اور ابن قیم و طبرانی نے بھی یہ حدیث روایت کی ہے۔ طبرانی کی روایت ص

ابن تیمیہ کا اس حدیث کے بارے میں یہ کہنا کہ اس کی کوئی اصل نہیں۔ اس کے ثمرات سے ہے۔ اسے کوئی اہمیت نہیں دی جاسکتی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق ہے کہ آپ قیامت کے دن سراپا مدوہوں گے اور جلد ہی آپ کا رب وہاں اتنا بڑا عطا فرمائے گا کہ آپ خوش ہو جائیں گے۔

السَّادُّ يَوْمَ الْحَشْرِ وَلَسَوْفَ يُعْطِيهِ رَبُّهُ هَذَا كَفِيرٍ

يَوْمَ الْهَمْدِ لَا تَنْسِي مِنْ شَفَاعَتِهِ

فَإِنَّ مُسِيئًا مُذْنِبًا ذُو جَرَأَتِهِ

اے ہدایت کے نبی آپ مجھے شفاعت میں نہ بھولے گا اس لئے کہ میں خطاکار گنہگار سیہ کار ہوں۔

وَسَيَلْتُنَا الْعُظْمَى إِلَى اللَّهِ أَنْتَ يَا

مَلَاذَ الْوَرَى مِنْ كُلِّ بَادٍ وَخَاضِرٍ

اللہ کی بارگاہ میں حضور ہمارے سب سے بڑے وسیلہ ہیں۔ اے مخلوق کے شہسبزی

۴ میں اتنے الفاظ کا اضافہ ہے۔

وہ آدمی (وہ تمہاری ذریت کے آخری نبی ہیں۔

وہو اخر الانبياء من ذریتك
(مواہب لدنیہ جلد اول ص ۱۸۸)

ابن منذرنے بھی یہ روایت نقل کی ہے ان کی روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

اے اللہ میں تجھ سے تیرے بند محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جاہ و مرتبت کے لطیف اور شرف و اعزاز کے توسل سے جو انہیں تیرے دربار میں حاصل ہے مغفرت چاہتا ہوں۔

اللهم ان اسئلك بجاہ
محمد عبدك وكرامته
عليك ان تغفر لي خطيئتي

و وہی سال کے مادی و طہا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنی مشکلات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد کے خواستگار ہوئے۔

ترمذی نے عثمان بن عفیف سے روایت کی ہے۔ ایک نابینا صحابی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ آپ دعا فرما دیجئے کہ مجھے عافیت دے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم چاہو تو دعا کروں اور اگر تم چاہو تو صبر کرو اور یہی تمہارے لئے بہتر ہے۔ انہوں نے کہا آپ دعا ہی فرما دیجئے۔ ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اچھی طرح رشک کرنے اور یہ دعا پڑھنے کا حکم دیا:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ وَالْوَحْدَہُ
اِلَیْكَ بِبَیِّنَاتٍ مِّنْ رَّحْمَتِیْ الرَّحْمَہُ
اِنِّیْ تَوَجَّهْتُ بِكَ اِلٰی رَبِّیْ
فَیْ حَاجَتِیْ حَیْذَہُ لِتَقْضٰی
لِیْ اَللّٰهُمَّ تَشَقُّعُہُ
رَفْعُہُ۔

اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری
طرف تیرے نبی رحمت محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کے وسیع سے متوجہ ہوں (اے رحمت نبی)
میں نے آپ کے واسطے سے اپنی اس ضرورت
میں اپنے رب کی طرف توجہ کی، تاکہ میرے لئے
میری ضرورت پوری کی جائے۔ اے اللہ ان کی
شفاعت میرے حق میں قبول فرما۔

ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے ایسا کیا اور ان کی بینائی لوٹ آئی۔ بعض روایتوں
میں نبی الرحمة کے بعد یا محمد کا اضافہ ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر آخرت
کے بعد عالم برزخ میں آپ سے استعانت کے سلسلے میں متعدد روایتیں کتب اعدیث
میں موجود ہیں۔

طبرانی نے "معجم کبیر" میں روایت کی ہے۔ ایک شخص کو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ
عنہ سے ایک ضرورت تھی۔ اور وہ بار بار حضرت عثمان کی خدمت میں حاضر ہوتا اور حضرت عثمان

اس کی طرف متوجہ نہ ہوتے۔ وہ شخص (عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ) سے ملا اور ان سے اس کی شکایت کی۔ انہوں نے کہا۔ تم وضو کرو پھر مسجد جاؤ اور اس میں دو رکعت نماز ادا کرو۔ پھر یہ کلمات کہو:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ وَالتَّوَجُّعُ
اِلَیْكَ بِنَبِیِّكَ مُحَمَّدٍ مَّسْئُومٍ
اَللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَبِیُّ الرَّحْمَۃِ
یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ اَتُوجَّعُ
بِاَمْرِ اِلٰی رَیْبٍ لِّیَقْضِیْ حَاجَتِیْ
اَللّٰهُمَّ فَتَفْعَلْ فِیْ

اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور
تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے
تیری طرف متوجہ ہوں۔ اے نبی رحمت، یا
رسول اللہ میں آپ کے وسیلے سے آپ کے
رب کی طرف متوجہ ہوں تاکہ وہ میری ضرورت
پوری کرے۔ اے اللہ ان کی شفاعت میرے
حق میں قبول فرما۔

اس شخص نے ایسا ہی کیا پھر وہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دروازہ پر حاضر ہوا۔ اور دربان اس کے پاس آیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچا دیا۔ حضرت عثمان نے اس کو اپنے فرش پر بیٹھایا اور اس سے ضرورت پوچھی اور اس کی ضرورت پوری کی۔ اور فرمایا تمہاری جو بھی ضرورت ہو اس سے مطلع کرو۔ وہ شخص خوش ہو کر آپ کی خدمت سے واپس ہوا۔ اور حضرت عثمان بن حنیف سے ملاقات کی اور کہا اللہ تعالیٰ آپ کو بہترین صلہ عطا فرمائے۔ آپ نے شاید حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں میری ضرورت پیش کر دی تھی۔ انہوں نے کہا اللہ کی قسم میں نے تو ان سے بات ہی نہیں کی ہے۔ ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے دیکھا ہے کہ جب آپ کی خدمت میں ایک نابینا شخص حاضر ہوتے اور انہوں نے اپنی آنکھ کی بینائی کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے استعانت کی۔ آپ نے ان کو اسی کا حکم فرمایا جو میں نے تم سے کہا جس سے مجھے یقین ہو گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیعہ حاجتیں پوری کرنے کا سامان ہے

اگر کسی کے ماشیہ خیال میں یہ سوال ابھرتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے ساتھ مدار جائز نہیں تو اس دعا میں لفظ ”یا محمد“ کیسے آیا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے لہذا ان کو جائز ہے کہ جیسے چاہیں تصرف فرمائیں آپ کے ساتھ کسی اور کا قیاس کیا نہیں جاسکتا۔ بعض صحابہ کا اپنے غیر کو اس دعا کی تعلیم دینا اس وجہ سے ہے کہ اذکار و اذعیہ کے الفاظ بعینہ ہوتے ہیں جیسے وہ حدیث میں موجود ہوتے ہیں۔ (الجوہر النظم)

قاضی عیاض نے تحریر فرمایا ہے کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا پاؤں سن ہو گیا ان سے کہا گیا لوگوں میں جو سب سے زیادہ آپ کو محبوب ہوں ان کا نام لیجئے آپ کی شکایت اور ہو جائے گی۔ انہوں نے یا محمدہ کی صدا لگائی۔

آجہ متاخرین میں سے بعض شایخ نے فرمایا ہے کہ ابن السنی نے ”حمل الیوم واللیلۃ“ میں ”باب اذا خدرت ریحلتہ“ کے تحت حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے ایک روایت نقل کی ہے۔ انہوں نے کہا میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ چل رہا تھا اچانک ان کا پاؤں سن ہو گیا اور وہ بیٹھ گئے۔ ایک شخص نے ان سے کہا اپنے محبوب ترین شخص کا نام لیجئے تو انہوں نے یا محمدہ کہا۔ بس وہ کھڑے ہو گئے اور چل پڑے۔

”ابن السنی“ ہی نے عبد الرحمن بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ انہوں

عبد الرحمن بن سعد نے کہا میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس تھا اتنے میں ان کا پاؤں سن ہو گیا۔ میں نے کہا اے ابو عبد الرحمن آپ کے پاؤں کو کیا ہو گیا انہوں نے کہا اس کا پٹھ یہاں سے سمت گیس ہے۔ میں نے کہا آپ اپنے محبوب ترین شخص کو آواز دیکھئے۔ چنانچہ انہوں نے یا محمد کی آواز لگائی اور پاؤں پھیل کر درست ہو گیا۔

ہیشم بن حبیش سے بھی ابن السنی نے ایک روایت نقل کی ہے۔ ہیشم بن حبیش نے کہا ہم عبد اللہ بن عمرو بن ماس کے ہاں موجود تھے کہ ان کا پاؤں سن ہو گیا۔ ان سے ایک

شخص نے کہا اپنے محبوب ترین شخص کا نام لیجئے۔ انہوں نے یا محمد کہا۔ پس وہ کھڑے ہو گئے جیسے وہ رسی سے کھول دئے گئے ہوں۔

شیخ الاسلام برہان الدین ابراہیم نے "عُمْدَةُ الْمُتَحَقِّقِينَ بِعُمْدَةِ الْحَمِیْنِ الْحَمِیْنِ" میں لکھا ہے کہ مجاہد نے کہا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں ایک شخص کا پیر سن ہو گیا۔ اس سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا تمہیں جو سب سے زیارہ محبوب ہوں انہیں یاد کرو۔ اس نے یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہا اور وہ ایسے ہو گیا جیسے رسی سے کھل گیا ہو۔

مجاہد کہتے ہیں اس کی بے حدی جاتی رہی۔

"دلائل الخیرات" میں ہے:

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ وَأَتَوَجَّهُ
إِلَيْكَ بِحَبِيبِكَ الْمُصْطَفَى عِنْدَكَ
يَا حَبِيبَنَا يَا مُحَمَّدُ إِنَّا نَسْتَوَسِّلُ
بِكَ إِلَى رَبِّكَ فَاشْفَعْ لَنَا
عِنْدَ الْمَوْلَى الْعَظِيمِ يَا
نِعْمَ الرَّسُولَ الطَّاهِرَ
اللَّهُمَّ شَفِّعْهُ بَيْنَنَا وَبَيْنَ جَاهِهِ
عِنْدَكَ.

اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں
تیرے منتخب حبیب کے وسیلے سے میں
تیری طرف متوجہ ہوں اے ہمارے محبوب
اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم آپ کو آپ
کے رب کی جناب میں وسیلہ لاتے ہیں آپ
ہمک با عظمت کے پاس ہماری سفارش فرمائیے
ایسا پاکیزہ بہترین رسول اے اللہ تیری جناب
میں ان کا جو مقام ہے اس کا صدقہ ہمارے
حق میں ان کی سفارش قبول فرما۔

امام ناس ماکہ نے اس کی شرح میں تحریر فرمایا ہے کہ امام ترمذی نے اسی مفہوم کی
ایک روایت نقل کی ہے اور اس کے بارے میں فرمایا ہے کہ حسن صحیح غریب ہے۔ نسائی۔
ابن ماجہ۔ بطرائی اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اور حاکم نے اس روایت کی تخریج کی ہے۔ اور

لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح اور بخاری اور مسلم کی شرط کے مطابق ہے اور یہ بھی نے بھی اس کو عثمان بن عفیف سے روایت کی ہے اور اس کو صحیح کہہ ہے۔

”اتنے ائمہ حدیث اس حدیث کو صحیح کہہ رہے ہیں اور پھر دعا کے ان الفاظ پر غور کیجئے

بِحَبِيبِكَ الْمَصْطَفَى، يَا حَبِيبَنَا، يَا مُحَمَّدَ۔ نَتَوَسَّلُ بِكَ۔ فَاشْفَعْ لَنَا
يَا نَعْمَ الرَّسُولَ الطَّاهَرَ۔“

تشہد کا یہ حصہ بھی اسی قسم سے ہے۔ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ
اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ۔

تشہد کے ان کلمات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کیا گیا ہے جس کا راز یہ ہے
حقیقت محمد یہ ہر موجود میں جوہر ہے اور ہر بندہ کے باطن میں موجود ہے۔

یہ کیفیت حالت نماز میں پڑے طور پر پیدا ہو جاتی ہے اس طرح خطاب کا ماحول بنا
پیدا ہو جاتا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کر دیا جاتا ہے بعض صوفیاء نے فرمایا
ہے بندہ جب اللہ کی حمد و ثناء سے مشرف ہو گیا پس گویا اسے حرم الہی میں داخل کیا جائے
مل گئی اور اس کی بصیرت روشن ہو گئی تو اس نے حبیب کو حبیب کے حرم میں حاضر پایا
اور وہ محبوب کی طرف متوجہ ہو گیا اور کہہ اٹھا السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ
وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ۔

اور جو بخاری میں حضرت عبداللہ بن سجرہ البجلی سے مروی ہے انہوں نے ابن مسعود
رضی اللہ عنہ سے کہتے سنا ہے کہ مجھ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تشہد کی تعلیم اس طرح فرمائی کہ
میری بتھیل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں ہتھیلیوں میں تھی جس طرح وہ مجھے سورہ قرآن تعلیم فرماتے
تشہد کے الفاظ یہ تھے :

الْحَيَّاتُ لِلَّهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَ
رَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ۔ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ أَشْهَدُ

اِنَّ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنْتَ مُحَمَّدٌ عَبْدُهُ وَ رَسُوْلُهُ۔

جب تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں تشریف فرما ہے یہ کلمات ہم کہتے رہے پھر جب آپ نے رحلت فرمائی تو ہم نے السلام علی کہا۔ بخاری کے الفاظ میں السلام علی النبی کہنے لگے۔

قططانی اس کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں کہ صحابہ نے خطاب ترک کر کے غائب کے لفظ سے آپ کا ذکر کیا۔ اس روایت کا ظاہری مفہوم یہ ہے کہ صحابہ کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں خطاب کے لفظ کے ساتھ "السلام علیہا النبی" کہتے تھے پھر جب آپ نے وصال فرمایا تو انہوں نے خطاب ترک کر کے غائب کے لفظ سے ذکر کیا اور کہنے لگے۔ "السلام علی النبی"۔

لیکن اس روایت میں کلام یہ ہے کہ یہ روایت دوسری تمام روایتوں کے مخالف ہے ان تمام روایتوں میں السلام علی النبی موجود نہیں بلکہ سب میں السلام علیہا النبی کے الفاظ موجود ہیں۔ ساتھ ہی یہ ترمیم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سے نہیں ہے بلکہ ابن مسعود کا کہنا ہے کہ ہم نے ترمیم کی اور السلام علی النبی کہا۔
رہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کرنا اور مدد طلب کرنا اس اعتقاد سے کہ نبی صلی اللہ

علیہ السلام اس اعتقاد کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے فضل و کرم سے اپنا نائب اعظم بنایا۔ سارا عالم آپ کے قبضہ و اختیار میں ہے۔ دیا۔ اپنی دنیا کے لئے خزانے کی کنیاں آپ کے تصرف میں ہے۔ دینا بلا ریب و بلا تکبر جائز و معمول اور تمام امت کا دستور تدبیر رہا ہے۔ بخاری میں ہے،

اعطیت بمفاتح خزائن الارض | مجھے زمین کے تمام خزانوں کی کنیاں دی گئیں۔
امام احمد نے اپنی سند میں، ابن جہان نے اپنی صحیح میں اور ضیاء مقدسی نے صحیح مختار میں،

عیدِ رستم نظامِ عالم کی مستقل بالذات تدبیر کرنے والے ہیں یا ان کو اللہ کی جناب سے اس کے انتظام میں اس طرح کی نیابت حاصل ہے کہ وہ اپنی تدبیروں میں نائب کا محتاج ہے

۲ اور البرہن نے ”دلائل النبوة“ میں سند صحیح کے ساتھ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

<p>وَنِيَاكَ كُنْجِيَا اَبَقَ كُؤُوسٍ بِرُكْهِ كَمِيرِي مُدَّتْ مِي حَافِرِ كَلِيْسِ حَفَرَتْ جَبْرِيْلُ لَ كَرَكُئِ اس پَر نَازِ كَرِشِيْمِ كَازِيْنِ بِرَشِ بَاقُشِ ذُكَا رِطَا قَا مَدرجہ بالا امر حدیث کے عارہ حسب ذیل امر حدیث نے یہ حدیث یا اس کے ہم معنی حدیث اپنی اپنی کتابوں میں روایت کی ہے۔</p>	<p>اُدْتِيَتْ بِمَقَالِيْدِ الدُّنْيَا عَلَى فَرَسٍ اَبْلَقَ جَاءَ فِي جَبْرِيلَ عَاصِيْدَ طُفِيْفَةٍ تَنْ سُدُوسِ مَدرجہ بالا امر حدیث کے عارہ حسب ذیل امر حدیث نے یہ حدیث یا اس کے ہم معنی حدیث اپنی اپنی کتابوں میں روایت کی ہے۔</p>
--	---

الامام مسلم فی صحیحہ، البیہقی، الحاکم، ابن سعد، ابوبکر بن ابی شیبہ، الامام اطہرانی فی المعجم الکبیر، العلامة، الحنفی فی حاشیۃ الجامع الصغیر، الامام جلال الدین سیوطی فی الخصائص الکبری، العلامة المدنی فی شرح فتح السبیین لابن حجر المکی، ابویعلیٰ فی مسنده، الامام الحافظ ابو ذر کریانی، مولدہ، الامام الدارمی فی سننہ، ابن عبد ربہ فی بہجۃ المجالس، العلامة ابراہیم بن عبد اللہ المدنی فی الشانعی فی الاکتفاء فی فضل الاربعۃ الخلفاء، الحافظ ابوسعید عبد الملک فی شرف النبوة، ابوبکر الشانعی فی الغیلانیات، العلامة الخفاجی فی نسیم الریاض، الشیخ المحقق العلامة عبد الحق المدنی فی مدارج النبوة۔

انہیں احادیث کی روشنی میں علامہ ابن حجر مکی جوہر منظم میں تحریر فرماتے ہیں۔

مُتَوَصَّلِي اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَلِيفَةُ ۱ | حَضْرَتِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اللّٰہُ تَعَالٰی کے خلیفہ ہو رہے۔

یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کان ادا کھ بغیر کسی فرق کے اللہ تعالیٰ کے سمع و بصیر کی طرح ہیں۔ یہ بات ہماری گفتگو کے بالکل الگ ہے۔

۳۲ جملہ ۱۰۰

اعظم ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم کے سبب خزانے اور اپنی نعمتوں کے کل دسترخوان حضور کے دست کرم میں دے دیئے وہ جس کو چاہتے ہیں عطا فرماتے ہیں۔

اللَّهُ الْأَعْظَمُ جُعِلْ خَزَائِنُ
كَرَمِهِ وَمَوَاسِدَ نِعْمَتِهِ طَوَّعَ
يَدَيْهِ وَإِرَادَتِهِ يُعْطِي مَنْ
يَشَاءُ.

نسیم الریاض شرح شفاء قاضی میاض میں عمار خفاجی رقم طراز ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا (مخلوق میں) کوئی حاکم نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم حاکم کل میں محکوم نہیں۔

إِنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا
حَاكِمَ سِوَاهُ نَهْوَ حَاكِمٍ
غَيْرٍ مَحْكُومٍ.

علامہ ناسخ کی ”مطالعہ التفسرات شرح دلائل الخیرات“ میں رقم ہیں۔

جبرائیل دنیا میں کہیں بھی ظاہر ہوتا ہے وہ ہمارے آقا محمد صلی اللہ علیہ وسلم عطا فرماتے ہیں آپ ہی کے ہاتھ میں سب کنبیاں ہیں اللہ تعالیٰ کے خزانوں سے جو چیز بھی نکلتی ہے وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں ہی نکلتی ہے۔

كُلُّ مَا ظَهَرَ فِي الْعَالَمِ إِنَّمَا يُعْطِيهِ
سَيِّدُنَا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ الَّذِي بِيَدِهِ مَفَاتِيحُ
فَلَا يُخْرِجُ مِنْ الْخَزَائِنِ
الْإِلَهِيَّةِ شَيْءٌ إِلَّا عَلَى يَدَيْهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ”اشعۃ السمعات“ جلد اول ص ۲۹ پر

ربیعہ بن کعب اسلمی کی مشہور حدیث کے تحت لکھتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے اطلاق پر

اذا اطلاق سوال کہ فرمودہ ”سل“ بخبر

ابن سفت کا قطن یہ عقیدہ نہیں ہے۔ ہمارا عقیدہ قویہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
منفوتات میں سب سے افضل و اشرف ہیں۔

اگر وہ نہ ہوتے تو کائنات نہ ہوتی اور انہیں کے حضور میں پناہ بھی ہے۔

أَمَّا تَنَا اللَّهُ تَعَالَى عَلَى حُبِّهِ وَحُبِّ إِلِهِ وَأَصْحَابِهِ

أَجْمَعِينَ

آمین

میں نے دیکھا ہے کہ

وخصیص نکروہ مظلوم بے خاص معلوم می شود
کر کار۔ مہر بدست ہمت و کرامت اورست
ہرچہ خواب بازان پروردگار خود رہ۔

سے کہ ارشاد فرمایا مانگ اور کسی خاص مطلب
کی تخصیص نہیں فرمائی معلوم ہوتا ہے کہ سب
کام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست کرامت
و ہمت میں ہے جو چاہیں جس کو چاہیں اپنے پروردگار
کے اذن سے عطا فرمائیں۔

بیت

لَا تَمُوتُ مِنْ جُودِكَ الدُّنْيَا وَضَرَّتْهَا
وَمِنْ مَوْلَاكَ مِلْمُ النَّوْجِ وَالْقَلَمِ

بیت

اگر غیریت دنیا و مقنی آرزو داری
بدرگاہش بلا ہرچہ می خرابی تن کن

اس لئے کہ حضور کی بخشش سے دنیا و آخرت ہے
اور حضور کے علم سے روح و قلم کا علم ہے۔

اگر تم دنیا و آخرت کی بھلائی کی آرزو رکھتے ہو
تو ان کی درگاہ میں آؤ اور جو چاہو تن کرو۔

تفصیل کے لئے الامن والعلى " ملاحظہ ہو۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار مقدسہ

کے تعظیم

اور ان کی امانت کرنے والے کا حکم

انتباہ :- واضح رہے کہ وہ تمام مقامات جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے۔ ان کی تعظیم اور ان تمام جگہوں کا احترام جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سکونت پذیر رہے اور ان مقامات کی توقیر جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف لے جانے یا نماز پڑھنے کی عادت کر لیا تھی اور ان تمام چیزوں کی تحکیم جنہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ یا پاؤں یا پہلو سے مس فرمایا ہو یا کسی جگہ کو یہ شہرت حاصل ہو۔ ان سب کی تعظیم و توقیر دراصل ذاتِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر ہے۔ (شفار و فیروز)

شیخ دہلوی نے "مدارج النبوة" میں تحریر فرمایا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد آپ کا ذکر، آپ کا نام، آپ کی سیرت، آپ کے حالات اور آپ کی حدیث کے سننے کے وقت احترام و توقیر کا ملحوظ رکھنا آپ کی خدمت عالیہ میں ادب و احترام ہی کی طرح ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے منقول ہے۔ انہوں نے فرمایا آپ کی رحلت کے بعد آپ کی تعظیم و تحکیم آپ کی حیاتِ طیبہ کی تعظیم و تحکیم کی مانند ہے۔

ابو ابراہیم نے فرمایا ہے کہ ہر مومن پر جب وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرے یا اس کے پاس ان کا ذکر کیا جائے واجب ہے کہ بغض و خشوع اور باوقار ہو جائے اور اس میں ایسی

ہیبت اور ایسا جلال پیدا ہو جاتے جو آپ کے حضور میں ہوتا ہے۔

یہ بھی منقول ہے کہ امام دارالہجرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتے تو ان کا رنگ بدل جاتا اور ادب سے جھک جاتے یہ وہی امام ہیں جو مدینہ منورہ میں کئی سواری پر سوار رہتے، فرماتے کہ مجھے حیا آتی ہے کہ میری سواری اس سرزمین کو پامال کرے جس کے اندر نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدفون ہیں۔

احمد بن نفوس یہ فرماتے تھے "میں کسی کمان کو بلا ضرورت نہیں چھو سکتا اس لئے کہ میں نے سنا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ میں کمان لی ہے۔ اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کنوؤں، مسجدوں اور مقامات پر جانا بھی محبت ہے۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنی نماز، قیام اور گزریں اس جگہ کی تلاش و جستجو فرماتے جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا فرمائی یا تشریف رکھی ہو۔ ایک بار ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنا ہاتھ اس جگہ رکھا جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تشریف رکھی تھی پھر وہ ہاتھ اپنے چہرے پر پھیرا۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے برخلاف جو روایت منقول ہے اگر وہ صحیح ہے تو اس بنا پر ہے کہ ان کا ذریعہ مقاصد کے سبب باب میں یہی اصول ہے۔

اسی طرح سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے حج سے واپسی کے وقت لوگوں کو ایک مسجد کی طرف تیزی کے ساتھ بٹھتے ہوئے دیکھا تو فرمایا یہ کیا ہو رہا ہے لوگوں نے عرض کی وہ مسجد ہے جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا فرمائی ہے۔ انہوں نے فرمایا اسی طرح تم سے پہلے اہل کتاب ہلاک ہوئے۔ انہوں نے انبیاء کرام علیہم السلام کے آثار کو عبادت خانہ بنایا تم میں سے جس شخص کو اس مسجد میں نماز نصیب ہو جائے وہ اس میں نماز پڑھے اللہ جسے یہ نصیب نہ ہو وہ گزر جائے۔

کرائی فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس ناگوارمی کی وجہ یہ ہے کہ انہیں اس کا اندیشہ
ہو کہ لوگ کہیں انہیں جگہوں میں نماز کا التزام نہ کر لیں۔ اسی طرح اہل علم کے لئے بھی مناسب
ہے کہ جب لوگ پوری پابندی کے ساتھ فرائض کا التزام کر لیں جس سے وجوب کا شبہ نہ رہے
تو ان کو کسی کسی وقت چھوڑ دیا کریں۔

آثار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم سے یہ بھی ہے کہ حدیث پڑھنے والا حدیث پڑھتے وقت
کسی آنے والے کے احترام میں کھڑا نہ ہو۔ یہ خلاف ادب ہے بالخصوص آنے والا اگر ناسق بہت ہی ہو۔
امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ہی کو یہ شرف حاصل رہا کہ وہ اس وقت بھی حدیث بیان فرماتے
رہے جب پچھونے انہیں سترہ بار ڈنگ مارا اور آپ صبر و ضبط فرماتے رہے۔ بخشش تک نہیں
کی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب و تعظیم کے پیش نظر حدیث کا سلسلہ نہ توڑا۔

عبدالرحمن بن مہدی جب حدیث پڑھتے تو خاموشی کا حکم دیتے اور فرماتے۔

<p>لَا تَشْرَفُوا أَصْغَرَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ ه</p>	<p>تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر اپنی آواز بلند نہ کرو۔</p>
---	--

تعظیم آثار مقدسہ کی قسم سے ترمذی کی یہ روایت بھی ہے۔ حضرت کبشہ رضی اللہ عنہا
سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور مشک
ہوئی مشک کے منہ سے کھڑے ہو کر پانی فرش فرمایا۔ میں مشک کے منہ کی طرف بڑھی اور
اس کا منہ کاٹ لیا۔

محدثین اس کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ کبشہ کے منہ کاٹنے کا مقصد یہ تھا کہ اس
سے برکت حاصل کریں۔ اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دہن مبارک اس حصہ سے لگ گیا تھا۔
بخاری نے ابن سیرین سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں: میں نے عبیدہ سے کہا کہ
ہمارے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک موئے مبارک ہے۔ یہ ہمیں حضرت انس یا حضرت
انس کے گھر والوں سے دستیاب ہوا ہے۔ انہوں (عبیدہ) نے فرمایا کہ میرے پاس نبی صلی اللہ

علیہ وسلم کا ایک مومے مبارک ہونا میرے نزدیک دنیا اور اس کی تمام چیزوں سے کہیں زیادہ محبوب ہے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی ٹوپی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چند موٹے مبارک تھے۔ ضائع ہونے کے اندیشے سے وہ ان کی نگہداشت فرماتے اور برکت کے لئے وہ ان کا پورا اہتمام کرتے۔

حضرت اسماء بنت البرکہ رضی اللہ عنہا کے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک جبرہ تھا وہ اسے مرئیوں کے لئے دھوئیں اور اس کا غسل مرئیوں کو برائے شفا استعمال کراتیں اور ان کو شفا ملتی۔

حضرت اُمّ عمارہ کے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چند موٹے مبارک تھے وہ انہیں دھوئیں اور ان کا غسل مرئیوں کو پلاتیں۔ مرئیوں شفا یاب ہوتے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ترکہ کی بعض چیزیں موجود تھیں۔ ان میں دو موزے، ایک خم دار چادر اور ترکش وغیرہ تھے۔ وہ ان کی پورے اہتمام کے ساتھ نگہداشت فرماتے اور روزانہ ان کی ایک بار زیارت کرتے۔ اور جب کوئی مقتدر شخص ان کی خدمت میں آتا تو آپ اس کو وہاں لیجاتے جہاں یہ تبرکات تھے اور فرماتے یہ اس ذات کی میراث ہے جس کے سبب اللہ تعالیٰ نے تمہیں عزت و تکریم سے نوازا ہے۔ (شیخ دولوی)

آنار مقدسہ کی تعظیم سے ایک پتھر کا پھونا بھی ہے جو مکہ مکرمہ کی گلی ذقاق الحجر میں ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مکان کے راستے میں واقع ہے۔ یہ پتھر ایک دیوار میں لگا ہوا ہے اس کی لوگ زیارت کرتے ہیں اور اس کے چھونے سے برکت حاصل کرتے ہیں۔

ابن عمر مکی ہمیشی نے فرمایا ہے کہ اہل مکہ سے تسلسل یہ منقول ہے کہ یہ پتھر وہ ہے محمد خیرت سے قبل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام پیش کیا کرتا تھا۔

اس پتھر کے اوپر دو اشارے ملے ہوئے ہیں۔

أَنَا الْحَجَرُ الْمُسَلَّمُ كُلَّ حَائِنٍ

عَلَى خَيْرِ التَّوَرَى فِى الْبَشَارَةِ

میں وہ پتھر ہوں جو ہر وقت مخلوق کے سب سے افضل (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر سلام عرض کرتا رہتا ہوں اس وجہ سے میرے لئے مشرودہ ہے

وَمِنْ لَتِ فَضِيلَةٍ تَنْزِيهِ الْعَالِي

خُصِّصْتُ بِهَا وَإِلَى مِنْ جَعَارَةِ

اور میں نے بندگیوں والے نبی سے ایسی فضیلت پائی ہے جو صرف میرا حصہ ہے۔ حالانکہ میں ایک پتھر ہوں۔

اسی گلی میں اس پتھر کے سامنے کہنی شریف کا نشان ہے۔ مردی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لائے اور اس دیوار پر ٹیک لگا لیا اور دوبار ابو بکر کہہ کر آواز دی۔

تنبیہ

شہاب الدین نے "شفا" کی شرح میں مواہب لدنیہ سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم چٹان پر چلتے تو ان کے قدم مبارک اس میں دھس جاتے یہ حقیقت مشہور اور زمانہ جدید و قدیم دونوں میں زبان زو عام و خاص رہی ہے اور شعرا نے اپنے تصنیفوں میں اور ہنکار نے اپنی عبارتوں میں اسے بیان کیا ہے۔

حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کے نشان قدم کا مصلیٰ کے پتھر پر باقی رہنا اور پرکھ روایت کی تائید کر رہا ہے۔

اس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کا پتھر پر مارنا اور ضرب کا اثر باقی رہنے کا معجزہ بھی پتھر کے نشان قدم یا پتھر میں پاؤں دھسنے کی پُری تائید کر رہا ہے جسے بخاری نے اس طرح نقل کیا ہے۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام غسل کرنے کے لئے پانی میں اترے تو جب پتھر پر آپ نے اپنے کپڑے رکھے تھے۔ وہ آپ کے کپڑے کے فرار ہو گیا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عالم جلال میں اس پتھر پر چھ یا سات ضرب لگائی جس کا اثر باقی رہ گیا تھا اور یہ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ ہر نبی کا ہر معجزہ ہماری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ملتا ہے۔

زرقانی نے "شرح مواہب" میں لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزے کے مثل جو معجزے ثابت ہیں یہ ضروری نہیں کہ وہ انہیں معجزے کی جنس سے ہوں۔ غیر جنس سے بھی ہو سکتے ہیں مگر یہ ضروری ہے کہ اس سے آعلیٰ یا سادی ہوں۔ علامہ نے اس کی تصریح کی ہے۔ جس سے ظاہر ہے کہ یہ تصریح ان لوگوں کے خیال کے مطابق نہیں جو دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے مثل معجزے ہماری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تسلیم نہیں کرتے۔

اس تصریح اور اس خیال کے درمیان کوئی تضاد نہیں۔

ابن الجزی نے لکھا ہے کہ میر سعدیہ کے صاحبزادے ضررہ نے ان (علیہ السلام) سے کہا کہ میرے بھائی بھائی محمد جب اپنے قدموں پر خشک دھواں میں کھڑے ہو جاتے ہیں تو وہ اسی لمحہ اور اسی وقت سر سبز و شاداب ہو جاتی ہے۔ اور جب چٹانوں پر چلتے ہیں تو ان کے قدم چٹانوں میں اس طرح دھس جاتے ہیں جیسے گندے ہوئے آٹے میں۔

علامہ رکن الدین شامی نے اپنی سیرت میں نقل کیا ہے کہ امام برہان الدین ناجی دمشقی نے اس کا انکار کیا ہے۔ اور شیخ جمال الدین سیوطی نے بھی اپنے فتاویٰ میں مندرجہ بالا روایت کے عدم ثبوت کا یقین ظاہر کیا ہے اور لکھا ہے کہ میں اس روایت کی اصل و سند سے واقف نہیں اور نہ حدیث کی کسی کتاب میں یہ روایت دیکھی ہے۔ ان کے شاگرد ابن علقمی "المجامع الصغیر" کی شریعت میں انہیں کے نقش قدم پر چلتے نظر آتے ہیں۔ اور ان کے معاصرین علماء شیخ صالح محدث

احمد ستول "الجامع الصغير" کے شارح نے ان کا تقاب کیا ہے۔

وہ کہتے ہیں یہ کیسے ہو سکتا ہے جبکہ سیوطی نے "خصائص صغریٰ" میں خود لکھا ہے کہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس چٹان پر چل دیئے اپنے نشان قدم چھوڑ دیئے۔

شیخ دہلوی "مدارج النبوة" میں لکھتے ہیں،

<p>اور لوگ کہتے ہیں کہ پتھر اور لوہا انبیاء کے سے نرم کر دیا جاتا ہے (چنانچہ) مکہ مکرمہ کے جس پہاڑ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک وقت بکریاں چرا رہے تھے اس وقت کے تدبیر شریفین کے نشان لوگ بتاتے ہیں واللہ اعلم</p>	<p>و میگریند کو سنگ و آہن نرم کر دہ مں شرد برائے انبیا۔ در مکہ معظمہ در کوہے کہ انحضرت وقتی گو سفند پڑامیکرد اثر تدبیر شریفین می گویند۔ واللہ اعلم</p>
--	--

شہاب الدین خفاجی نے زشفار کی شرح میں لکھا ہے کہ سیوطی نے اس معجزہ کا انکار نہیں
کیا بلکہ ان مخصوص جگہوں کے سلسلے میں جو منقول ہے اس کا انہوں نے انکار کیا ہے۔ (علامہ
سیوطی کا خیال ہے کہ لوگوں نے جن جگہوں کے ساتھ معجزہ کا انتساب کیا ہے۔ اس کا ثبوت
نہیں) جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ مدینہ طیبہ میں حضور کی سواری کے کمر کا نشان اور حضور کی
کہنشی کا نشان ہے۔

امام رازی نے "تفسیر کبیر" میں یہ تحریر فرمایا ہے کہ مقام ابراہیم چند معجزوں کا پیکر ہے
اس طرح کہ قحطس پتھر پر قدم کا نشان ایک معجزہ ہے اور قدم کا نشیون تک دس جانا دوسرا
معجزہ ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام میں حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی کے صرف اس معجزہ کا
معجزہ جاوید ہونا تیسرا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خاص معجزہ ہے اور پتھر کے لبض ہی حتہ
کا نرم ہونا چوتھا معجزہ ہے اور اس کی ہزاروں سال تک حفاظت یہود و نصاریٰ اور مشرکین
و مدین سے کثیر دشمنوں کے باوجود یہ پانچواں معجزہ ہے جس سے واضح ہو گیا کہ تمام ابراہیم
بذات خود بہت سے معجزے ہیں۔ بلاشبہ یہ تفصیل اس کی رہنمائی تو کرتی ہے کہ دیگر

انبیاء کرام کے معجزوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس معجزے کا بقی رہنا یقیناً حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ایک خاص معجزہ ہے لیکن اس کا یہ مفہوم نہیں ہو سکتا کہ حُوس پتھر پر قدم کے نشان کا ہونا اور اس کا اس پتھر میں ٹخنوں تک دھس جانا اور اس کے بعض ہی حصہ کا نرم ہونا یہ خاص حضرت ابراہیم کا معجزہ ہے (اور اس طرح کا معجزہ کسی نبی سے صادر ہی نہ ہوا۔ کون نہیں جانتا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے ٹوبا اور پتھر موم تھے۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اس طرح کے متعدد معجزے رونما ہوئے ہیں)

اِنتِبَاہ

جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دی یا عیب بدینی یا تنقیص کی یا ان کو جھٹلایا اس نے بلاشبہ اللہ کے ساتھ کفر کیا اور اس سے اس کی بیوی جدا ہو گئی پھر اگر اس نے توبہ کر لی تو ٹھیک ورنہ اسے قتل کیا جائے گا۔ یہی حکم عورت کا بھی ہے۔

ہاں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عورت قتل نہیں کی جائے گی بلکہ اسلام قبول کرنے پر اسے مجبور کیا جائے گا۔ شامی نے "رد المحتار" میں امام ابو یوسف کی کتاب الخراج سے یہ جزیرہ نقل کیا ہے جس سے ظاہر ہو گیا کہ اگر کسی شخص نے یہ کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے راہ فرار اختیار کیا یا جنگ یا شکست کھائی اس نے آپ کی تنقیص کی کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے معاملے کی پوزیشن خوب سمجھتے اور اللہ تعالیٰ کی حفاظت و صیانت کا یقین رکھتے تھے۔ (مواہب لدنیہ)

شیخ بدر الدین زرکش نے غنی بسکی سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ وثوق بسکی کہتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مال و زر کے کبھی محتاج نہ ہوئے اور نہ ہی آپ کا حال محتاج و تنگ دست کا سا حال تھا بلکہ آپ لوگوں میں سب سے زیادہ غنی تھے۔

ایک دن حضرت جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کیا اگر آپ چاہیں تو مکہ کے پہاڑ سونا بنا دیئے جائیں اور آپ کے تصرف میں آجائیں۔

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

الدنیا دارٌ من لا دار لہ | دنیا اس شخص کا گھر ہے جس کا پھر کوئی گھر نہیں
و یجمع المال من لا عقل لہ | اور مال وہ شخص جمع کرتا ہے جس کے پاس عقل نہیں

ربی وہ روایت جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

الْفَقْرُ فُخْرٌ و جب افتخار | غریبی میرا غرہ اور اے مجھ پر فخر ہے۔

اس کے بارے میں شیخ الاسلام حافظ ابن حجر نے فرمایا ہے کہ یہ روایت باطل اور

موضوع ہے (براہب لدنیہ)

ابن حجر سے پہلے ابن تیمیہ نے بھی اس کے باطل ہونے کی تصریح کی ہے۔ (زرقانی)

اور امام سخاوی نے بھی "المقاصد الحسنیہ" میں لکھا ہے کہ حدیث "الْفَقْرُ فُخْرٌ"

و جب افتخار" کے بارے میں ہم نے شیخ ابن حجر نے فرمایا ہے کہ باطل اور موضوع ہے۔



مدینہ منورہ کی زیارت

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ النور کی زیارت

هَٰئِنَا لَمَنْ زَارَ خَيْرَ الْوَلَدِ

وَحَطَّ عَنِ السُّفْرِ اَوْ زَارَهَا

مبارک ہو اس شخص کو جس نے مغوق کی سب سے افضل ذات کی زیارت کی اور نفس سے اس کے بوجھ اتار دیئے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ النور کی زیارت مستحب ہے اور اعمال اقرب میں سب سے عظیم اور ایسی طاعت ہے جس کے ساتھ سب سے زیادہ امیدِ ربانہ کی جاسکتی ہے۔ ”فتح الغفار“ میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے روضہ النور کی زیارت کی بہت ترغیب دلائی اور اس کے استحباب پر بہت زور دیا۔

قاضی میاض ”شفار“ میں رقم طراز ہیں، روضہ اقدس کی زیارت مسلمانوں کے طریقوں میں ایک طریقہ ہے۔ ابو عمر و نے کہا کہ موسیٰ قاسمی مالکی نے فرمایا کہ واجب ہے۔ (مواہب لادبیہ) اس کی تشریح ”نظام المسائل“ بذکرہ الما کتب المستبرکہ میں اس کے مؤلف نے یہ کی ہے یعنی زیارت روضہ النور سنن واجب سے ہے۔

بعض مناسک ”میں ہے کہ وسعت، استطاعت رکھنے والے کے لئے یہ قریب ہو واجب ہے۔ ابن تیمیہ نے لکھا ہے کہ روضہ النور کی زیارت کے لئے سفر کرنا ممنوع ہے اور یہ اعمال اقرب سے کوئی عمل نہیں۔ یہ راستے، قابل قبول اور ائمہ اربعہ کے اجماع کے

مختلف ہے۔

ائمہ کا اجماع ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ الزور کی زیارت ایک مستقل مقصد ہے اس کی حیثیت ضمنی نہیں بلکہ صرف اس کا ارادہ کیا جائے گا اور اس کے لئے رخت سفر باندھا جائے گا۔

جس شخص نے محض آپ کے روضہ الزور کا ارادہ کیا کوئی اور مقصد پیش نظر نہ رہا وہ ایک عظیم ترین طاعت و عبادت میں مشغول ہے۔ (کتاب اتفاق الائمہ)

ابن تیمیہ کی یہ رائے بلاشبہ ایسی شفیع ہے جسے بہت سے سمندر بھی وصل نہیں کتے اس سے اس رائے کا صدور کوئی حیرت انگیز بھی نہیں ہے اس لئے کہ اس نے جب یہاں تک کہہ ڈالا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پاؤں میں اس طرح فرقہ مجمر کا ایک فرد ہیں گی۔

بعض انہیں اسباب کے پیش نظر کچھ ملحدانے اس کی تکفیر کی ہے۔

شیخ ابن ہمام نے "فتح القدیر" میں لکھا ہے: میرے نزدیک زیارت روضہ مطہر کا خاص ارادہ کرنا یا رونا یا خوشامد و غیروہ سے نیت کا پاک کرنا بہتر ہے پھر جب وہ مدینہ منورہ پہنچ جائے گا تو مسجد نبوی کی زیارت بھی اسے نصیب ہو جائے گی یا پھر دوسری بار مدینہ طیبہ کی ماضی کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرے اور اس میں مسجد نبوی کی زیارت کی نیت کر لے اسی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم ہے۔

"در مختار" میں ہاں یہ ضرور ہے کہ روضہ الزور کی زیارت کے ساتھ مسجد نبوی علی صاحبہ

الصلوة والسلام کی زیارت کی نیت کرے اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مسجد نبوی کے اندر ایک نماز دوسری مسجدوں کی ایک ہزار نماز سے بہتر ہے سوائے کعبہ مکہ کے۔

لیکن اس سے مراد یہ ہے کہ مسجد نبوی کی زیارت بھی ایک اہم کارِ ثواب ہے اور یہ چھوڑی نہیں جاسکتی۔ اس سے مراد یہ نہیں کہ روضہ الزور کی زیارت مسجد نبوی کی زیارت کی نیت کے بغیر درست نہ ہوگی۔

رحمتی نے عارف جامی سے نقل کیا ہے کہ زائر زیارت روضہ النور کو حج سے ملکہ کرتے تاکہ اس کا مقصد سفر صرف زیارت روضہ النور ہو اور کچھ نہ ہو۔ (رد المحتار)

آپ کی مکہ مکرمہ سے ہجرت اور مکہ سے دور واز ایک دوسری جگہ مدفون ہونے میں شاید یہ حکمت رہی ہو کہ آپ کی زیارت کے لئے جداگانہ سفر کیا جائے اور زیارت روضہ النور ایک مستقل مقصد سمجھا جائے۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اگر مکہ میں مدفون ہوتے تو آپ کی زیارت کا ارادہ مکہ یا حج کے ارادہ کے مقابل میں ثانوی حیثیت رکھتا اور کوئی مستقل مقصد نہ ہوتا۔

اس مصلحت کا تقاضہ تھا کہ مکہ مکرمہ سے الگ تھلک ایک خاص جگہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف رکھیں اور آپ کی زیارت کا ارادہ مستقل ہو اس کی حیثیت ضمنی نہ ہو اور لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے خاص طور پر الگ سے سفر کریں۔ (الجوہر النظم)

یہ مشہور ہے کہ ہر شخص اسی زمین میں مدفون ہوتا ہے جس سے اس کی تخلیق ہوئی ہے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مادہ نافذ زمین کعبہ سے لیا گیا ہے تو کیسے مدینے میں مدفون ہوئے اس کا جواب ”عارف“ میں یہ لیا گیا ہے کہ مرث جس بانی پر تھا اور اس میں جب جوش آیا تو اس نے اطراف جوانب میں بھاگ چھینک۔ یوں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مادہ مدینہ طیبہ پہنچا۔

روضہ النور کی زیارت کے فضائل سے متعلق بہت سی حدیثیں مروی ہیں

ان میں سے بعض پیش کی جا رہی ہیں !

① ابن عدی نے ”الکمال“ میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی روایت کی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی اس نے یقیناً محمد پر ظلم کیا۔

مَنْ حَجَّ وَلَمْ يَزُرْنِي فَقَدْ جَفَانِي۔

الجمہر النظم میں اس کے مصنف نے لکھا ہے کہ حدیث کا ٹکڑا "من حج" اولیٰ اہم اور اغلب کی تیسرے یعنی حج کی تیسری تہا نے کے لئے ہے کہ حج اولیٰ اور اہم ہے۔ ورنہ بغیر حج کے بھی زیارت کی جا سکتی ہے۔

اس کی تائید اس طرح ہوتی ہے کہ یہ ٹکڑا دوسری روایتوں میں موجود نہیں گو وہ روایتیں ضعیف ہی کیوں نہ ہوں۔

یہاں یہ بھی واضح رہے کہ زیارت روضہ انور کا متعدد بار کرنا حج کے متعدد بار کرنے کے ساتھ افضل ہے اور جس نے تعدد حج کے ساتھ تعدد زیارت نہ کی مثلاً اس نے ایک ہی بار زیارت کی تو اس کے بارے میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس نے جفا کی۔ ہاں اگر جفا سے مراد مجازاً ترک افضل ہو تو جب بھی زائر زیارت ترک کرے گا ایک افضل امر کا ترک ہوگا۔ اب حدیث کے ٹکڑے "فقد جفان" سے ایک بار زیارت کر لینے کے بعد یہ مفہوم ہوگا اگر کسی شخص نے تعدد زیارت نہ کی تو اس نے میرے سلسلے میں خلاف اولیٰ اور افضل امر کا ارتکاب کیا اور یہ حکم بھی اس شخص کے لئے ہے جس نے تعدد زیارت اس سے کسی اہم فعل مشروع کے پیش آ جانے کے سبب ترک نہ کی ہو۔

وہ اگر کوئی زیارت سے اہم کام مثلاً پڑھنے پڑھانے کے لئے تعدد زیارت ترک کرے تو اس میں نہ حقیقتاً نہ مجازاً کسی طرح کی جفا نہیں۔

② وار تظنی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے:

مَنْ زَارَ قَبْرِي وَجَبَتْ لَهُ شَفَاعَتِي۔

جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت ناگزیر ہوگئی۔

الجمہر النظم میں لکھا ہے کہ ائمہ حدیث کی ایک جماعت نے اس حدیث کو صحیح بتایا ہے اس کے کسی راوی کے سلسلے میں جرح و طعن ناقابل قبول ہوگا۔ اور یہی کہنا کہ یہ حدیث منکر ہے اس کا جواب یہ ہوگا کہ ان کے کہنے کا مفہوم یہ ہے کہ اس حدیث کا راوی کہیں ایک ہو کر رہ گیا ہے

اور ایک راوی پر بھی منکر کا اطلاق کبھی نہیں ہوتا ہے۔

بقول بعض ابن خزیمہ نے بھی یہ حدیث اپنی صحیح میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت کی ہے۔ زیارت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہونے والے کے لئے اس حدیث میں ایمان پر خاتمہ ہونے کی بشارت موجود ہے۔

بعض علماء نے یہ بھی کہا ہے کہ اس حدیث میں وہ خاص شفاعت مراد ہے جو بلند درجوں کے حامل ہونے کا سبب ہوگی ورنہ شفاعت زیارت کرنے والے کے ساتھ خاص تو ہوگی نہیں اور یہ مقام محض شفاعت ہوگی۔ حاشیہ مرقا الفلاح، طحاوی

اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شفاعت کی نسبت جو اپنی طرف فرمائی ہے اس سے شفاعت کی عظمت و اہمیت بتانی مقصود ہے ورنہ فرشتے انبیاء اور مومنین بھی شفاعت کریں گے۔ زائر کو خاص نسبت حاصل ہو جاتی ہے اس کی شفاعت بذات خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے اور شفاعت شافع کی عظمت سے عظیم ہو جاتی ہے۔

(۳) حضرت حاطب بن بلتعہ بدری نے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

من زارنی بعد موتی	جس نے میری زیارت میری رحلت
فکأنما زارنی فی حیاتی	کے بعد کی گویا اس نے میری زندگی میں میری
(رواہ البیہقی)	زیارت کی۔

اس سے مراد یہ ہے کہ زائر کو اس شخص کے مقابلہ میں جس نے آپ کی زیارت نہیں کی ایک گونہ نفیست حاصل ہو جاتی ہے۔

جس طرح آپ کی زندگی میں زیارت کرنے والے کو نسبتاً اس شخص کے جس نے آپ کی زیارت نہ کی ایک گونہ نفیست حاصل ہوئی۔ حدیث کا مفہوم یہ نہیں کہ آپ کے روضہ انور کی زیارت کرنے والا آپ کی ظاہری زندگی میں زیارت کرنے والے کی طرح صابی ہو جاتا ہے۔

(۴) ابن مسکرنے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی روایت کی ہے۔

مَنْ زَارَ قَبْرِي بَعْدَ مَوْتِي	میرے دُنیا سے چلے جانے کے بعد میں
نَكَحْتُهَا زَوْجِي فِي حَيَاتِي	نے میری قبر کی زیارت کی اس نے گویا میری
	زندگی میں میری زیارت کی۔

(۵) طبرانی نے "معجم کبیر" میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے،

مَنْ جَاءَنِي زَائِرًا لَا تَحِيْلُهُ	جو شخص میری زیارت کے لئے اس طرح
حَاجَةً لَا يَزِيْرُ قِيَامًا	آیا کہ میری زیارت کے علاوہ اس کے کرنے
حَقًّا عَلَيَّ اَنْ اَكُوْنَ	کا کوئی اور داعی نہ ہو تو مجھ پر حق ہوگا کہ میں اسکا
لَهُ شَفِيعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ	قیامت کے دن شفیع ہوں گا۔

مخبر ہے کہ یہ حدیث مطلق ہے کہ زیارت زندگی میں ہو یا دُنیا سے تشریف لے جانے کے بعد ہو۔

(۶) عینی وغیرہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ زَارَنِي مُتَعَبِدًا	جس نے قصداً میری زیارت کی وہ قیامت
فِي جَوَارِي يَوْمِ الْقِيَامَةِ	کے دن میری امان پر پناہ میں ہوگا۔

قصد سے مراد یہ ہے کہ زیارت ہی کا ارادہ ہو یہ نہیں کہ زیارت کے علاوہ کوئی اور مقصد ہو اور زیارت کی حیثیت ثانوی اور ضمنی ہو۔

"الجوہر النظم" میں ہے۔ حدیث میں ایسے ارادے سے اجتناب مقصود ہے جس کا زیارت سے بالکل تعلق نہیں۔ اور جس کا تعلق زیارت سے ہو مثلاً مسجد نبوی میں اعتکاف اور اس میں کثرت عبارت، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زیارت، مسجد قبا کی زیارت اور ان کے علاوہ وہ چیزیں بھی جو زائر کے لئے مستحب نہیں ان کا ارادہ ممنوع نہیں۔

⑥ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے "موطا" میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے "وہ (ابن عمر) جب سفر کا ارادہ کرتے یا سفر سے واپس آتے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ انور پر حاضر ہوتے۔ وہاں دو رکعت نماز پڑھتے اور دُعا کرتے پھر واپس آتے ہوئے آپ کے دونوں رفیق حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی قبروں پر آتے اور دونوں حضرات کی خدمت میں سلام پیش کرتے اور دُعا کرتے۔"

عبدالرزاق نے بھی یہ حدیث صحیح سند کے ساتھ روایت کی ہے۔

⑧ مروی ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیت المقدس کے لوگوں سے صلح کا معاہدہ کیا تو آپ کی خدمت میں کعب اجمار حاضر ہوئے اور اسلام قبول کر لیا۔ اس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ خوش ہوئے اور فرمایا کیا آپ کو خواہش ہے کہ آپ میرے ساتھ مدینہ چلیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پاک کی زیارت کریں اور آپ کی زیارت سے متمتع ہوں۔ انہوں نے کہا۔ ہاں (ازرقانی)

⑨ ابن عباس نے عمدہ سند کے ساتھ حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب وہ حضرت بلال (رضی اللہ عنہ) کے اپنے گھر پہنچے۔ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں یہ فرماتے سنا۔ اے بلال یہ کیا جفا ہے کیا ابھی اس کا وقت نہیں آیا کہ تم میری زیارت کے لئے آؤ۔ وہ نمکین و حزیں بیدار ہوئے اور اپنی سواری پر سوار ہوئے۔ مدینہ کا رخ کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ انور پر حاضر ہو کر رونے لگے اور اپنا رخسار روضہ انور سے رگڑنے لگے۔ اتنے میں حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما آگئے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے ان کو اپنے گلے سے لگایا اور ان کو چومنے لگے۔ پھر انہوں نے کہا۔ ہماری خواہش ہے کہ ہم آپ کی وہ اذان سنیں جو آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مسجد میں دیا کرتے تھے۔ وہ مسجد کی چھت پر چڑھے اور اپنی پُرانی جگہ کھڑے ہو گئے۔ جو نبی انہوں نے اذکار اُکبر کی صدا بلند کی مدینہ لرز اٹھا۔ پھر جب انہوں نے "اشھد ان لا

اللہ الا اللہ کہا اس کا اضطراب اور بڑھ گیا۔ اور جب انہوں نے اشہد ان محمد رسول اللہ کہا تو جو ان لوگوں کے اپنے پردوں سے باہر نکل آئیں اور لوگ کہہ اٹھے یوں اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ زندہ ہو گئے۔ اس دن ایسی گریہ و زاری ہوئی جس کی مثال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مدینہ میں کبھی نہ دیکھی جاسکتی تھی۔

انتباہ

حضرت بلال رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک چنے ہوئے عاشق تھے "تہذیب التہذیب" میں ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی وفات بعد عمر رضی اللہ عنہ میں سرزمین شام پر ہوئی۔ امام بخاری کی تحقیق بھی یہی ہے۔

ذیل نے یحییٰ بن کثیر سے روایت کرتے ہوئے کہا ہے کہ دمشق میں عمراس کے طاعون میں ان کی وفات ہوئی۔ (عمراس ملک شام میں ایک مقام کا نام ہے۔ ابتدائے اسلام میں یہاں ایک بار زبردست طاعون کی وبا پھیلی تھی)

ابن مندہ "العرفۃ" میں راقم ہیں کہ وہ (حضرت بلال رضی اللہ عنہ) صلب میں مدفون ہوئے۔

ذہبی نے "تذکرۃ رعیب التہذیب" میں لکھا ہے۔ صحیح تحقیق کے مطابق ان کی وفات دمشق میں ہوئی۔

لوگوں میں جو یہ مشہور ہے کہ اذان دیتے وقت میذنہ سے گر کر مدینہ منورہ میں انہوں نے وفات پائی۔ اس کی کوئی روایت مجھے نہ مل سکی۔ ساتھ ہی مدینہ منورہ میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی قبر شریفہ کا کوئی نشان بھی نہیں۔

شیخ محدث دہلوی نے لکھا ہے کہ اگر کسی نے زیارت روضہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نذر مانی تو بلا اختلاف اس نذر کا پورا کرنا واجب ہے۔

ابن حجر نے تحریر فرمایا ہے اگر اس نے زیارت مزار اللہ کی نذر مانی تو اس کے لئے زیارت لازمی ہوگی۔ لیکن ظاہر زیارت کے لئے لزوم کے لئے اتنی استطاعت ہونی چاہئے جو

مذرا نے جوئے حج میں مطلوب ہوتی ہے۔ اس شکل میں زیارت کا لازم ہونا مستغنی ہے۔ کچھ لوگوں کے نزدیک مذرا مانی ہوتی چیز میں یہ شرط ہے کہ وہ ایسی ہو جس کی جنس شرعاً واجب ہو۔ لیکن یہ شاذ قول ہے۔ اسے کوئی اہمیت نہیں دی جاسکتی۔ ساتھ ہی اگر یہ شرط صحیح بھی ہو تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت میں یہ شرط پالی جاتی ہے اس طرح کہ آپ کی حیات طیبہ میں آپ کی بارگاہ ملک ہجرت کرنا شرعاً واجب تھا۔

(زیارت روضہ اور اس ہجرت کی جنس سے ہے)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ انہیں یہ بات ناپسند تھی کہ کوئی شخص یہ کہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مکرم کی زیارت کی یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ (عربی میں "زیارت" کا لفظ مردوں کے لئے استعمال ہوتا ہے مگر اردو میں یہ لفظ مقامات مقدسہ اور مزارات اولیاء کے لئے بولا جاتا ہے اس طرح اردو میں اس کا استعمال بالکل صحیح ہے) ابن رشد نے جو آپ کے متقدمین میں سے ہیں اس کی تشریح یہ کی ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی اس ناپسندیدگی کی وجہ یہ ہے کہ لفظ زیارت زیادہ تر مردوں کے لئے استعمال ہوتا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے آپ کی رحلت کے بعد ایک کامل زندگی عطا فرمائی ہے اور یہی زندگی اب تک بے ستر جاری ہے اور ہمیشہ آئندہ بھی رہے گی۔ اور یہ تو کوئی نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی خصوصیت نہیں ہے بلکہ اس میں تمام انبیاء کرام علیہم السلام بھی شریک ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کی حسی غذا سے بے نیاز ہو کر کامل زندگی کے ساتھ زندہ ہیں۔ اور ان کے جسم شریف میں کسی طرح کی کوئی تبدیلی بھی نہیں آئی ہے اور نہ جسم کے کسی حصہ کو زمین فگن سکی ہے۔ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کا بھی یہی حال ہے۔ ابن ماجہ نے مرفوعاً روایت کی ہے:

بیشک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام فرمادیا ہے کہ وہ انبیاء کے جسم کھائے۔

إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ

یہی حق نے البراۃ العالیہ سے روایت کی ہے۔

<p>۱۰ شہر زمین انبیاء کرام کے گشت (دراست) گلا نہیں سکتی اور نہ ہی درخت اسے کا سکتے ہیں۔</p>	<p>اِنَّ تُخَوِّمَ الْاَنْبِيَاءَ لَا تُبْلِيْهَا الْاَرْضُ وَتَاْكُلُهَا السَّيِّعُ۔</p>
---	---

زرقانی نے مواہب لدنیہ کی شرح میں بھی یہ حدیث نقل کی ہے۔

”المجوهر المنظم“ میں لکھا ہے کہ اس پر اجماع ہے۔ بقول بعض علماء، مؤذنین اور شہداء حضرات کا بھی یہی حال ہے البراۃ العالیہ نے تقد راولوں سے اور یہی حق نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

<p>انبیاء زمرہ میں اپنی اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں۔</p>	<p>الانبياء احياء في قبورهم يُصَلُّونَ۔</p>
--	---

(شرح مواہب لدنیہ، زرقانی)

ابوداؤد نے حضرت ابوسریحہ رضی اللہ عنہ سے ایک یہ بھی روایت کی ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

<p>کوئی بھی شخص مجھے سلام کرتا ہے واللہ تعالیٰ میری روح مجھ تک لوٹا دیتا ہے یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔</p>	<p>مَا مِنْ اَحَدٍ يَسَلِّمُ عَلَيَّ اَلَّا رَدَّ اللّٰهُ عَلَيَّ رُوْحِي حَتّٰى اُرَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ</p>
---	--

جس کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ میری روح مشغول ہوتی ہے اور اسے رب اعلیٰ کی جناب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا استغراق ہوتا ہے۔ اور جب کوئی شخص مجھے سلام پیش کرتا ہے تو میری روح اس کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے۔ اس طرح روح واپس کرنے سے کایہ توجہ اور التفات مُراد ہے۔

ورنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دائمی اور ابدی زندگی کے ساتھ زندہ جاوید ہیں۔ اور ایک وقت حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کا ہزاروں لاکھوں انسانوں کی طرف توجہ فرمانا کوئی بعید نہیں۔
شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

كَالشَّمْسِ فِي وَسْطِ السَّمَاءِ وَنُورُهَا

يَفْشَى السَّيْلَ دَمَاشِقًا وَمَغَارِبًا

آپ آفتاب کی طرح ہیں جو آسمان کے پیچ ہوتا ہے اور اس کی روشنی مشرق و
مغرب کے سارے شہروں کو عادی ہوتی ہے۔

”الجوهر النظم“ میں لکھا ہے مذکورہ بالا حدیث میں روح سے مراد گرائی ہے مجازاً روح
سے گرائی مراد لینے میں معنی متقی اور بہاڑی کے درمیان علاقہ لازم کا ہے یعنی روح کے لئے
گرائی قابل لازم ہوتی ہے۔

بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ روح واپس کرنے سے سرور و شادمانی مراد ہے اس صورت
میں حدیث کا مقدم یہ ہوگا کہ جب کوئی مومن مجھے سلام کرتا ہے تو مجھے مسرت حاصل ہوتی ہے
حضور کی جنگ کے دوران جب مسجد شریف میں اذان و اقامت اور نماز ہو سکتی تھی
اور لوگ مسجد سے باہر تھے۔ اور حضرت سعید بن مسیب مسجد میں اقامت پڑھتے اس وقت
انہوں نے مسجد میں حجرہ شریف اور روضہ انور کے اندر سے اذان و اقامت تین دن تک سنی تھی۔ یہ
واقعہ مشہور ہے اور اہل کوہن بخار و غیرہ نے نقل کیا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے لفظ زیارت کا استعمال امام ایک رحمۃ اللہ علیہ کے
نزدیک ناپسندیدہ ہے جس کی ایک تفصیل وجہ بیان کی جا چکی (ناپسندیدگی کی دوسری وجہ یہ بتائی
گئی ہے کہ زیارت زیادہ ترمیم کو نفع پہنچانے کے لئے ہوتی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم
کی زیارت کی یہ شان نہیں بلکہ خود زائر کو اس سے نفع پہنچتا ہے۔ اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
کی شان اعلیٰ اور کہیں زیادہ بلند ہے۔

مجبور کا مذہب مختار یہ ہے کہ زیارت کا نفل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مکروہ نہیں اور یہ بالکل ظاہر ہے شیخ دہلوی کا یہ خیال ہے۔ اسی مسلک مفتی رک تائید امارت مذکور کے الفاظ میں کر رہے ہیں۔

حرمین شریفین کی زیارت کرنے والے پر اگر حج فرض ہو تو حج سے ابتداء کرے۔ اس لئے کہ فرض غیر فرض پر مقدم ہوتا ہے۔ اور اگر اس نے مدینہ منورہ سے زیارت شروع کی تو یہ بھی جائز ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نفل کا فرض پر مقدم کرنا جبکہ فرض کے فوت ہونے کا خوف نہ ہو جائز ہے۔ (شرح النسک) — اگر حج نفل ہو تو زیارت روضہ النور اور حج میں سے جس سے زائر چاہے ابتداء کرے۔

حج نفل کی صورت میں اسے اختیار ہو گا جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب سے اس کا گزر نہ ہو کیونکہ وہاں سے گزرنے کی صورت میں بہر حال روضہ النور کی زیارت سے ابتدا ناگزیر ہوگی۔ یعنی زائر کو اختیار اس وقت ہو گا جب مدینہ طیبہ اس کے راستے میں نہ ہو اور روضہ النور سے اسے گزرنا نہ ہو۔ اور اگر اس کا گزر مدینہ سے ہو۔ جیسے شام کے دوگ تو اسے قطعاً زیارت نبی ہی سے ابتدا کرنی ہوگی۔ اس لئے کہ زیارت کا اس کے قرب کے باوجود ترک کرنا ناجائز ہے اور قسادت کلی دیں ہے۔

اس صورت میں زیارت نبی صلی اللہ علیہ وسلم وسید بنے گی اور نماز فرض سے پہلے کی سنتوں کے قائم مقام ہوگی۔ (رد المحتار)

جب زائر حسن نیت اور صدق قلب کے ساتھ زیارت کا ارادہ کرے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں زیادہ سے زیادہ درود و سلام پیش کرے اس لئے کہ یہ عمل دنیا و آخرت کی کامرانی کا سبب ہے۔ اور اس سے قبول زیارت کی امید ہوتی ہے۔

مستحسن یہ ہے کہ درود بلا آواز پڑھے۔ اس لئے کہ یہ طریقہ ریاء سے پاک تر ہے اور اگر آواز سے پڑھے تو بھی کوئی حرج نہیں لیکن بہت تیز آواز کے ساتھ نہ پڑھنا چاہئے (مسائل الامکان)

ایک قول یہ ہے کہ زور سے پسنے ہی میں زیادہ خشوع و خضوع پیدا ہو تو زائر کے لئے یہی افضل ہے لیکن اس شرط کے ساتھ کہ یہ طریقہ زیادہ سے پاک اور کسی سونے والے یا نماز پڑھنے والے کے لئے ممکن نہ ہو اور جب جبل مغرب سے قریب پہنچے تو اس کے لئے مستحسن ہے کہ مدینہ منورہ کا نظارہ کرنے کے لئے اس پر چڑھے۔

کہنے والے نے کیا خوب کہا ہے :

قُتِبَ الدِّيارُ بِزَيْدٍ شَوْقَ نَوَالِهِ

لَا سِيَّامًا إِنَّ شَوْرَ جَبَالِهِ

دیار حبیب کا قرب اس کے زائشات کے اشتیاق میں اضافہ کر دیتا ہے بالخصوص حبیب کے جمال کے نور کی اگر جھلک دکھ جائے۔

شیخ دہلوی نے لکھا ہے اگر لوگ اس چڑھنے کو سنت سمجھیں تو ان کے لئے نہ چڑھنا ہی افضل ہے۔ اور جب زار حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کنوؤں کے قریب ذوالحلیفہ کی مسجد میں پہنچے اور اسے اپنے جان و مال کا خطرہ نہ ہو تو اس میں دو رکعت نماز ادا کرے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حج یا عمرہ سے واپس ہوتے تو ذوالحلیفہ کی سنگلاخ زمین پر اپنی سواری بیٹھتے اور نماز ادا فرماتے۔ (الجوہر النظم)

زار جب مدینہ منورہ کے قریب پہنچ جائے تو اپنے اندر زیادہ سے زیادہ خشوع و خضوع اور شوق پیدا کرے۔ اپنی سواری کی رفتار بڑھائے اور اگر پا پیادہ ہو تو تیز چلے۔ یہ ساری باتیں مدینہ منورہ سے محبت کی علامت ہیں۔

شاعر نے کیا خوب کہا ہے :

وَمِنْ مَّذْهَبِي حُبُّ الدِّيارِ لِأَهْلِهَا

وَاللَّعْنُ فِيمَا لَفَشَقُوتِ مَذَاهِبِ

دیار حبیب کی محبت حبیب کے سبب میرا اپنا مذہب ہے اور لوگوں

کے محبت میں مختلف طریقے ہیں۔ (الگ الگ مزاج الگ معشوق رکھتے ہیں
لیکن میرا معشوق تو منزل حبیب ہے)

ہماری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
جب سفر سے واپس تشریف لاتے اور مدینے کی دیواریں نظر آنے لگتیں تو اپنی اونٹنی کو دوڑاتے اور
اگر کبھی اور سواری پر ہوتے تو اسے بھی محبت مدینہ کی وجہ سے تیز کر دیتے۔
زائر زیادہ سے زیادہ درود و سلام پیش کرنے کی کوشش کرے۔

بعض آثار میں آیا ہے کہ عازم زیارت جب مدینہ منورہ سے قریب پہنچ جاتا ہے
تو فرشتے رحمت کے ہدیوں اور طرح طرح کی بشارتوں کے ساتھ اس کا استقبال کرتے ہیں۔
کس نے کیا خوب کہا ہے،

لَطِيبٌ رَسُولُ اللَّهِ طَابَ نَسِيمُهَا

فَمَا السَّيَّئُ وَالْكَافُورُ وَالسُّدُّ الْوَلَطُ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو سے نسیم مدینہ خوشبودار ہو گئی ہے مشک
کیا ہے۔ کافور کیا اور سودا کیا ہے۔ (نسیم مدینہ کے سامنے یہ سب پہنچ ہیں)

مدینہ منورہ کی عمارتوں اور اس کے درختوں پر جب اس کی نظر پڑے تو درود و سلام
میں اور اضافہ کر دے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرے کہ وہ اس زیارت کے طفیل اسے دوزخ جہاں
میں نفع مرمت فرمائے اور یہ دعا بھی پڑھے۔

اے اللہ یہ تیرے نبی کا زم ہے۔ اس
لئے تو اس کو میرے لئے جہنم سے بچاؤ گا
سماں اور عذاب اور بُرے حساب سے
امان کا ذریعہ بنارے۔

اَللّٰهُمَّ هَذَا احَرَمٌ نَبِيَّتِكَ
فَاَجْعَلْهُ وَكَأَيَّةٍ مِّنَ النَّارِ
وَ اَمَّا نَا حَرَمَ الْعَذَابِ وَ
سُوْرَةِ الْحِسَابِ۔

مدینہ میں داخلہ سے قبل کی ہدایات یہ ہیں: مسواک کرنا۔ غسل کرنا یا وضو کرنا۔ غسل افضل

ہے اور اگر یہ داخلہ سے قبل میسر نہ ہو سکے تو مدینہ منورہ میں داخل ہونے کے بعد مسجد نبوی میں داخل ہونے سے قبل ہی کر لینا چاہیے۔ اور اپنی حیثیت کے مطابق سب سے عمدہ کپڑے پہننا یا کپڑا افضل ہے اور سفید زیادہ بہتر ہے۔ اور خوشبو لگانا۔ (الافتیاء)

اور احرام باندھتے وقت جن ناپسندیدہ چیزوں کا جسم سے دور کرنا ضروری ہے مثلاً
موتے بغل اور موتے زیر ناف اور ناخن وغیرہ ان سب کا دور کرنا (البوہر المنظم)
بعض جاہل عوام احرام کا لباس پہنتے ہیں اس سے احتساب کرنا چاہیے۔ اس لئے کہ احرام کا لباس حرم مکہ کی خصوصیات سے ہے۔ (شیخ دہلوی)

مدینہ منورہ پر نظر پڑتے ہی لوگ جو اپنی سواریوں سے اتر جاتے ہیں اور پیدل چلنے لگتے ہیں اس میں کوئی حرج نہیں بلکہ یہ آرٹ اور افضل ہے۔ (البوہر المنظم) میں لکھا ہے بہتر یہ ہے کہ جب زائر سواری سے اتر پڑے اور اس کو قدرت ہو اور پاؤں نہیں ہونے کا خوف نہ ہو تو ننگے پاؤں چلے اور اگر ہو سکے تو مسجد تک لیں ہی جائے۔
کسی نے کیا خوب کہا ہے :

الْبَشَرُ قَدْ حَصَلَ السُّنْفُ وَقَدْ انْقَضَى

زَمَنُ الْجَفَا وَالْوَثْقُ وَثَقَتْ حَلِيبُ

شاد ہو جاؤ آرزوئیں پڑی ہو بیکیں سختی کے دن ختم ہو گئے آبِ تو
خوشگوار وقت ہے۔

”مواہب“ میں لکھا ہے۔ جب قبیہ عبد القیس کے وفد نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا وہ تیزی کے ساتھ اپنی سواریوں سے کود پڑے اور اپنی سواریاں بیٹھائے بغیر ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف تیزی سے بڑھے اور آپ کے پائے اقدس کا بلور یا نہی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس فعل کو ناپسند نہیں فرمایا اور ان کے سردار اشج نے ایک جگہ پڑاؤ کیا۔ غرض کیا نہایت عمدہ کپڑے پہنے۔ سنجیدگی اور وقار کے ساتھ مسجد کی طرف چلے مسجد شریف

میں داخل ہوئے۔ در رکعت نماز ادا کی اور دُعا کی پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ طریقہ پسند فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا۔ تم میں دو ایسی خصلتیں ہیں جو اللہ کو محبوب ہیں بنیدگی اور اطمینان (مسلم و تفسیر کے شیخ دہلوی) پھر زائر مدینہ منورہ میں داخل ہو۔ داخلہ کے وقت بسم اللہ کے بعد یہ آیت پڑھے

رَبِّ اَوْحِنْ لِيْ مَدْخَلَ مِصْدَقِيْ وَ اَخْرِجْنِيْ مَخْرَجَ صِدْقٍ وَ اجْعَلْ

لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ مُلْكًا نَّافِعِيًّا

پھر یہ دُعا پڑھے :

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ

وَصَلِّ اِلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ

اغْفِرْ لِيْ ذُنُوْبِيْ وَ اَنْتَ عَلٰى

اَبْوَابِ رَحْمَتِكَ وَ فَضْلِكَ.

یہ دُعا پڑھنا بھی منقول ہے :

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ عَلٰى اَبْوَابِ رَحْمَتِكَ

وَ اَرْزُقْنِيْ مِنْ رِّزْقِكَ وَ سُوْلُ

اَللّٰهِ صَلَّ اَللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا

دَرَرَتْ اَوْ لِيَاثُكَ وَ اَهْلُ

طَاعَتِكَ وَ اغْفِرْ لِيْ وَ اَحْسِنِ

يَا خَيْرَ مُسُوْلٍ

لے اللہ ہمارے آقا محمد اور ہمارے آقا محمد کی

آل پر درود نازل فرما اور میرے لئے میرے

گناہ بخش دے اور میرے لئے اپنی رحمت

اور فضل کے دروازے کھول دے۔

لے اللہ میرے لئے اپنے رحمت کے

دروازے کھول دے اور مجھے رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے وہ حقہ

مرحمت فرما جو تو نے اپنے ولیوں اور

اطاعت شعاروں کو دیئے ہیں اور مجھے

بخش دے اور مجھ پر رحم فرما بہترین مسؤل

تو ہی ہے۔

بعض علماء نے فرمایا ہے یہ دُعا بھی پڑھنی چاہیے :

لے اللہ یہ تیرے رسول کا رحم ہے تو اس

کو میرے لئے جہنم سے حفاظت کا سامان اور

اَللّٰهُمَّ هٰذَا اَحْرَمُ رَسُوْلِكَ

فَاَجْعَلْ لِيْ وَ قَايَةَ مِنَ النَّارِ

عذاب اور بُرے حساب سے امان کا
ذریعہ بنائے۔

وَأَمَّا نِصَبُ الْعَذَابِ وَصُورِ
الْجَنَابِ

داخل ہونے کے وقت زائر کو ظاہر و باطن دونوں حیثیتوں سے فاش و فاضح رہنا چاہئے
اور اپنے سینے میں مبارک مقام کی عظمت رکھنی چاہئے اور یہ بھی پیش نظر رہنا چاہئے کہ یہ وہی
مقام ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے لئے منتخب فرمایا ہے۔
اور جب چلے تو اس عظیم تصور کو اپنے قلب میں جمائے ہوئے ہو کہ میرے پاؤں جس
جگہ پڑ رہے ہیں قدم ناز مصطفیٰ یہاں پڑ چکے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ مدینہ
منورہ کے راستوں میں ادباً سواری نہ کرتے۔

مسجد سے بلا کسی اہم ضرورت مثلاً مال و زن کی حفاظت وغیرہ کے کہیں اور نہ جائے
عورتوں کو رات میں دروازہ الفز کی زیارت کرنا زیادہ بہتر ہے (شرح الناسک)

اور زائر جب مسجد نبوی میں داخل ہونے کا ارادہ کرے تو باب جبریل سے داخل
ہو۔ اسی دروازہ سے داخل ہونا افضل ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسی دروازہ سے داخل
ہوتے تھے۔ (جمال طبری وغیرہ)

پہلے دایاں پاؤں مسجد میں رکھے اور یہ دعا پڑھے،

اے اللہ ہمارے آقا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
پر اور ہمارے آقا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
کی آل و اصحاب پر درود نازل فرما۔ اے
اللہ میرے لئے میرے گناہ بخش دے اور
میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے
کھول دے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا
مُحَمَّدٍ وَعَلَىٰ اٰلِ سَيِّدِنَا
مُحَمَّدٍ وَتَحِيَّاتُكَ اَللّٰهُمَّ
اغْفِرْ لِيْ ذُنُوْبِيْ وَافْتَحْ
لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ

(فتح القدیر)

مسجد مال میں داخل ہونے سے قبل کچھ صدقہ کرنا مستحب ہے۔ اور صدقہ کا مال

اہل مدینہ کو دینا زیادہ بہتر ہے اس لئے کہ ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوس کا اعزاز حاصل ہے۔ (المجوہر المنظم)

آداب سے یہ بھی بتایا گیا ہے کہ مسجد نبوی شریف میں داخل ہوتے وقت دروازہ پر تھوڑا سا ٹھہرنا چاہیے جیسے داخلے کی اجازت لے رہا ہو۔ ابن عمرؓ نے فرمایا ہے کہ اس کی کوئی اصل نہیں اور حال و آداب کے مناسب بھی نہیں۔

زائر مسجد شریف میں نہایت خضوع و خشوع کے عالم میں اطمینان و وقار کے ساتھ داخل ہو اور مسجد کی زینت اور دوسری جاذب چیزوں سے اپنی نگاہ پست رکھے اور اگر کوئی شخص اس کے پاس آئے تو اس سے چشم پوشی کرے اور اس کی طرف متوجہ نہ ہو۔ اور جب مسجد عالی میں داخل ہو تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل جو اس کو عظمت و نفیست حاصل ہوئی ہے اس کو پیش نظر رکھے اور یہ بھی پیش نظر رہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کی ہدایت اور تابندہ شریعت کی ظاہری اور باطنی تعلیمات کے ساتھ ان کی تربیت کے لئے اسی مسجد میں مستقل تشریف رکھتے تھے۔

صحیح حدیث ہے،

جس نے میری مسجد میں چالیس نمازیں اس طرح پڑھیں کہ اس سے کوئی نافرمانی نہیں ہوئی اس کے لئے جہنم سے آزادی، عذاب سے غواصی اور نفاق سے نجات لکھ دی گئی۔

مَنْ صَلَّى فِي مَسْجِدِي
أَرْبَعِينَ مَسَلَّةً لَا تَفُوتُهُ
مَسَلَّةً كُتِبَ لَهُ بَرَاءَةٌ
مِنَ الْعَذَابِ وَبَرَاءَةٌ مِنَ
النِّفَاقِ۔ (المجوہر المنظم)

پھر زائر منبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہو اور اس کے پاس دو رکعت تحیۃ المسجد ادا کرے۔ پہلی رکعت میں سورۃ کافرون اور دوسری رکعت میں سورۃ اخلاص پڑھے۔

اور اگر فرض نماز کے لئے اقامت کہی جا چکی ہو یا تحیتہ المسجد میں مشغول ہونے سے فرض کے فوت ہونے کا خوف ہو تو وہ تحیتہ المسجد کا پابند نہ رہے گا۔ اور مقصد فرض سے بھی حاصل ہو جائے گا۔

”مواہب“ میں حضرت جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے انہوں نے کہا میں ایک سفر سے واپس ہوا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ مسجد کے صحن میں تشریف فرما تھے آپ نے فرمایا کیا تم نے مسجد میں داخل ہو کر نماز پڑھی؟ میں نے عرض کیا نہیں۔ آپ نے فرمایا مسجد جاؤ اور اس میں نماز ادا کرو پھر مجھے سلام عرض کرو۔

زار نماز کے لئے محراب کے کنارے منبر سے متصل کھڑا ہو۔ کھڑے ہونے کی جگہ کی علامت لوگوں نے یہ بتائی ہے کہ منبر شریف کا ستون اس کے دائیں منڈے کے مقابل اس ستون کے سامنے ہو جس کے نیچے صندوق۔ نہ اندر مسجد کے قبلہ کی ٹکڑی اس کے نظروں کے سامنے ہو۔ (رسائل الارکان)

لیکن صندوق اور ستون وغیرہ کا یہ تعارف مسجد شریف میں آگ لگنے سے قبل کا ہے اس وقت ان میں کوئی چیز باقی نہیں (منسک کبیر) اس لئے اب کھڑا ہونے والا سنگ مرمر سے آراستہ مقام جو محراب بنی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے مشہور ہے اس کے مغربی جانب کو ترجیح دے۔ اور اگر وہ اس محراب سے اس قدر کچ اور منحرف ہو کہ وہ محراب اس کے بائیں جانب ہو تو بس وہی کھڑے ہونے کی جگہ ہے یہ جگہ روضۃ الزور اور آپ کے منبر شریف کے بیچ میں واقع ہے جسے روضۃ تین ریاض الجنۃ جنت کی کباریوں میں سے ایک کیاری فرمایا گیا ہے۔ یہ مقام چکر حوض کی مانند ہے۔ اس کا طول روضۃ الزور اور منبر شریف کا درمیانی حصہ ہے اس کے عرض کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ اس کے عرض کی مدد جانب شمال میں ستون حضرت علی رضی اللہ عنہ ہے۔ اکثر علماء کا یہی قول ہے اور کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ ستون وفود کی صف ہے بعض نے اس قول کو صحیح بتایا ہے۔ (شرح المناسک)

روقتہ اُرد اور منبر شریف کا درمیان حصہ ساڑھے تیرپن ہاتھ کے بعد رہے (فتح القدیر)
اگر وہ اس خاص مقام پر کامیاب نہ ہو سکے تو منبر سے متصل کیارسی کے اندر قریبی مقام پر۔ اگر
یہ بھی نہیں تو اس سے قریب مقام پر کھڑا ہو۔ نماز کے بعد اللہ کا سجدہ شکر بجالائے جس نے
اس کو اس منظم نعمت کی توفیق بخشی ہے۔ (الاختیار)

یہ سجدہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی بنا پر ہوگا۔ ان کے نزدیک ایک سجدہ شکر مشروع
ہے یا اس بنا پر کہ اس وقت سجدہ شکر ہمارے تینوں ائمہ کے نزدیک متفق ہے ان اس کے
علامہ کسی اور موقع پر سجدہ شکر روا ہے یا نہیں اس میں اختلاف ہے (رسالہ الارکان)
نماز و سجدہ کے بعد حسب مرضی دعا کرے۔

بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ (حضرت ابو ہریرہ) نبی صلی
اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْبَرِي عَلَى حَوْضٍ | میرا منبر میرے حوض پر ہے

بعض علماء کی تشریح کے مطابق اس کا مطلب یہ ہے کہ جس نے منبر شریف کے پاس
مستقل اللہ کی مبارک کی اسے حوض کوثر سے پایا جائے گا۔

اکثر علماء نے یہ تشریح کی ہے کہ یہ منبر بعینہ جس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں خطبہ
دیتے تھے اور جس پر یہ ارشاد فرمایا۔ مَنْبَرِي عَلَى حَوْضٍ اسی کو اللہ تعالیٰ آپ کے حوض
پر واپس لے جائے گا۔ قاضی عیاض نے اسی تشریح کو ظاہر قرار دیا ہے اور بعض کا یہ بھی خیال
ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ان کے حوض پر ایک منبر ہوگا۔ (یعنی)

صحیح قول کے مطابق آپ کے منبر شریف کا طول دو ہاتھ، عرض ایک ہاتھ اور اس کی
سیڑھیاں تین اور ہر سیڑھی کا طول ایک باشت تھا۔ امیر المؤمنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ
عنہ نے سب سے پہلے منبر شریف کو قبلی کپڑے سے ملبوس فرمایا۔

مروی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں مروان کو لکھا کہ وہ

منبر شریف ان کے پاس روانہ کر دے۔ مروان نے اس کو اکھڑنے کا حکم دیا گیا۔ جب اس نے منبر کو اس کی جگہ سے ہلایا۔ سورج میں گہن لگ گیا۔ دُنیا تاریک ہو گئی اس حد تک کہ تارے نکل آئے پھر اس نے (مروان نے) تقریر کی اس نے کہا مجھے امیر المؤمنین نے حکم دیا تھا کہ میں اس کو اٹھاؤں پھر اس نے بڑھئی کو ہلایا۔ چھیڑھیاں مزید بڑھیں اور منبر شریف اس پر رکھ دیا اس طرح (فیزجیوں کا منبر ہو گیا) پھر غلیظہ مہدی نے اس کی مقدار میں مزید اضافہ کرنا چاہا تو امام ماک رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو منع فرمایا۔

جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا یہ منبر امتداد زمانہ کے سبب بوسیدہ ہو گیا تو بعض خلفائے عباسیہ نے نیا منبر بنایا اور منبر شریف سے بغرض تبرک کنگھیاں بنائی گئیں۔
 پھر خلفائے عباسیہ کا بنایا ہوا منبر ۶۵۲ء میں آگ کی نظر ہو گیا اسی طرح آج تک سلاطین وقت کا تو بہ منبر شریف کی تجدید کی طرف ہوتی رہی (جذب القلوب)
 بخاری نے حضرت عبداللہ بن زید مازنی سے روایت کی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

ما بَيْنَ بَيْتِي وَمَنْبَرِي	میرے گھر اور منبر کے درمیان کا حصہ جنت
رَوْضَةٌ مِّنْ رَّيَاحِنِ الْجَنَّةِ	کی کھادیں ہیں سے ایک کھادی ہے۔

زرقانی نے اس کی تشریح فرمائی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد میں بیتی سے مراد آپ کے گھروں میں ایک گھر ہے سب نہیں یعنی حجرۃ عائشہ رضی اللہ عنہا جس میں روزنہ نور ہے۔ اس لفظ کے ساتھ حدیث بھی موجود ہے۔
 طبرانی نے "اوسط" میں یہ روایت نقل کی ہے :

ما بَيْنَ الْمَنْبَرِ وَبَيْتِ عَائِشَةَ	منبر اور عائشہ کے گھر کا درمیان کا حصہ جنت
رَوْضَةٌ مِّنْ رَّيَاحِنِ الْجَنَّةِ	کی کھادیں ہیں سے ایک کھادی ہے۔

ایک روایت یہ بھی ہے :

میرے حجرو اور میری نماز پڑھنے کی جگہ
کے درمیان

مَابَیْنِ حُجْرَتٍ وَمُصَلَّی

یعنی مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کی جگہ اور میرے حجرے کے درمیان یہ کیاری واقع ہے۔
بعض نے حدیث کے لفظ "مُصَلَّی" کو عید گاہ پر محمول کیا ہے جو مدینہ منورہ کے شہر پناہ کے
باہر مکہ مکرمہ کے راستے میں واقع ہے۔

بزار اور طبرانی کی روایت میں بیسی کی جگہ لفظ "قبری" موجود ہے۔ ماس ایک ہی
ہے اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا روضہ الفرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرو میں ہے اور یہی
حجرو ان کا گھر بھی ہے۔ حدیث کا معنی یہ ہے کہ اس حصہ میں عبادت جنت کے باغ نکلت
پہنچاتی ہے۔ (مواعظ لدنیہ)

لیکن اس میں کام ہے۔ اس لئے کہ اسی جگہ کی یہ خصوصیت تو ہے نہیں۔ حدیث کا قصد
صرف اس مقام کی عظمت کا اظہار ہے۔ یا یہ مفہوم ہے کہ وہ حصہ رحمت کے نازل ہونے میں
جنت کے باغات میں سے ایک باغ کے مثل ہے یا یہ مطلب کہ وہ حصہ جنت سے کاٹ
کر لایا گیا ہے اگرچہ بھوک وغیرہ سے مانع نہیں۔ کیونکہ یہ دنیاوی اوصاف کا حامل ہو گیا ہے
جیسے حجر اسود۔

یہ بھی جنت کا ایک یا قوت (ایک بہت قیمتی پتھر) ہے۔ بنی آدم کے گناہوں
سے یہ سیاہ ہو گیا ہے ورنہ چمکتا تھا اس طرح ان دو ٹکڑوں میں جنت کے بعینہ اوصاف
نہیں رونگٹے ہیں۔

"لمعات" میں شیخ مفتی نے لکھا ہے کہ معتقین کا کہنا ہے کہ یہ ارشاد و گرامی
حقیقت پر محمول ہے اس طرح کہ بروز قیامت یہ جگہ بعینہ جنت الفردوس اعلیٰ میں منتقل کر
دی جائے گی اور جنت کی کیاریوں میں ایک کیاری ہو جائے گی۔ دنیا کی اور جگہوں کی طرح یہ
فنائن ہوگی۔

یعنی نے کہا ہے کہ بہت سے علماء نے اس حدیث کے ظاہری معنی لئے ہیں اور یہ فرمایا ہے کہ یہ جگہ بعینہ جنت میں لے جالی جائے گی۔ ابن حجر مستطانی اور اکثر محدثین نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے اور ابن فرعون نے بھی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے یہی قول نقل کیا ہے۔

پھر زائرِ اُوب سے اُٹھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مقدس کی طرف متوجہ ہو۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے،

نَفْسِ الْفَيْدِ أَوْ لِقَابِ أَنْتَ سَائِكُمْ

فِيهِ الْعَفَافُ وَفِيهِ الْجُودُ وَالْكَرَمُ

میرے جان نثار اس قبر پر جس میں آپ تشریف فرما ہیں۔ اسی میں پاکبازی بھی ہے اور اسی میں جو در و کم بھی۔

مردی ہے کہ روزانہ فجر کے وقت ستر ہزار فرشتے اُترتے ہیں۔ روضہ النور کو گھیرے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں درود پیش کرتے ہیں یہی سلسلہ شام تک جاری رہتا ہے پھر وہ اوپر واپس چلے جاتے ہیں اور انہیں کی مثل (ستر ہزار) اُترتے ہیں اور یہ بھی فجر تک ایسے ہی کرتے ہیں (روضہ النور کو گھیرے ہوئے درود و سلام میں مشغول رہتے ہیں) اور یہی سلسلہ قیامت تک رہے گا۔ (بیہقی)

”الجموہر المنظم“ میں مرقوم ہے بعض علماء نے فرمایا ہے کہ زائر کے لئے بہتر یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے پاؤں کی طرف سے حاضر ہو۔

اس طرح آنے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کی طرف سے آنے کے مقابلے میں کہیں زیادہ اُوب ہے۔

لیکن (ظاہر اس کے برعکس ہونا چاہیے اس لئے کہ سر مبارک سے شروع کرنے میں

سب سے اشرف پھر اس سے کم اشرف کو مقدم کرنے کی ترتیب ملحوظ ہوتی ہے۔ اس لئے یہی صورت انتہام میں کسی بھی شکل سے زیادہ بہتر بلکہ زیادہ باادب بھی ہے۔

پھر وہ وہاں نماز میں کھڑے ہونے کی طرح کھڑا ہو (الاختیار)
اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھے ہوئے۔ (کرمان) استقبال قبلہ کئے ہوئے شروع و
خروج کے عالم میں ہو۔

”فتح القدیر“ میں ہے کہ زائر جب روضہ مطہرہ پر حاضر ہو تو اس کی دیوار کی طرف اس کا
چہرہ اور قبلہ کی طرف اس کی پشت ہو۔ ستون سے چار ہاتھ دور کھڑا ہو یہ ستون روضہ مطہرہ کی
دیوار کے گوشہ میں روضہ الزکریا کے سر ہانے واقع ہے۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے انہوں (ابن عمر)
نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس پر قبلہ کی طرف سے حاضر ہونا اور اپنی پشت قبلہ
کی طرف اور اپنا چہرہ روضہ الزکریا کی طرف کر کے یہ کہنا سنون ہے۔

لے نبی آپ پر سلام اور اللہ کی رحمت اور
اس کی برکتیں۔ لے اللہ کے رسول میں شہادت
دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اس
کا کوئی شریک نہیں اور آپ اس کے
بندے اور اس کے رسول ہیں۔

السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ
وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ
إِنِّي أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا
اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَنَّكَ
عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ۔

”البحر المنظم“ میں ہے۔ زائر جب روضہ الزکریا پر حاضر ہو تو قبلہ کی طرف اس
کی پشت ہو اور آپ کے چہرہ مبارک کی طرف اس کا چہرہ ہو۔ اس کی علامت سنہرے پانی
چڑھی چاندنی کی کیس ہے۔ یہ کیس روضہ الزکریا کی دیوار میں لگے ہوئے ایک سرخ سنگ مرمر کے
ٹکڑے میں گڑھی ہوئی ہے۔ یہی کیس آپ کے چہرہ مبارک کے سامنے ہے۔ اس طرح جو
شخص بھی اس کیل کے سامنے ہو گا وہ چہرہ مبارک کے بھی سامنے ہو گا۔ اور جب وہ وہاں

کھڑا ہوگا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کے سامنے کھڑا ہوگا۔

اُرد اگر وہ بیٹھ جائے تو بھی کوئی حرج نہیں لیکن کھڑا ہونا منقول ہے اور اُوب بھی اس میں نسبتاً زیادہ ہے۔

اگر وہ بیٹھے تو روزانہ بیٹھے یا سرین پر سہارا لے کر بیٹھے اس لئے کہ یہ طریقہ چہار زانو یا کھجی اور طرح بیٹھنے سے سب سے زیادہ مستحب و ستم کے اُوب کے زیادہ مناسب ہے۔ (المعجم المصنوع)

روضہ نور سے تین ہاتھ کی دُوری پر رہنا چاہیے جیسا کہ ابن عبد السلام نے بتایا ہے۔ یا چار ہاتھ کی دُوری پر جیسا کہ نووی کی "ایضاح" میں ہے۔ اس سے زیادہ قریب نہ رہنا چاہیے۔

زرقانی نے لکھا ہے یہ بات زمانہ اولیٰ کے اعتبار سے تھی لیکن اب تو مرقد نور پر ایک چھوٹا سا حجرہ ہے جو زائر کو قریب ہونے سے خود مانع ہوتا ہے اور زائر اب جالی کے سامنے کھڑا ہوتا ہے بعض نے یہی کہا ہے۔

ابن حجر نے لکھا ہے دُوری جتنی زیادہ ہو اتنا ہی زیادہ بہتر ہے۔ اسی میں زیادہ اُوب ہے۔

بعض علماء نے فرمایا ہے زائر روضہ مکرم سے اتنا دُور ہے جتنا ان کی حیات طیبہ میں حاضر ہوا تو وہ دُور رہتا

جس سے ظاہر ہے کہ یہ دُوری اشخاص اور حالات کے اعتبار سے مختلف ہوگی۔ "نظام المستحبات" میں لکھا ہے کہ زائر حجرہ شریف سے ایک نیزے کے بقدر دُوری پر کھڑا ہو۔ وہاں کی ظاہری آرائش کی طرف متوجہ نہ ہو بلکہ اس کی نگاہ اس قدر پست ہو کہ زمین پر یا روضہ نور کے سامنے کی دیوار کے نیچے حصے پر پڑ رہی ہو۔

روضہ نور کی دیوار پر ہاتھ رکھنا چھوٹا اور چھوٹا نہ چاہیے۔ اس لئے کہ روضہ نور

کی دیوار پر ہاتھ پھیرنا یا اس کا بوسہ لینا مکروہ ہے جیسا کہ نووی نے لکھا ہے اور نہ اس سے چپکن چاہیے۔ (شرح النکاح)

”الجوہر المنظم“ میں مرقوم ہے: میمی اور ہائے دوسرے آئمہ نے فرمایا ہے۔ پشت دشکلم کا روضۃ الزکر کی دیوار سے لگانا مکروہ ہے، مناسب ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم پاک کو گھیرے ہوئے دیوار بھی روضۃ مقدسہ کی دیوار کے حکم میں ہے اور اس سے بھی پشت وغیرہ لگانا مکروہ ہو۔ روضۃ انور کی طرف رخ کر کے سجدہ نہ کرنا چاہیے اور نہ اپنا چہرہ منی سے آلودہ کرنا چاہیے ہاں جس شخص پر وجہ کا غلبہ ہو جائے تو وہ معذور ہے۔

وجہ کی مثالوں میں عمدہ سند کے ساتھ مروی یہ روایت ہے: حضرت بلال رضی اللہ عنہ جب شام سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۃ الزکر کی زیارت کے لئے حاضر ہوئے تو رونے لگے اور اپنا چہرہ مرقد اطہر پر رگونے لگے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت بھی منقول ہے: جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کیا گیا انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مرقد الزکر سے ایک مشت خاک اٹھائی اور اس کو اپنی آنکھوں پر رکھا اور رونے لگیں۔ (الجوہر المنظم)

جالی شریف کا بوسہ لینا چاہیے۔ اسی طرح کے اور کام جے جاہل ادب جانتے ہیں اور شریعت میں وہ جائز نہیں اس سے احتراز کرنا چاہیے۔

اگر ان میں سے کوئی فعل کیفیت وجہ کے غلبہ اور شوق و محبت کے حامی ہو جانے کے سبب سے سرزد ہو جائے تو معذور ہے۔ (شیخ وحوی)

نووی نے ”ایضاح“ میں لکھا ہے جس کے دل میں یہ خیال آئے کہ مسیح وغیرہ کرنے میں بہت برکت ہے یہ اس کی لاعلمی اور غفلت ہے اس لئے کہ خیر و برکت تو صرف اس میں ہے جو شریعت اور علماء کے ارشادات کے موافق ہو، مسیح مصلیٰ کی خلاف ورزی میں ثواب و فضیلت کا حصول ممکن نہیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے روایت ہے انہوں نے ایک شخص کو اپنا ہاتھ روضہ النور پر رکھے ہوئے دیکھا۔ اس سے اس کو منع کیا اور فرمایا ہم اس سے اس حد تک قریب ہونا چاہیں نہیں سمجھتے۔ اور یہی تفصیل سے معلوم ہوا کہ اولیاء کرام کے مزارات کا چھونا اور ان کا بوسہ لینا مکروہ ہے۔ ہاں زائر پر وجہ و مال کا غلبہ ہو جائے تو مکروہ نہیں۔ (ابن حجر)

زمانی نے ملی سے نقل کیا ہے۔ روضہ النور کا بقعہ تبرک بوسہ لینا مکروہ نہیں۔ نووی نے فرمایا ہے اس کی کراہت ہی صحیح ہے۔ علماء نے یہی فرمایا ہے اور اس سے زیادہ تر علماء نے اتفاق کیا ہے۔

کبھی کبھی بعض لوگوں پر شوق و محبت کا ایسا غلبہ ہو جاتا ہے کہ ان کی نظروں سے حجابات اٹھ جاتے ہیں اور ان کا حال ایسا ہو جاتا ہے گویا وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کا اپنے قریب سے مشاہدہ کرتے ہوں۔

اس کی مثال حضرت ابوالیوب رضی اللہ عنہ کا روضہ منظرہ سے پیشنا ہے یہاں تک کہ مردان نے ان سے ان کی گردن پکڑ کر کہا تھا۔ تمہیں خبر بھی ہے کیا کر رہے ہو وہ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا ہاں میں تمہارا اینٹ کے پاس نہیں آیا ہوں میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ (المجوہر المنظم)

زائر روضہ مبارک کے گرد طواف نہ کرے۔ طواف کعبہ مکرمہ کی خصوصیات سے ہے اس لئے انبیاء و اولیاء کے مزارات کے گرد حرام ہو گا۔ ابن حجر نے لکھا ہے کہ نووی نے اس کو بافتاق علماء نقل کیا ہے۔ روضہ النور کے لئے بقعہ رکوع ممکن ہی حرام ہے اور صرف سر اور گردن جھکانا مکروہ ہے (ابن حجر)

وہاں کی زمین بھی نہ چومنی چاہیے۔ یہ بھی بدعت ہے لیکن ابن حجر نے یہ بھی فرمایا ہے جو شخص اس پوزیشن میں ہو کہ اس کے حواس و شعور کام نہ کرتے ہوں (وجہ کاغلبہ ہو) اور اس سے اس طرح کا فعل سرزد ہو تو قابل اعتراض بات نہیں۔ روضہ النور کی طرف ہرگز ہرگز ناز یا غیر ناز

میں پشت نہ کرنی چاہیے مگر جب کہ اس کے عوارہ کوئی چاہا کار ہی نہ ہو۔

اگر روضہ انور اور زائر کے درمیان دیوار وغیرہ کا پردہ حائل نہ ہو تو مزار انور کی طرف رخ کر کے بقتصد تبرک یا بقتصد تعظیم نماز پڑھنا روا نہیں اور اگر اس نے روضہ انور کی عبادت کا ارادہ کیا تو کافر ہو گیا۔

حجرہ شریف کے پیچھے نماز مکروہ نہیں جبکہ مزار انور کی طرف چہرہ کرنا مقصود نہ ہو اور تہاب بھی روضہ انور کے مقابل اس کی کسی بھی جانب سے اس کا گزرنہ خواہ مسجد شریف اور دیوار کے باہر ہی سے کیوں نہ ہو وہ کھڑا ہو جائے اور درود و سلام پیش کرے۔

امام ہانک رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا اس شخص کے پاسے میں آپ کا کیا خیال ہے جس کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب سے بار بار گزر ہو کیا وہ ہر بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام عرض کرے گا۔ انہوں نے فرمایا: ہاں، میرے نزدیک اس پر یہ لازم ہے۔

آپ کے متقلین میں ابی ریشہ نے اس کی وضاحت یہ کی ہے کہ معنی یہ ہے کہ گزرنے والے پر جب جب گزرے اور جس وقت بھی گزرے آپ کی خدمت میں سلام عرض کرنا لازم ہے۔

ابن حجر نے فرمایا ہے ابن رشد کے اس لزوم سے سلام کی تاکید مقصود ہے بعض جاہل عوام بغرض تقرب صیغائی کجور مسجد شریف میں کھلتے ہیں اور اس کی گھنٹی اس میں ڈالتے ہیں یہ فعل بدعت اور ناپسندیدہ ہے۔ (الناک)

بعض نے اس کجور کا صیغائی نام رکھے جانے کی وجہ یہ روایت بتائی ہے جسے سید حموی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے انہوں نے جواباً میں کہا میں ایک دن مدینہ

سے اور آپ جب کہ مزار پاک کے ارد گرد دیوار قائم ہے جس پر گنبد پاک تعمیر کیا گیا ہے تو مزار پاک کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کی کوئی صورت ہی نہیں۔ ۱۱

کے کس باغ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک
حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے
ہاتھ میں ایک لہجور کے درخت سے ہمارا گنڈا ہوا کھجور کا درخت چینیامہ محمد اللہ کے بول ہیں
اور یہ علی سیف اللہ ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے
اور ان سے فرمایا اس کا نام صیہانی رکھ دو۔ اسی دن سے اس کا نام صیہانی (چینج لگانے والا)
ہو گیا۔

ابن جوزی نے اپنی "موضوعات" میں اس سے کچھ مزید تفصیل پر مشتمل یہ حدیث
نقل کی ہے اور اس کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ موضوع ہے۔ (ابن حجر)
اب زرارہ سراپا خضر و خضر بن کر حضور کی صورت پاک کا تصور باندھ کر بکھروا ان
کی بارگاہ میں ہے جو زندہ ہیں اس کا حال جانتے اور اس کا کام سنتے ہیں۔

کثرت گنہ کا احساس ہو اور حضور قلب کے ساتھ متوسط آواز سے یہ کہے اس کا خیال
رکھے کہ آواز بلند نہ ہو اور نہ بالکل پست ہو۔ التَّسْلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ

وَرَحِمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے یہ منقول ہے۔

اور "شفاء" میں ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ دفعۃً مقدمہ پر حاضر
ہوتے تو یہ کہتے: التَّسْلَامُ عَلَى النَّبِيِّ التَّسْلَامُ عَلَى ابْنِ كَبْرٍ التَّسْلَامُ عَلَى ابْنِ
پھر وہ واپس ہوتے۔

بعض علماء نے یہ فطیل سلام پیش کرنا پسند فرمایا ہے۔ اس پر اکثر حضرات
کامل ہے۔

اے اللہ کے رسول آپ پر سلام اے اللہ
کے نبی آپ پر سلام اے اللہ کے مخلص

التَّسْلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ
التَّسْلَامُ عَلَيْكَ يَا نَبِيَّ اللَّهِ

اَسْلَامٌ عَلَيْكَ يَا صَفْوَةَ اللَّهِ
 اَسْلَامٌ عَلَيْكَ يَا خَيْرَ خَلْقِ اللَّهِ
 اَسْلَامٌ عَلَيْكَ يَا خَيْرَةَ اللَّهِ مِنْ
 جَمِيعِ خَلْقِهِ اَسْلَامٌ عَلَيْكَ يَا سَيِّدَ
 وَلَدِ اَدَمَ اَسْلَامٌ عَلَيْكَ يَا حَبِيبَ
 اللَّهِ اَسْلَامٌ عَلَيْكَ يَا بِنْتَ الرَّحْمَةِ
 اَسْلَامٌ عَلَيْكَ يَا شَفِيعَ الْاُمَمِ
 اَسْلَامٌ عَلَيْكَ يَا سَيِّدَ الْمُرْسَلِينَ
 اَسْلَامٌ عَلَيْكَ يَا خَاتَمَ النَّبِيِّينَ
 اَسْلَامٌ عَلَيْكَ يَا مُزْمِلُ
 اَسْلَامٌ عَلَيْكَ يَا مُدَثِّرُ
 اَسْلَامٌ عَلَيْكَ وَعَلَى اَهْلِ بَيْتِكَ
 الطَّيِّبِينَ الْكَذِبُ اَذْهَبَ اللَّهُ
 عَنْهُمْ الرَّجْسَ وَطَهَّرَهُمْ تَطْهِيرًا
 جَزَاكَ اللَّهُ عَنَّا اَفْضَلَ مَا جَزَا
 نَبِيًّا عَنْ قَوْمِهِ وَرَسُولًا عَنْ
 اُسْتِهِ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللَّهُ
 وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَاَشْهَدُ اَنَّكَ
 عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ وَاَشْهَدُ اَنَّكَ
 سَدِّ بَلْعَتِ الرِّسَالَةِ وَاَدْنَيْتِ
 الْاَمَانَةَ وَاَنْصَحْتَ الْاُمَّةَ وَكُنْتِ

آپ پر سلام۔ اے اللہ کی مخلوق میں سب سے
 بہتر آپ پر سلام۔ اے اللہ کی مخلوق میں سب
 سے افضل آپ پر سلام۔ اے بنی آدم کے
 سرور آپ پر سلام۔ اے اللہ کے محبوب
 آپ پر سلام۔ اے رحمت کے نبی آپ پر
 سلام۔ اے امت کی شناعت فرمانے والے
 آپ پر سلام۔ اے رسول کے سرور
 آپ پر سلام۔ اے آخری نبی آپ پر
 سلام۔ اے کئی اڑھنے والے آپ پر
 سلام۔ اے چار پٹنے والے آپ پر
 سلام۔ آپ پر اور آپ کے پاک ہا بیت
 پر سلام جن سے اللہ تعالیٰ نے گندگی دور
 فرمادی اور انہیں خوب پاک و صاف
 کر دیا۔

اللہ ہماری طرف سے آپ کو بہتر جہاد
 فرمائے جو اس نے کسی نبی کو ان کی قوم کی
 طرف سے عطا فرمایا۔ اور کسی رسول کو ان کی
 امت کی طرف سے رحمت فرمایا۔ میں
 شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود
 نہیں اس کا کوئی شریک نہیں اور شہادت
 دیتا ہوں کہ آپ اس کے بندے اور اس

الْغُصَّةَ وَادْعَتْكَ الْمُجَبَّةَ وَجَاءَتْكَ
 مِنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَقَاتَلَتْ عَلَى دِينِ
 اللَّهِ حَتَّى أَتَاكَ الْيَقِينُ يُصَلِّ اللَّهُ
 عَلَى رُوحِكَ وَجَسَدِكَ وَقَبْرِكَ
 صَلَوةً وَآخِرَةً إِلَى يَوْمِ الدِّينِ
 يَا رَسُولَ نَحْنُ وَفُتُكَ وَرُؤَاؤُ
 قُبْرِكَ جُنَّاكَ مِنْ بَلَدٍ شَابِعَةٍ
 وَتَوَاحِي لَعَبِيدَةٍ قَامِدِينَ قَضَاءِ
 حَقِّكَ وَالتَّنْظَرُ إِلَى مَا شَرِكَ وَالْيَأْمَانُ
 بِسَيِّدِيَارَتِكَ وَالْإِسْتِشْفَاعُ بِكَ
 إِلَى رَبِّكَ فَإِنَّ الْخَطَايَا كَذَلِكَ قَصَمَتْ
 ظُهُورَنَا وَالْأَذْرَارُ قَدْ أَتَمَلَّتْ
 كَوَهِمْنَا وَأَنْتَ الشَّانِعُ الشُّفْعُ
 السَّوْعُوذُ بِالشَّفَاعَةِ وَ
 السَّقَامُ الْحَمْدُ وَرَقْدُ قَالَ
 اللَّهُ تَعَالَى وَلَوْ أَنَّكُمْ أَنْظَلْتُمْ
 أَنْفُسَهُمْ جَاءَتْكُمْ فَاسْتَغْفِرُوا
 اللَّهُ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ
 لَوَجَدَ اللَّهُ تَوَّابًا رَحِيمًا
 وَرَقْدُ جُنَّاكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ
 لِأَنْفُسِنَا مُسْتَغْفِرِينَ لِدُنُوبِنَا

کے رسول ہیں اور شہادت دیتا ہوں کہ رسالت
 آپ نے پہنچا دی امانت آپ نے ادا
 کر دی اور امت کی خیر خواہی فرمائی اور
 غم و اندوہ دور کئے اور جمعیت واضح کر دی
 اور اللہ کے راستے میں جہاد فرمایا اور اللہ کے
 دین کے لئے قتال کیا حتیٰ کہ آپ کا پیغام اہل
 آیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی روح۔ آپ کے جسم اور
 آپ کے مرقہ پر قیامت تک مسلسل اپنی
 رحمتیں نازل فرماتا ہے اے رسول ہم آپ کی
 زیارت کرنے والے آپ کی خدمت میں
 مقاصد کے کرماء ہیں آپ کا حق ادا کرنے
 کے ارادہ سے اور آپ کے آثار دیکھنے کے
 لئے اور آپ کی زیارت سے برکت حاصل کرنے
 اور آپ کو اپنے پروردگار کے پاس سفارش بنانے
 کے ارادے سے آپ کی خدمت میں درواز
 شہروں اور علاقوں سے حاضر ہوئے ہیں بلاشبہ
 گنہگاروں نے ہمارے پشتوں کو توڑ رکھا ہے اور
 بوجھوں نے ہمارے کندھوں کو بوجھل کر رکھا ہے
 آپ ہی وہ شفیع ہیں جن کی شفاعت قبول کی
 جائے گی آپ ہی سے شفاعت اور مقام محمود
 کا وعدہ کیا گیا ہے۔ اللہ کا ارشاد ہے ”اور اگر

فَاَشْفَعْ لَنَا اِلٰى رَبِّكَ وَاسْأَلْهُمْ
اَنْ يَّمِيتَنَا عَلٰى مَشِيَّتِكَ وَاَنْ
لَّا يَجْعَلَ هٰذَا اٰخِرَ الْعَهْدِ
مِنْ قَبْلِكَ وَيَسِّرْ لَنَا الْعُودَ
اِلَيْهِمْ وَاَنْ يَجْشَرَ نَافِيْ زُمْرَتِكَ
وَاَنْ يُّوَرِّدَنَا حَوْضَكَ وَاَنْ
يَسْقِيَنَا بِكَأْسِكَ غَيْرَ خَرَّآيَا
وَلَا نَادِمِيْنَ الشَّفَاعَةَ
الشَّفَاعَةُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

وہ آپ کے پاس آتے جب انہوں نے
اپنی جانوں پر ظلم کئے پھر وہ اللہ سے مغفرت
چاہتے اور رسول بھی ان کے لئے مغفرت
طلب فرماتے تو وہ یقیناً اللہ کو بہت زیادہ توبہ
قبول کرنے والا مہربان پاتے ہم اپنی جانوں پر
ظلم کئے ہوئے اپنی گناہوں سے مغفرت
چاہتے ہوئے حاضر ہوئے ہیں آپ ہمارے
لئے اپنے رب کے پاس شفاعت فرمائیے
اور اس سے سوال کیجئے کہ وہ ہمیں آپ کی سنت
پر خاتمہ نصیب کرے اور یہ بھی کہ وہ ہماری
اس ماضی کو آپ کے رحمہ النور کی آخری
حاضری نہ بنائے اور ہمارے لئے پھر آنا نصیب
کرے اور ہم کو (بزرگ حشر) آپ کی جماعت
میں مبعوث کرے اور ہم کو آپ کے حوض پر
لائے اور ہم کو آپ کا جام پلائے اس طرح
کہ ہم رواۃ اودام نہ ہوں۔

الشفاعة الشفاعة يا رسول الله، تین بار کہے۔

اے ہمارے رب ہم کو اور ہمارے بھائیوں کو جو
ایمان پر ہم سے پہلے گذر گئے بخش دے۔

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ
سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ. (الآیۃ)

پوری آیت پڑھے۔

يَا اَكْثَرُ الْخَلْقِ مَا لِي مِنَ الْخَوْفِ بِهِ ۝

ماوراء النہر کے وقت میرا آپ کے سوا کوئی
 نہیں جس کی پناہ لوں

یہ بعید بات ہے کہ امیدواران کے
 الطاف و کرم سے محروم ہو یا ان کا ہمسایہ
 بلا اعزاز واپس ہو۔

سَوَاتٍ عِنْدَ حُفُولِ الْحَادِثِ
 الْعَسِيمِ .

كَأَشَاءَ أَنْ يُخَرِّمَ السَّرَّاجُ
 مَحَارِمَهُ أَوْ يَرْجِعَ النِّجَارُ مِنْهُ
 عَيْبَرُ مَخْشَرَمِ

پھر بارگاہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں جنہوں نے سلام پیش کرنے کو کہا ہے۔

فَاثَرُ ان كاسلام اس طرٹ پیش كر۔ السَّلَامُ عَلَيْكَ مِنْ قُلَانِ بْنِ مُلَانِ
 آپ کو فلان بن فلان کا سلام۔ وہ آپ سے آپ کے رب کے پاس شفاعت کا طالب
 ہے آپ اس کی اور تمام مسلمانوں کی شفاعت فرمائیے اور اگر سلام عرض کرنے والے کا نام
 بھول گیا ہو تو اس طرح کہے۔

السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 بِالسَّلَامِ عَلَيْكَ .

آپ کو ان کا سلام جنہوں نے بھٹ سلام عرض کرنے
 کے کہنا ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سلام پہنچانے کے لئے شام سے مدینہ منورہ تات
 بھیجتے تھے۔ یہ صحیح حدیث بیہقی نے "شعب الایمان" میں روایت کی ہے۔

اس سے یہ مسئلہ بھی مستنبط ہوتا ہے کہ سلام پہنچانے کے لئے کسی کو اجرت پر ملے کر
 لینا جائز ہے جس شخص کو مذکورہ ہدایات پر عمل کرنے کے لئے وقت نزل سکے یا اسے یاد کرنے
 کی قدرت نہ ہو تو جو ممکن ہو وہی کرے۔ (فتح القدیر)

جب تک حضور قلب حاصل اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا رعب و قار و دل و دماغ پر
 مادی رہے سلام و دعا میں طولانی بہتر ہے اور اگر ایسا ہو تو کم پر اکتفاء کرنا بھی بہتر

ہے (ابن جریر)

پھر یہ آیت کریمہ شریا پر زائد بار پڑے۔

بیشک اللہ اور اس کے فرشتے نبی و صل اللہ
علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو
تم بھی ان پر درود اور خوب سلام
پیش کرو۔ (فتح القدیر)

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ
عَلَيْكَ أَيُّهَا الَّذِينَ
آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِمْ وَسَلِّمُوا
تَسْلِيمًا

پھر زائر اپنے دائیں جانب ایک ہاتھ کے بقدر مزے تاکہ وہ سینہ نابو بکرض اللہ
تبارک کے سرا مبارک کے سامنے ہو جائے آپ کا سر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مونڈے کے
مقابل ہے جیسا کہ بعض کا خیال ہے اور بعض نے یہ کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ
پاک کے مقابل ہے۔

وہاں پہنچ کر یہ سلام پیش کرے :

اے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے غلیفہ
آپ پر سلام۔ اے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ
وسلم) کے غار کے ساتھی آپ پر سلام۔
اے ان کے سفروں کے رفیق آپ کو سلام۔
اے ان کے اصرار کے امین آپ کو سلام۔
اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری طرف سے صلوات
جو اس نے اپنے نبی کی امت کی طرف سے نام
کو عطا فرمایا۔ اور بلاشبہ آپ نے ان اسرار
صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت بہتہ میناب
کی حیثیت سے انہما دی اور ان کی

السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَلِيفَةَ
رَسُولِ اللَّهِ، السَّلَامُ عَلَيْكَ
يَا صَاحِبَ رَسُولِ اللَّهِ فِي الْغَارِ
السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَفِيقَهُ
فِي الْأَسْفَارِ السَّلَامُ عَلَيْكَ
يَا أَمِينَهُ عَلَى الْأَسْرَارِ
حَبْرَكَ اللَّهُ عَنَّا أَفْضَلَ مَا
جَزَى إِمَامًا عَنِ أُمَّتِهِ نَبِيَّهِ
وَمَنْ خَلَقَتْهُ بِأَحْسَنِ خَلْقٍ
وَسَلَّطَتْ طَرِيقَهُ خَيْرَ مَسَلِكٍ

وَمَا تَلَكَ أَهْلَ الرِّدَّةِ وَالْبِدْعِ
وَمَهَذَّكَ الْإِسْلَامَ وَوَصَّلَتْ
الْأَرْحَامَ وَلَسَمَ شَذْلَ لِلْحَقِّ
كَامِرًا لِأَهْلِهِمْ حَتَّى أَتَاكَ
الْيَقِينُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ
وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ
أَللَّهُمَّ آمِنْنَا عَلَى حَيَاتِهِ
وَلَا تُخَيِّبْنَا سَفِينَا فِي زِيَارَتِهِ
سِرِّ حَقَّتِكَ يَا كَرِيمُ

(الاختیار)

راہ پر آپ بہترین طریقہ کے گامزن ہوئے
اہل بدعت و ارتداد سے آپ نے قتال
فرمایا اور اسلام کو آپ نے پیدا کیا اور آپ
نے رشتے جوڑے اور ہمیشہ اہل حق کے
واسطے اہل حق کے لئے آپ مددگار رہے
حق کہ آپ کے پاس پیغام اہل آیا آپ
پر سلام اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں
لے اللہ تبارک و تعالیٰ (حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ)
کی محبت پر غافل نہ رہا اور اے کریم ان کی زیارت
کے سلسلے میں ہماری کوشش بار آورنا

اور جو چاہے دُعا کرے پھر بٹے اور اپنے دائیں طرف چلے (منسک کہیہ) بقدر
ایک بار (فتح القدیر)

اس طرح وہ میدانِ عمر رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کے مقابل ہو جائے گا۔ ان کا حضرت
ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سر سے اتنے ہی نام ہے جتنی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا سر
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک سے۔

پھر زائچہ یہ کہے:

السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُظَهِّرَ
الْإِسْلَامِ السَّلَامُ عَلَيْكَ
يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ السَّلَامُ
عَلَيْكَ يَا كَاسِرَ الْأَصْنَامِ
حَزَّكَ اللَّهُ عَنَّا أَفْضَلَ

اے اسلام کے مظہر آپ کو سلام لے
امیر المؤمنین آپ کو سلام لے بُت شکن
آپ کو سلام اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری
طرف سے بہترین بدلے بیشک آپ
نے اسلام اور مسلمانوں کو زندگی اور زندگی

الْجَزَاءَ كُلُّهُ نَصَرْتُ الْإِسْلَامَ
وَالْمُسْلِمِينَ حَيًّا وَمَيِّتًا وَكُنْتُ
الْأَيْتَامَ وَوَصَلْتُ الْأَرْحَامَ وَقَوَّيْتُ
بَيْتَ الْإِسْلَامِ وَكُنْتُ لِلْإِسْلَامِ
إِمَامًا مَوْعِظًا وَمَا رِيًّا مُهْدِيًا
جَعَلْتُ شَمْلَهُمْ وَأَخْنَيْتُ
نَفْسَهُمْ وَجَبَرْتُ كَسْرَهُمْ
فَالْإِسْلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ
اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ

کے بعد دونوں حالتوں میں نصرت و قوت
بخشی آپ نے۔ قیروں کی کفالت کے
رشتے جوڑے اور اسلام کو آپ سے
طاقت پہنچی۔ آپ اسلام کے پسندیدہ
اور ہدایت دینے والے ہدایت یانہ
امام تھے۔ آپ نے ان کے شیرازے
کو جمع کیا اور ان کی محتاجی دور کی اور ان
کے نقصان کی تلافی کی۔ آپ پر سلام اور اللہ
کی رحمت اور اس کی برکتیں۔

پھر نصف اہل حق کے بقدر واپس آئے اور حضرت البرکھ صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما
کے درمیان کھڑے ہوئے (نظام الملک)
پھر یہ ہے :

السَّلَامُ عَلَيْكُمَا يَا مَعْشَرَ
رُسُلِ اللَّهِ وَرَفِيقَيْهِ
وَذُرِّيَّتَيْهِ وَمُشِيرَيْهِ
وَالْمُعَاوِضِينَ لَهُ عَلَى الْقِيَامِ
فِي السَّيْرِ وَالْقَائِمِينَ
لِعَهْدِهِ بِمَصَالِحِ الْمُسْلِمِينَ
خَبَرَاكَ اللَّهُ أَخِي الْجَزَاءِ
جِنَاكَ كَمَا تَسْأَلُ بِكُنْ
إِلَى رُسُلِ اللَّهِ يَشْتَمَعُ لَنَا

آپ دونوں پر سلام اے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے ساتھ آرام فرمانے والے اور ان
کے ساتھی اور ان کے وزیر اور ان کے مشیر اور
دین پر قائم رہنے کے لئے ان کا تعاون کرنے
والے اور ان کے بعد مسلمانوں کے معاملات کو
انجام دینے والے آپ دونوں کو اللہ تعالیٰ
بہترین صلہ عطا فرمائے۔ ہم آپ کی خدمت
میں حاضر ہوئے۔ آپ کو رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی جناب میں وسیلہ لاتے ہوئے

وَلْيُنَالِ رَبَّنَا أَنْ يَتَقَبَّلَ
 سَعْيَنَا وَخَيِّرْنَا عَلَىٰ مَا مِلَّيْنَا
 وَبَارِكْ لَنَا عَلَيْهِمَا وَبِشَرِّ مَا
 فُتِّرْ مَرَّتَهُ إِنَّهُ غَفِيرٌ
 رَحِيمٌ (امین)

(الاختیار)

مناکرہ انہی مثل اللہ علیہ وسلم ہمارے لئے
 شفاعت فرمائیں اور ہمارے رب کے درخواست
 کریں کہ وہ ہماری محنت قبول فرمائے اور ہم
 کو ان کے دین پر زندہ رکھے اور اسی پر ہمارا
 نفاذ کرے اور ہم کو انہیں کی جماعت میں لائے
 بیشک وہ کرم فرمانے والا مہربان ہے۔

پھر اپنے لئے اور اپنے والدین کے لئے اور ان کے لئے جنہوں نے اس سے دُعا
 کے لئے کہا ہے۔ اور تمام مسلمانوں کے لئے دعا کرے۔
 اس کے بعد نبی مثل اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کے سامنے پہلے کی طرح آئے
 اور حمد و ثناء کے بعد یہ کہے:

يَا خَيْرَ الرُّسُلِ إِنَّ
 اللَّهَ تَعَالَىٰ أَمَرَلَ كِتَابًا
 صَادِقًا عَلَيْكَ وَقَالَ اللَّهُ
 فِيهِ وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ
 ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ
 فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ
 لَهُمُ الرُّسُلُ لَوَحَّدُوا
 اللَّهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا وَقَدْ
 جِئْنَاكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ
 سَامِعِينَ قَوْلَكَ طَائِعِينَ
 أَسْرَاقَ مُسْتَشْفِعِينَ

اے رسولوں میں سب سے بہتر رسول بیشک
 اللہ تعالیٰ نے آپ پر سچے کتاب نازل فرمائی
 اور اس میں فرمایا۔ جن لوگوں نے اپنی جانوں
 پر ظلم کیا۔ اگر وہ آپ کی خدمت میں
 حاضر ہوتے۔ اور اللہ سے مغفرت چاہتے
 اور رسول بھی ان کے لئے مغفرت طلب
 کرتے تو وہ یقیناً اللہ تعالیٰ کی رحمت زیادہ
 توبہ قبول کرنے والا مہربان پاتے۔ اے
 اللہ کے رسول بیشک ہم آپ کی خدمت
 میں آپ کی بات سنتے ہوئے آپ کا
 حکم ماننے ہوئے آپ کی آپ کے رب کے

يَا اِلٰهَ رَبِّكَ
 اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَلِوَالِدَيْنَا
 وَلِاسَاَتِنَا وَلِعَشَائِرِنَا
 وَبِاخْوَانِنَا الَّذِيْنَ
 سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا
 تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًا
 لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّكَ
 رَؤُوفٌ رَّحِيْمٌ ۝ رَبَّنَا اِنَّا
 فِي الدُّنْيَا خَسِرْنَا وَفِي
 الْاٰخِرَةِ خَسِرْنَا وَتَنَا
 عَذَابَ النَّارِ ۝ اٰمِيْنُ ۝
 سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ
 عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلٰى
 الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ
 رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

پاس شفاعت طلب کرتے ہوئے حاضر
 ہوئے ہیں۔ اے اللہ ہمیں اور ہمارے
 والدین اور ہمارے اساتذہ اور ہمارے خاندانوں
 اور ہمارے ان بھائیوں کو جہنم سے پہلے
 ایمان کے ساتھ گزرے بغیر بخش دے اور
 اے رب ہم ہمارے دلوں میں ایمان والوں
 کے لئے کینہ نہ رکھ۔ اے ہمارے پروردگار
 بیشک تو مہربان اور نہایت رحم والا ہے
 اے ہمارے پالنے والے ہمیں دُنیا میں اچھا
 اور آخرت میں بہتری عطا فرما اور ہمیں
 جہنم کے عذاب سے محفوظ رکھ تیرا رب
 عزت کا رب پاک ہے اس سے جس
 سے وہ (کافر) متصف کرتے ہیں اور
 تمام رسولوں پر سلام اور تمام تعریف اللہ
 کے لئے جو ہمارے عالم کا رب ہے۔

اَنْتَ الشَّفِيعُ الَّذِي تُرْجَى شَفَاعَتُهُ

عِنْدَ الصِّرَاطِ اِذَا مَا زَلَّتْ اَقْدَامُ

آپ ہی وہ شفاعت کرنے والے ہیں جن کی شفاعت پل صراط
 پر قدم پھسلنے وقت متوقع ہے۔

ابن حجر نے لکھا ہے کہ پھر زائر مزار انور کے سر ہانے قبلہ کی جانب بڑھے اور
 اور قبلہ کی طرف منہ کر کے حمد و ثناء اور درود و سلام پیش کرے اور اپنے دونوں ہاتھ

مؤذنوں تک اٹھا کر اپنے اردو دروں کے لئے جو چاہے دعا کرے اور اپنی دعا آمین اور درود و سلام پڑھ ختم کرے۔

پھر وہ ستون البرٹابہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے یہ وہ ستون ہے جس میں انہوں نے خود کو اس وقت تک کے لئے باندھ رکھا تھا جب تک اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول نہ کی یہ ستون مزار مقدس اور مسجد نبوی کے درمیان واقع ہے۔ (الاختیار)

اور دو رکعت نماز ادا کر کے اللہ تعالیٰ سے توبہ کرے اور حسب مرضی دعا کرے پھر منبر شریف کے پاس آئے اور اپنا ہاتھ منبر کے اس کنگرے پر رکھے جو مزار پاک کی طرف ہے۔ اسی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ کے وقت اپنا ہاتھ رکھتے تھے اس پر ہاتھ رکھنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت حاصل ہوگی۔ (الاختیار)

اس کنگرے کا نشان اب باقی نہیں رہا یہ مدینہ منورہ اور اس کے گرد و پیش کی دوسری آتش زدگی کی نذر ہو گیا۔

اور قبلہ رو ہو کر دعا کرے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے اور جو چاہے مانگے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی سے پناہ مانگے پھر وہ ستون کے پاس آئے جس میں اتھن خانہ کا کچھ حصہ رہ گیا ہے۔

یہ وہ کعبہ کا تاق تھا جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں ناکہ تھا جس وقت اسے چھوڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف لے گئے تھے پھر اس کا نالاسن کر اترے اور اسے گود میں لیا تب وہ تناغاموش ہوا۔ (الاختیار)

یہاں پہنچ کر ناز و دعا میں مشغول رہنا چاہیے۔

استن خانہ کسی صحابی کے پاس محفوظ تھا لیکن امتداد زمانہ سے ختم ہو گیا۔ حدیث کی ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ وہ تنابی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اس کی اپنی جگہ دفن کر دیا گیا۔ مسجد نبوی میں اعتکاف مستحب ہے۔ اور جب بھی زائر اس میں داخل ہو اس کے لئے

مناسب ہے کہ اع تکاف کی نیت کرے اور اس میں ایک قرآن کا ختم کرنا اور حجرہ شریف کی طرف مسلسل نظر کرنا مستحب ہے اس کے لئے بھی جو مسجد یا قبۃ عالیہ کے اندر ہو اور اس کے لئے بھی جو مسجد سے باہر ہو۔ (مناسک)

زائر مسجد منورہ کے اندر رات گزارنے کے لئے انتہائی کوشاں رہے اگر ایک رات بھی اسے نصیب ہو جائے تو اسے غنیمت جانتے ہوئے ذکر و دعا میں گزارے اور مدینہ منورہ میں جب تک رہے حتی الامکان یہ مقام نہ چھوڑے۔ (ابن حجر)

مدینہ منورہ کے باشندے ہوں یا کہیں اور کے برخص کو زیارت روضہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں زیادہ سے زیادہ درود و سلام پیش کرنا چاہیے اس لئے کہ یہی جتنی زیادہ کی جائے بہتر ہے۔ زائر مسجد نبوی میں نسبتاً دوسرے مسجدوں کے کہیں زیادہ ادب ملحوظ رکھتے ہوئے اپنی آواز بلند کرنے سے سخت احتراز کرے۔

بخاری نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے طائف کے دانشمندان سے فرمایا اگر تم اس شہر کے ہوتے تو میں تم کو سزا دیتا مگر تم اپنی آواز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں بلند کرتے ہو۔

(حضرت عمر نے ان دونوں کی لاعلمی کو ان کے لئے عذر قرار دیا ورنہ ایسی بے ادبی ہے جو موجب سزا ہے۔)

زائر کو کشش کرے کہ مدینہ منورہ میں اپنے قیام کے دوران قرآن کی تلاوت اور اللہ کے ذکر اور درود و سلام، منبر شریف، روضہ انور اور ان کے پنجہ میں آواز اور بلا آواز و دعا میں مشغول ہو کر رات گزارے۔ (الاختیار)

اور اس کی بھی کشش کرے کہ مسجد نبوی شریف میں اس کی کوئی نماز چھوٹنے نہ پائے اور جتنا ممکن ہو سکے مدینہ منورہ میں روزے رکھے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب جوار میں رہنے والوں خصوصاً آپ کے اعزہ و اقرباء کو اپنے صدقات پیش کرے اور مسجد شریف

کے حاضرین کو اس سے کسی طرح کی تکلیف نہ پہنچے۔

بلکہ وہ اگر روضۃ النور کا انتہائی مشتاق ہو تو مسجد کے دروازے پر دروازہ کھنسنے سے پہلے حاضر ہے۔ جب خدام اس کا دروازہ کھولیں تو پورے اُرب کے ساتھ اندر داخل ہو۔ اور روضۃ النور یا صفِ اول میں جلتے نماز پچھٹے اور روضۃ النور کی زیارت کی طرف پورے اطمینان و سکون کے ساتھ متوجہ ہو پھر اس جگہ بیٹھ جائے۔

بعض عمار نے فرمایا ہے نفل نماز کے لئے سب سے افضل جگہ محراب نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور فرض کے لئے سب سے افضل پہلی صف ہے اور بعض کے نزدیک ستونِ جفرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس نماز پڑھنا بہتر ہے۔

زارِ مسلمان اور تون، حجرہ شریف کی دھڑوں اور مدینہ منورہ کے باشندوں کا احترام و پاس رکھے۔ یہ وہ ہیں جنہیں بادشاہ کے حضور میں ہمیشہ رہنے کا شرف حاصل ہے۔ ان کی برائیوں اور ان کی چھپی ہوئی نیتوں اور ارادوں کے ٹوہ میں نہ پڑے اور ان کی نیتوں کو اللہ کے حوالہ کرے کیونکہ بہت بڑا نادر اسلوک بھی پڑوس کا احترام سلب نہیں کرتا۔ (ابن حجر)

اور جب وہ اپنے وطن واپس آنے کا عزم کرے تو اس کے لئے مسجد شریف کو نماز سے الوداع کہنا اور اس کے بعد حسبِ مرضی دعا کرنا مستحب ہے۔

روضۃ النور پر حاضر ہونا اور آخری سلام عرض کرنا بعدِ خواہش کے مطابق دعا کرنا۔ اور اللہ تعالیٰ سے اس کی بھی دعا کرنا کہ وہ اس کو اس کے اہل و عیال تک سلامتی کے ساتھ حقہ پایا ہوا پہنچائے۔ یہ سب مستحب ہے۔

پھر بخودی دربار کے فراق پر حسرت کرنا اور آنسو بہانا ہوا واپس ہو۔ (نظام السکنت)

متبرک ستون

عہد سالک میں شہد نبوی کی چوحدی یہ تھی

مشرقی حد :- روضۃ الزور کی دیوار سے متصل ستون ، یہ ستون نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کی طرف تین معلق تندیوں کے گرد واقع ہے ۔

سمت قبلہ کی حد :- منبر شریف کے پیچھے ایک اٹھ یا اس سے کچھ زیادہ دوری پر ۔

مغربی حد :- منبر شریف کا پانچواں ستون ۔

سمت شامی حد :- محراب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سو بائیس

(شرح الناسک و نظام الملک)

جب مسلمانوں کا ہجوم بڑھا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمۃ اللہ علیہم نے مسجد کا توسیع کی ضرورت محسوس کی اور اس توسیع کا سلسلہ اتنا بڑھا کہ امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کے گھر بھی اس میں داخل ہو گئے اور ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا حجر شریف بھی اس میں شامل ہو گیا جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے دونوں رفیق حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما مدفون ہیں ۔

جب توسیع اس حد تک پہنچ چکی تو صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم نے مزار الزور کے گرد گول اونچی دیواریں بنائیں جس کا مقصد یہ تھا کہ مرقد الزور مسجد میں نظر نہ آئے اور اس کی طرف رخ کر کے عوام نماز نہ پڑھیں اور اس طرح لوگ کسی امر ممنوع کے متکبر نہ ہوں ۔

لیکن اس کا اندیشہ بدستور تھا کہ لوگوں کا مرتد پاک کا سامنا ہوگا اس سے بچنے کے

لے پھر انہوں نے روضۃ النور کے شمال و دونوں کونوں سے دروازوں کھینچی اور ان دونوں کو اس حد تک جھکایا کہ وہ باہم مل گئیں۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ خطر محسوس کیا کہ کہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۃ النور کو مسجد گاہ نہ بنالیا جائے۔ چنانچہ انہوں نے اسی خطرہ کے پیش نظر ارشاد فرمایا کہ اگر اس کا اندیشہ نہ ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مزار پاک نمایاں اور کھلا ہوتا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قبر پاک کو مسجد بنانے سے دو اندیشوں کے باعث منع فرمایا تھا۔
(۱)۔ آپ کی تعظیم میں حد سے تجاوز کرنا۔

(۲)۔ لوگوں کا فتنہ میں مبتلا ہونا۔

اس حد سے بڑھی ہوئی تعظیم میں کبھی کبھی کفر تک کی نوبت آجاتی ہے چنانچہ اس طرح کے واقعات گذشتہ قوموں میں کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ (شرح مسلم۔ نووی)

سلطان مرحوم عبدالعزیز کا یہ کارنامہ لائق ستائش ہے جو انہوں نے اپنی استطاعت کے مطابق مسجد شریف کی عمارت کی تجدید کرائی۔ اور اس کا خاص خیال رکھا کہ کوئی ستون اپنی جگہ سے ہٹایا نہ گیا۔

علامہ نے فرمایا ہے کہ مسجد شریف کے ہر ستون کے پاس زیادہ سے زیادہ نفل نمازیں پڑھنا مستحب ہے۔

کیونکہ جب تک وہ اپنی جگہ قائم ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر کا فیض ان میں باقی رہے گا۔ اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نمازیں جو ان ستون کی جگہوں اور ان سے قریب پڑھی گئیں ہیں ان کی برکتیں بھی باقی رہیں گی وہ خاص ستون جن کا ارباب بیٹرنے ذکر کیا ہے ان کے تذکرے ذیل میں پیش کئے جا رہے ہیں۔

یہ امام کی جگہ کے دائیں جانب مصلیٰ شریف کا نشان ہے جس پر کئی
ستون مختلفہ مظہر | تلاش کر کے اسی کے پاس نماز پڑھتے تھے اسی کے پاس کعبہ

کا وہ تباہی ہے جس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم دوران خطبہ ٹیک لگاتے تھے یہ تاج پیراغ کی کرسی کی جگہ محراب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں جانب واقع ہے۔

ستون عالیشان | یہ ستون منبر شریف سے مشرقی جانب تیسرا ستون ہے۔ محراب نبی

صلی اللہ علیہ وسلم میں نماز پڑھنے والے امام کے پیچھے صف میں واقع ہے۔

تحويل قبلہ کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دس دن سے زائد چہرہ یا پندرہ دن تک فرض نمازیں اسی کی طرف رخ کر کے ادا فرمائیں پھر آج کے معشئی محراب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز پڑھنے لگے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس ستون سے ٹیک لگایا کرتے تھے۔

اور کبار صحابہ رضی اللہ عنہم جیسے شہین اسی کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے تھے اور قریش کے مہاجرین اسی کے پاس جمع ہوتے تھے اس کے پاس دعا قبول ہوتی ہے اس کو ستون قرعہ بھی کہتے ہیں اس کی وجہ یہ روایت ہے جو طبرانی نے "وسط" میں تحریر کیا ہے :

بیشک میری مسجد میں ایک جگہ ہے بتایا گیا ہے کہ وہ یہی ستون ہے۔ اگر لوگ جان جائیں تو بغیر قرعہ اندازی کئے ہوئے نماز نہ پڑھ سکیں۔

إِنَّ فِي مَسْجِدِي لِبَقْعَةٍ
قِيلَ هِيَ هَذِهِ الْأُسْطُوَانَةُ
لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا صَلَّوْا إِلَيْهَا
إِلَّا أَنْ تَطِيْرَ لَهُمْ قُرْعَةٌ

———— (المجوهر المنظم) ————

ستون توہید | یہ ستون حجرہ شریف سے دوسرا اور منبر شریف سے چوتھا ستون عالیشان

اور جالی سے ملے ہوئے ستون کے پنج میں واقع ہے لوگوں نے بتایا

ہے کہ اس ستون اور روضہ کے درمیان بیس ہاتھ کا فاصلہ ہے۔

اس کی طرف رخ کر کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نفل نماز منقول ہے حضور صلی اللہ علیہ

وسلم کے لئے آپ کا بستر پاک یا تخت شریف اسی کے پاس قبلہ سے متصل رکھا جاتا اور آپ حالت اعتکاف میں اسی سے ٹیک لگاتے۔

اس ستون کو ستونِ توبہ کہے جانے کی وجہ یہ ہے کہ حضرت ابو لہب رضی اللہ عنہ نے بڑا قریظہ کو ان کے انجام کار یعنی ذبح و قتل کی خبر ملے دی تھی۔ پھر وہ نادوم ہوئے اور خود کو یہ قسم کھا کر اس ستون سے باندھ دیا کہ ان کو سوائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی اور کھول نہیں سکتا ان کی صاحبزادی آئیں اور نماز و قضائے حاجت کے لئے کھولتیں۔ اس طرح وہ دس دن سے زیادہ تک بندھے رہے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس اللہ کی وحی لے کر آئے اور انہیں کھولا (شیخ دہلوی)

پھر یہ بھی واضح رہے کہ یہ باندھنا اور خود کو مبتلائے عذاب کرنا ٹھکر کی ایک قسم ہے روزِ ندامت ہی توبہ ہے اس میں ساداتِ صوفیہ کرام کے لئے ٹھکر اور ذبحہ کے ثبوت کی دلیل ہے۔ اور اس کا انکار کرنے والے کا رد بھی ہے۔

ستونِ سریر | نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تختِ امتحان میں کبھی اس ستون کے پاس کھایا جاتا اور کبھی ستونِ توبہ کے پاس یہ ستون جالی سے متصل ستونِ توبہ کے مشرقی جانب واقع ہے۔

ستونِ علی | یہ ستون جانبِ شمال میں ستونِ توبہ کے پیچھے واقع ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کے پاس نماز پڑھتے اور روضۃ النور سے متصل اس کے پاس مولیٰ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لئے بیٹھتے۔ اس لئے کہ یہ ستون اس دریچہ کے سامنے ہے جس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے نکل کر مسجد میں تشریف لاتے۔

ستونِ وفود | یہ ستون جانبِ شمال میں ستونِ علی رضی اللہ عنہ کے پیچھے واقع ہے۔ اس ستون اور ستونِ توبہ کے درمیان ستونِ علی واقع ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور کبارِ صحابہ کرام اس کے پاس بیٹھتے تھے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جب عرب کے اطراف و جوانب سے وفد آتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ تر اسی کے

پاس تشریف رکھتے تھے۔

ستون نہجد | یہ ستون جانب شمال میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر کے پیچھے واقع ہے
نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہیں رات میں نماز پڑھتے۔ اس میں ایک محراب ہے۔

جب نماز پڑھنے والا اس محراب کی طرف رخ کرے گا تو اس کا بایاں حصہ باب جبریل کی طرف
بروگا۔ بتایا جاتا ہے کہ یہ محراب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تہجد پڑھنے کی جگہ ہے۔

ستون مرلعتہ القبر | اسے مقام جبریل بھی کہتے ہیں۔ حضرت جبریل علیہ السلام وحی لے
کر زیادہ تر اسی مقام پر حاضر ہوتے۔ یہ ستون جالی سے ملے ہوئے

ستون کے پیچھے جہاں مغربی کنارہ شمال کی طرف مڑا ہے۔ وہیں حجر شریف کے گمیرے میں
واقع ہے جیسا کہ بتایا گیا ہے۔

ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ اس ستون اور ستون وفود کے درمیان جالی سے ملا ہوا ستون
ہے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا دروازہ اسی جگہ تھا۔

ابن حجر نے فرمایا ہے اس ستون اور ستون سریر سے تبرک حاصل کرنا لوگوں کو نصیب
نہیں ہوتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حجر شریف کے ارد گرد جالی کے دروازے بند رہتے ہیں۔



جنت البقیع

اور اس کے گرد و نواح کی قبروں کی زیارت

روزانہ خصوصاً جمعہ کے دن باوضو، جنت البقیع جانا اور وہاں کی قبروں کی زیارت کرنا مستحب ہے۔

حضرت علیؓ نے اس قبرستان کے بارے میں ارشاد فرمایا،

<p>اس سے (جنت البقیع سے) ستر ہزار مرتبے چودھویں کے چاند کی شکل میں اٹھائیں جائیں گے اور جنت میں بغیر حساب داخل ہوں گے۔</p>	<p>يُبْقِئُ مِنْهَا سَبْعُونَ أَلْفًا مِثْلَ صُورَةِ الْعَمْرِئِلَةِ الْبَذْوِيَّةِ خَلَّتِ الْجَنَّةُ بِغَيْرِ حِسَابٍ۔</p>
--	--

ایک روایت میں ہے کہ حضرت علیؓ نے اپنے رب سے جنت البقیع والوں کے بارے میں سوال کیا تو پروردگار نے فرمایا۔۔۔ ان کے لئے جنت ہے۔ پھر آپ نے اپنے پروردگار سے اہل معشٰی کے بارے میں سوال کیا۔۔۔ تو پروردگار نے فرمایا۔۔۔ اے رسول! آپ نے اپنے بڑھوسیوں کے بارے میں سوال کر لیا اب میرے بڑھوسیوں کے بارے میں سوال نہ کیجئے۔ (نظام الملک)

جب زائر جنت البقیع کے دروازے پر پہنچے تو یہ کہے۔

<p>مسلمانو! تم پر سلام۔ ہم بھی انظار اللہ آپ سب سے ملیں گے۔ اے اللہ</p>	<p>السَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ وَإِنَّا أَنْشَاءُ اللَّهَ</p>
---	--

جنت البقیع والوں کو بخش دے اور ہمیں
ان کے اجر سے محروم نہ کر اور ہمیں ان کے بعد
نقشہ میں نہ مبتلا کر۔ اے اللہ ہم کو اور ان کو
بخش دے۔

تَعَالَى بِكُمْ لَا حَيَوَاتُ اللَّهُمَّ اغْفِرْ
لِأَهْلِ بَقِيعِ الْغَرْقَدِ وَلَا تَحْرِمْنَا
أَجْرَهُمْ وَلَا تَفْتِنْنَا بَعْدَهُمْ اللَّهُمَّ
اغْفِرْ لَنَا وَلَهُمْ (دفع القدیر)

پھر گیارہ بار سورہ اخلاص پڑھنی چاہیے۔

ترمذی کی روایت ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے قبر سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم
پھر حضرت ابوبکر، پھر حضرت عمر، پھر اہل بقیع پھر اہل مکہ نکلیں گے (نظام الملک)
امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ مدینہ منورہ میں دس ہزار
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے وفات پائی ہے ہاں مگر ان میں اکثر کو اور ان کی قبروں کو جاننا نہیں جاتا
اس لئے جب زائر اس قبرستان میں پہنچے تو ان کی اور ان کے علاوہ جو مسلمان اس میں مدفون
ہیں ان سب کی نیت کرے اور اوپر کی دعا و سلام میں سب کو شامل کرے۔ امام احمد
رحمۃ اللہ علیہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے حضور کا ارشاد ہے،

جو مدینہ میں مرے وہ مدینہ میں مرے
اس لئے کہ میں اس میں مرنے والوں کی خاص
شفاعت کروں گا۔

مَنْ اسْتَطَاعَ أَنْ يَمُوتَ
بِالسَّيْئَةِ فَلْيُمْتُ بِهِمَا فَيَا
أَشْفَعْ لِيَنْ يَمُوتَ بِهِمَا۔

یعنی ان کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مخصوص شفاعت ہوگی (نظام الملک)۔
پھر زائر مشہور قبروں اور متبرک زیارت گاہوں کی زیارت کرے۔
مشہور تہذیبی ہیں،

۱۔ قبر سیدنا عباس بن عبد المطلب عم نبی صلی اللہ علیہ وسلم

اس کی تعمیر ۱۰۰۰ میں کبھی عباسی خلیفہ نے کرائی۔ اس میں قبر یہ ہیں۔

عربی جانب حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی قبر ہے۔

اور شرقی جانب ایک قبر ہے اس میں حضرت عباس کے پانچویں حضرت حسن بن علی مدفون ہیں۔

اور اسی میں دوسرے امیر زین العابدین علی بن امام حسین اور ان کے لڑکے محمد باقر اور ان کے لڑکے جعفر صادق مدفون ہیں۔

اور یہ بھی مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا جہنم منتقل کر کے اس قبے میں دفن کیا گیا ہے۔ بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر بھی اسی قبے میں مدفون ہے۔

۲۔ قبۃ امیر المؤمنین سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بقیع کے اندر مدفون صحابہ کرام میں سب سے افضل ہیں زائر جب اس قبہ میں حاضر ہو تو یہ سلام پیش کرے۔

اے امیر المؤمنین آپ کو سلام۔ اے
مسلمانوں کے امام آپ کو سلام۔ اے
خلفائے راشدین کے تیسرے آپ کو
سلام۔ اے ذوالنورین آپ کو سلام۔
اے قرآن کریم کو کتبہ شکل میں جمع فرمانے
والے آپ کو سلام۔

السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ
السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا إِمَامَ الْمُسْلِمِينَ
السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا ثَلَاثَ الْخُلَفَاءِ
الرَّاشِدِينَ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا
ذَا النُّوْرِينِ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا
مَنْ جَمَعَ الْقُرْآنَ بَيْنَ الدُّنْيَيْنِ

————— (شرح التلک) —————

بعض کا خیال ہے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا مدفون بقیع سے شرقی جانب اس سے
باہر تھا۔ مروان نے اسے بقیع میں داخل کیا۔ جس وقت یہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی طرف
سے مدینہ کا گزر تھا۔

اس قبر ميں عمارت كے متولٰ كى قبر ميں ہے۔

قبرِ ابراہيم شاہزادہ نبى صلى اللہ عليہ وسلم

نبى صلى اللہ عليہ وسلم نے بذاتِ خود اپنے دست مبارك سے ان كى قبر پر مٹی ڈالى

اور پانى چھڑكا

مسلم ميں ان كى ولادت موفى اور دودھ پييتے وفات پائی۔

اس قبر ميں عثمان بن مظعون بھى مدفون ميں۔ يہ نبى صلى اللہ عليہ وسلم كے رضاعى بھائى

ميں۔ سب سے پہلے بليق ميں يہى عثمان بن مظعون دفن كئے گئے تھے۔ ان كى تہفين ۱۰ شعبان ہجرت كے بعد تيسويں مہينے كے شروع ميں عمل ميں آئى تھى۔ (فتح القدير)

ان كے بارے ميں نبى صلى اللہ عليہ وسلم نے ارشاد فرمايا۔ ہمارے اچھے سلف عثمان

بن مظعون ميں۔

يہيں حضرت عبدالرحمن بن عوف۔ عثمان بن مظعون كى بغل ميں مدفون ميں اور سعد بن

وتاس بھى اپنى وصيت كے مطابق عثمان بن مظعون كے پاس مدفون ميں۔ يہ دونوں حضرات عشرہ مبشرہ سے ميں۔

مسلم ميں حضرت عبداللہ بن سعد رضى اللہ عنہ نے مدينہ منورہ ميں وفات پائی اور

اپنى وصيت كے مطابق عثمان بن مظعون كى قبر كے قريب دفن كئے گئے۔ ايك روايت ميں

يہ بھى ہے كہ انہوں نے كو فيں مسلمان ميں وفات پائی۔

حنيفس بن خدا فہمى ام الرئيين حضرت حفصہ بنت عمر رضى اللہ عنہا كے سابق شوہر كى بھى

قبر عثمان بن مظعون كے قريب ہے۔

انہيں غزوہ احد ميں ايك زخم لگا تھا جس كے مدد سے مدينہ ميں وفات پائی۔

أسعد بن زرارہ نے مدينہ ميں وفات پائی اور حضرت عثمان بن مظعون كى قبر كے پاس

مدفن ہوتے۔ (شرح الناسک)

فاطمہ بنت اسد ام علیؑ ہستید ابراہیم دشمن بن مظلوم رضی اللہ عنہا کی قبروں کے پاس دفن کی گئیں۔

یہ وہ خاتون ہیں جن کے اوپر کے لباس کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا کرتہ مبارک مرحمت فرمایا تھا۔ اس مقبرہ کے لئے کہ ان کا جسم آفات سے محفوظ ہو جائے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی لحد اپنے دست مبارک سے کھودی تھی اور ان کی قبر کے اندر اترے تھے اور اپنی برکت سے قبر کو وسیع کرنے کے لئے اس میں لیٹے بھی تھے۔

اور ان کے بلے میں ارشاد فرمایا تھا میری ماں کے بعد یہ میری ماں ہیں اور وہ قبر جو قبر فاطمہ بنت اسد کے نام سے مشہور اور یقین کے باہر قبر عثمان کے شمال میں ہے اس کی کوئی اصل نہیں گو بعض مورخین نے اس کا ذکر کیا ہے۔ (شیخ دہلوی)

بعض کا خیال ہے کہ ام المؤمنین حضرت حدیجہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہما کے علاوہ ازواج مطہرات کی قبریں بھی اسی قبے میں ہیں۔

قبۃ عقیل بن ابوطالب | اس میں عقیل بن ابوطالب کی قبر ہے۔ ایک خیال یہ بھی ہے کہ عقیل کی قبر ان کے مکر کے گھر میں ہے۔ بعض کا کہنا ہے کہ ان کی قبر شام میں ہے۔

اس قبہ میں البرسیان بن عمارش بن عبد المطلب کی قبر بھی ہے۔ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی ہیں۔ حضرت حمیر سعیدہ رضی اللہ عنہا نے انہیں دودھ پلایا تھا۔

عبد اللہ بن جعفر طیار بن ابی طالب رضی اللہ عنہما کی قبر بھی اسی قبہ میں ہے۔

بعض کا خیال ہے کہ عبد اللہ بن جعفر مکہ و مدینہ کے مابین مقام البوا میں مدفون ہوتے۔ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ عقیل کے گھر کے گوشے میں ایک جگہ ہے جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر اہل بیت کی مغفرت کے لئے دعا کی تھی۔ اس جگہ دعائیں مقبول ہوتی ہیں۔ یہاں

ایک چھوٹی سی مسجد بھی تعمیر کی گئی ہے۔

قبرہ امام مالک بن انس | امام دارالہجرت حضرت امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ اس میں آرام فرما ہیں۔

ایکٹ اور قبرہ | اس میں ایک قبر ہے جس کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ نافع مولیٰ بن عمر اس میں مدفون ہیں۔

یہ نافع امام مالک کے استاد ہیں۔ جیسا کہ ابن حجر نے لکھا ہے ان کے بارے میں بعض کو وہم ہو گیا کہ یہ قرار سب سے ہیں۔

ایک چھوٹا سا قبرہ | یہ قبرہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی والدہ حضرت حمیرہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کی طرف منسوب ہے۔ قبرہ فاطمہ بنت اسد کے راستے میں واقع ہے ان کے اسلام کے بارے میں بعض نے اختلاف کیا ہے لیکن اظہر یہ ہے کہ وہ اسلام لائیں۔

قبرہ صفیہ بنت عبد المطلب | اس میں صفیہ بنت عبد المطلب حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی والدہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چچو بھی کی قبر ہے۔ یہ قبرہ

مدینہ منورہ کی شہر پناہ کے پاس بقیع کی جانب دروازہ سے باہر بائیں طرف واقع ہے۔

وہیں ایک دوسری قبر بھی ہے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ عائشہ کی قبر ہے۔

حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مزار پاک | یہ مزار بھی ہے۔ یہ نبی مقدس زیارت گاہوں میں

صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد بقیع میں جانب قبرہ عباس سے متصل قافلہ بشارت واقع ہے۔

یہ مسجد بیت الاحزان (غموں کے گھر) کے نام سے مشہور ہے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا یہاں ٹھہرتیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق پر آنسو بہاتیں۔

بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مزار قبرہ عباس میں ہے۔ ابن حجر نے اسی کو زیادہ راجح بتایا ہے۔ شیخ دہلوی نے بھی لکھا ہے کہ یہی صحیح اور مختار ہے۔

کچھ لوگوں کا یہ بھی خیال ہے کہ ان کا مزار روضۃ النور کے اس صندوق میں ہے جو امام کے مصل کے آگے ہے لیکن اسے علماء نے بعید قرار دیا ہے۔

بعض کا یہ بھی کہنا ہے کہ ان کا مزار انہیں کے گھر میں ہے۔ اس محراب کی جگہ جو حجرہ شریف کے پیچھے شامی جانب واقع ہے۔ (فتح القدیر)

اسی آخری قول کو سب سے زیادہ ظاہر بتایا گیا ہے۔ (شرح المناسک)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شاہ زادیوں میں سب سے چھوٹی اور حضور کو سب سے زیادہ محبوب تھیں۔

نبوت سے قبل یا نبوت کے تھوڑے ہی دنوں بعد ان کی ولادت ہوئی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر آخرت کے سال رمضان المبارک کی تین تا بیس سر شنبہ کی شب میں ان کا وصال ہوا اور رات ہی میں ان کی تدفین بھی عمل میں آئی۔

سعد بن معاذ شہلی انصاری کا مزار

یہ قبیلہ اوس کے سردار تھے غزوہ خندق کے دن زخمی ہو کر وفات پائی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور اپنے گھر سے قریب بقیع کے کنارے مقداد بن اسود کے گھر سے متعلق مدفون ہوئے۔

ابن حجر نے لکھا ہے کہ آج جو قبر فاطمہ بنت اسد کے نام سے مشہور ہے۔ قرینہ قیاس یہ ہے کہ یہی سعد بن معاذ کی قبر ہے۔

ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار

یہ اپنی وصیت کے مطابق بقیع کے کنارے دفن کئے گئے۔ یہیں ان کا مزار ہے۔

قبۃ ازواج مطہرات

یہ قبہ دار عقیل کے قریب واقع ہے۔ بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ روایتیں یہ بتاتی ہیں کہ امہات المؤمنین میں حضرت خدیجہ اور حضرت میمونہ کے علاوہ بھی کے مزارات بقیع میں وہیں ہیں۔ جہاں ان کی زیارت کی جاتی ہے۔

ایک اور قبہ

بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ ازواج مطہرات عثمان بن مظعون کے مزار کے قریب دفن ہیں۔ یہ قبہ امہات المؤمنین کے قبے اور عقیل کے قبے کے قریب واقع ہے۔ بتایا گیا ہے کہ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تین شاہ زادیاں آرام فرما ہیں۔ یہ قبہ اس وقت قبۃ بنات کے نام سے مشہور ہے۔ ان تینوں شاہ زادیوں کے نام سیدہ رقیہ، سیدہ زینب اور سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہن۔

جنت البقیع میں حضرت عبدالرحمن بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما کی بھی قبر ہے۔ حد زنا کے کھڑے سے یہ مذہب حال ہوئے اور اسی میں ان کی وفات ہوئی۔ اور سیدنا ابراہیم اور حضرت امام مالک رضی اللہ عنہما کے قبے کے درمیان مدفون ہوئے۔ (جذب القلوب) واضح رہے کہ زیارت کی ترتیب میں علماء کا اختلاف ہے۔ ایک جماعت نے کہا ہے کہ حضرت عباس اور ان کے قبے میں ائمہ اہل بیت کی زیارت شروع کرے پھر زائر کو اختیار ہے۔ یہی آسان صورت ہے۔ کچھ نے یہ بھی کہا ہے کہ زائر عقیل کے گھر کے گوشے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کھڑے ہونے کی جگہ سے ابتداء کرے پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پھر حضرت فاطمہ بنت اسد پھر حضرت ابراہیم شاہ زادہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ پھر ازواج مطہرات پھر امام مالک۔ پھر نافع پھر عباس۔ پھر صفیہ۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی چچی کی زیارت کرے۔

علماء کی ایک جماعت کا یہ بھی خیال ہے کہ زائر شاہ زادہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے شروع کرے اس لئے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جزاء اور ٹکڑے ہیں۔

علماء کے ایک گروہ کا یہ بھی کہنا ہے کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے ابتداء کرے اس لئے کہ وہ بقیع میں مدفون تمام صحابہ سے افضل ہیں اس کے بعد حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھ کے لوگوں کی پھر ازواج مطہرات۔ پھر عقیل۔ پھر ابراہیم شاہ زادہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھ کے لوگوں کی زیارت کرے۔

ضمیمہ

زائر کو حسب ذیل مزارات کی بھی زیارت کرنی چاہیے،

۱۔ مزار اسماعیل بن امام جعفر صادق جو جانب مغرب میں شہر پناہ کے اندر قبۃ عباس کے سامنے واقع ہے۔

۲۔ حضرت ابوسعید خدری کے والد مالک بن سنان رضی اللہ عنہما کا مزار جو شہر پناہ کے اندر مدینہ منورہ کے مغربی جانب واقع ہے۔ یہ صحابی غزوہ اُحُد کے شہداء سے ہیں۔ اُحُد سے لاکر انہیں یہیں دفن کیا گیا۔

۳۔ محمد بن عبداللہ بن حسن ثقفی بن امام حسن بن علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہم کا مزار۔

جو مدینہ منورہ سے باہر کوہ سلع سے مشرقی جانب واقع ہے۔ یہ ابو جعفر منصور عباسی کے زمانہ میں منصور کے ہاتھ پر بیعت نہ کرنے کے سبب شہید کئے گئے تھے۔ شہر پناہ کے اندر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے والد کا مزار بھی ہے۔



مسجد قبار کی زیارت

بادو مسجد قبار میں جانا مستحب ہے۔ زیارت کے لئے افضل سینچر کا دن ہے۔ اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس میں ہر سینچر کو سوار یا پیدل تشریف لاتے یعنی کہیں پیدل تشریف لاتے اور کہیں سوار سے۔ (بخاری و فتح القدیر)

سینچر کا دن خاص اس لئے فرمایا تھا کہ اہل قبار سے رابطہ رہے۔ اور بعض ان لوگوں کے حالات کا جائزہ بھی لے سکیں جو مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کے اندر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جمعہ میں نہ پہنچ سکے تھے۔ یہ بھی مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد قبار دو شبہ کو بھی تشریف لے گئے تھے۔

سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ دو شبہ اور جمعرات کو قبار تشریف لے جاتے (شرح النکاح) محمد بن منکدر سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ستائیسوی رمضان المبارک کو قبار تشریف لے جاتے۔

علامہ نووی نے لکھا ہے کہ اس حدیث میں زیارت کے لئے بعض ایام کے خاص کر لینے کا جواز موجود ہے۔ اور یہی صحیح اور مہرہ کا قول ہے۔

ابن مسعود مالکی نے اسے مکروہ بتایا ہے جس کی لوگوں نے توجہ یہ کی ہے کہ شاید ابن مسعود کو یہ احادیث نہ پہنچ سکیں۔

یہ مسجد اسلام میں سب سے پہلی مسجد ہے جو مسلمانوں کے لئے تعمیر کی گئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت کر کے قبار پہنچے سب سے پہلے آپ نے اس مسجد کی تعمیر فرمائی۔ اور قبار میں تین دن یا چار دن یا چودہ دن قیام فرمایا۔ پھر مدینہ کے لئے روانہ ہوئے۔ مسجد حرام، مسجد

نبوی اور مسجد اقصیٰ کے بعد سب سے افضل مسجد یہی ہے۔ (شرح الناسک)

حضرت علیؓ نے اس کا سنگ بنیاد رکھا۔ پھر حضرت ابو بکر صدیقؓ پھر حضرت عمر فاروقؓ پھر حضرت عثمان غنیؓ رضی اللہ عنہم نے پھر رکھے۔
مسجد قبا پہنچ کر زائر یہ دعا کرے:

يَا صَبْرُ - مَحَجَّ الْمُتَضَرِّعِينَ
وَعِيَاكَ الْمُتَغَيِّثِينَ
يَا مُفَرِّجَ كُرُوبِ الْمَكْرُوبِينَ
يَا مُجِيبَ دَعْوَةِ الْمُضْطَرِّينَ
صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ
وَأَلِهِ وَاكْشِفْ كُرْبِي
وَحُزْنَ كَمَا كَشَفْتَ
عَنْ رَسُولِكَ حُزْنَكَ وَكَرْبَهُ
فَ هَذَا الْمَقَامُ يَا حَسَنَاتُ
يَا مَسْنَاتُ يَا كَثِيرَ الْمُعْرُوفِ
يَا دَارَ السَّعَادَةِ وَالْإِحْسَانِ يَا أَرْحَمَ
الرَّاحِمِينَ ۝ (الاختیار)

اے غالب کرنے والوں کا نالہ سننے والے
اور فریادوں کے فریادرس اور نصیحت
زدوں کے مصائب دور کرنے والے اور
پریشانیوں کی دعا قبول کرنے والے ہمارے
آقا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی آل پر
درونازل فرما۔ اور میرے کرب و غم دور
فرما جیسا تو نے اپنے رسول سے ان کے
حزون و کرب اس مقام پر دور فرمائے۔ اے
بہت زیادہ احسان کرنے والے اور بہت
زیادہ شفقت فرمانے والے اور اسے بہت
خیر والے اور اسے ہمیشہ احسان فرمانے والے
اور سب سے زیادہ رحم فرمانے والے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب اس مسجد میں داخل ہوتے تو اس میں نماز پڑھے بغیر اس
سے نکلنا انہیں ناپسند تھا۔ مسجد قبا میں کسی دن بھی نماز پڑھنا ساجد ثلاثہ کے علاوہ تمام مسجدوں کی نماز
سے افضل ہے۔ کم سے کم نماز دو رکعت ہونی چاہیے۔

”مذنب القلوب“ میں ہے کہ بعض روایتوں میں چار رکعت کی مراحت کی گئی ہے۔ نبی
صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول صحیح حدیث ہے۔

ان القلوة فیہ کعشرة (و معہ القديس) | اس مسجد قبا میں نماز ایک عمر کی طرح ہے۔
ترمذی نے اس روایت کی تحریک کی ہے اور امام احمد اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں یہ
روایت نقل کی ہے۔ (نظام الملک)

سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا مسجد قبا میں دو رکعت نماز بیت المقدس کی دو بار
زیارت کرنے سے مجھے زیادہ محبوب ہے۔ (شیخ طبری)

اس طرح اگر کسی نے مسجد قبا میں نماز پڑھنے کی نذر مانی تو یہ نذر اسی مسجد کے ساتھ واجب الیفہ
ہوگی کسی اور مسجد میں سوائے مسجد ثلثہ کے اور نہ ہوگی۔ (مسائل الارکان)

یہ بات بظاہر لا تشد الرجال الا الى شلثة مساجد کے معارض ہے (کیونکہ
اس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ تین مسجدوں کے علاوہ کسی کا سفر جائز نہیں اور اوپر کے جزیرہ میں نذر
کی تکمیل کے لئے مسجد قبا کا سفر لازمی بتایا گیا ہے۔)

ہاں اس حدیث سے مراد اگر یہ ہو کہ کسی مسجد کا انفرادی طور پر مخصوص کر کے سفر کرنا جائز نہیں
اس طرح مسجد قبا کا سفر اس حدیث کے حکم میں داخل نہ ہوگا اس لئے کہ مسجد قبا کا سفر تنہا مسجد
قبا کے لئے نہیں کیا جاتا بلکہ مقصود مسجد نبوی کی جانب بھی سفر کرنا ہے۔

بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ مسجد قبا ان تینوں مساجد کے حکم میں ہے جس کا سفر کرنا جائز ہے
اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسجد کا ذکر شاید اس لئے فرمایا ہو کہ یہ مسجد مدینہ منورہ سے
قریب ہے۔ واللہ اعلم۔

تحويل قبلہ سے قبل مسجد قبا میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز گاہ پہلی محراب ہے یہ صحن میں
اس ستون کے پاس ہے جو محراب مسجد کے مقابل ہے۔ تحويل قبلہ کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی
نماز گاہ دیوار قبلہ سے قریب کی محراب ہے اور یہ دوسری محراب ہے۔

اور جب قبلہ کی طرف مسجد میں توسیع ہوئی تو محراب بدل گئی اور منبر کے قریب ستون میں
اس محراب کی علامت بنا دی گئی۔

مسجد قبار کے شرقی جانب طاقتور ہے لوگ بتاتے ہیں اسی جگہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ دیکھا اور مسجد کا رخ ٹھیک قبلہ کی طرف فرمایا۔

اس مسجد کے سامان کے پاس ایک چبوترہ ہے جس کے محراب میں ایک پتھر ہے اس میں یہ آیت لکھی ہے۔ لَسَنُجِدَّ اُمَّتَسَ عَلٰی الشَّقَوٰی مِنْ اَدَلِ يَوْمٍ۔

لوگ کہتے ہیں کہ اسی جگہ یہ آیت نازل ہوئی تھی۔ کچھ لوگوں نے اس پر نقد کرتے ہوئے کہا ہے کہ صحیح روایت سے یہ ثابت نہیں۔

ماں وہ چھوٹا گڑھا جو مسجد قبار کے صحن میں ہے اس کے بارے میں لوگ بتاتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اذنی اسی جگہ بیٹھی تھی۔ جب ہجرت کے سال نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں نزول فرمایا تھا۔ قبار کے متبرک مقامات میں مسجد کے قبلہ جات میں سعد بن خثیرہ کا گھر بھی ہے۔ مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس میں آرام فرما ہوئے تھے اور مسجد کے مغربی کونے کے قبلہ میں ایک جگہ ہے شاید یہی مسجد دار سعد ہے۔ یہ مسجد اب مسجد علی کے نام سے مشہور ہے اور مسجد کے قبلہ ہی میں ام کلثوم بنت ہدم کا گھر ہے جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اہل خانہ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے گھر کے لوگ اترے تھے (شرح الناسک)

نزد قانی نے شرح مواہب میں لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے سال زمین قبار پر خاندان بنی عمرو بن عوف میں قیام فرمایا تھا۔ آپ کا درود ام کلثوم بنت ہدم کے گھر میں ہوا تھا۔

بعض کا خیال ہے کہ اس وقت یہ مشرک تھے۔ محمد بن ذبالہ نے اس پر اپنے یقین کا اظہار کیا ہے۔

کوہ اُحد

اس کے شہداء اور اس کی مسجدوں کی زیارت

کوہ اُحد کی زیارت بذاتِ خود مستحب ہے صحیح حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔

اُحْدٌ جَبَلٌ يُحْتَبَا وَ يُحْتَبٰهُ (فتح القدیر)	اُحْدٌ ایسا پہاڑ ہے جو ہم سے محبت رکھتا ہے اور ہم اس سے محبت رکھتے ہیں۔
---	--

اس حدیث کی تفسیر صحیح میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ ہم سے کوہ اُحد کے لوگ محبت کرتے ہیں اور وہ مدینہ منورہ کے باشندے ہیں اور ہم ان سے محبت کرتے ہیں لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث اپنے ظاہر پر ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ بذاتِ خود یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے اسے اس کی قوت بخشی ہے۔ (شرح مسلم۔ نوری)

امام احمد کی ایک روایت میں ہے کہ یہ پہاڑ جنت کے پہاڑوں میں سے ہے۔
سب سے افضل پہاڑ کون ہے اس میں علماء کا اختلاف ہے۔

بعض نے کہا ہے کہ کوہ اُحد سب سے افضل ہے اور ایک قول یہ ہے کہ جبلِ عرفات۔
بعض کا خیال ہے کہ جبلِ ابوقیس اور کچھ کی رائے ہے کہ کوہِ طور سب سے افضل ہے جس پر اللہ تعالیٰ
نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا۔ (زرقانی)

زائر شہداء اُحد کے مزارات کی زیارت کرے اور ان کو سلام پیش کرے حضور اکرم صلی
اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے آپ نے شہداء اُحد کے بارے میں ارشاد فرمایا،

لَا يَسْتَمُّ عَلَيْهِمْ أَحَدٌ إِلَّا يُسَوِّمُ الْقَبِيلَةَ إِلَّا زَادُوا	قیامت تک شہداء اُحد کو جو کوئی بھی سلام پیش کرے گا وہ اس کے سلام کا
---	--

علیہ روایہ البیہقی عن ابی ہریرۃ۔ | جراب دیں گے۔ بروایت ابو ہریرہ (نقی)

شہدائے اُمد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ انہیں جبیر بن معلّم کے غلام وحشی بن حرب نے اپنے نیزے سے ضرب لگائی تھی جس سے آپ شہید ہوئے تھے۔

تو اعلیٰ قاری نے فرمایا ہے کہ ابن شیبہ نے روایت کی ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اُمد کے شہداء کے مزارات پر ہر سال کے شروع میں تشریف لاتے اور یہ کلمات کہتے،

سَلَامٌ عَلَيْكُمْ يَا مَسْبُورُكُمْ فَنَعَمْ | تم کو سلام تمہارے ممبر کے سبب (تمہارے لئے) مُعْبَى الدَّار۔ | وار آخرت کا انجام اچھا ہے۔

شیخ دیوبند نے لکھا ہے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد آپ کی سنت پر عمل پیرا ہوتے ہوئے شہداء اُمد کے مزارات کی زیارت کے لئے جایا کرتے۔

زار کے لئے افضل یہ ہے کہ جمعات کو صاف ستھرا ہو کر دن کے ابتدائی حصے میں شہداء اُمد کی زیارت کے لئے جائے تاکہ مسجد نبوی میں ظہر کی نماز باجماعت اس کی فوت نہ ہو (رد المحتار)

”الاختیار“ میں ہے کہ یوں کہے: سَلَامٌ عَلَيْكُمْ يَا مَسْبُورُكُمْ

فَنَعَمْ مُعْبَى الدَّار۔ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ ذَارِقَتُومُ ثَوْرُ مِثْنِ ذِ اِنَّا اِنشَاء اللہ بِكُمْ لَا حِثُّونَ ۝ اور آیت انکس اور سورہ اخلاص پڑھے۔

اُمد کے قریب پہنچ کر مسجد حمزہ سے زیارت شروع کرے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ میرے چچاؤں میں سب سے بہتر حضرت حمزہ ہیں۔ حافظ ابو القاسم بن مساکر دمشق نے یہ روایت نقل کی ہے۔

حضور نے مزید ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کے یہاں ساتوں آسمان والوں میں حمزہ کو اُمد اللہ

اور اسد رسول اللہ کھائے۔ (حاکم)

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بنی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی تھے۔ ان کو ثنہ بننے دودھ پلایا تھا۔ ان کی عمر شہادت کے وقت اٹھ سال تھی۔ (مواہب لدنیہ)

اور صاحب "امصار" نے لکھا ہے کہ ساٹھ سال سے کم وہ باحیات رہے۔ بعض نے اٹھاون سال آپ کی عمر بتائی ہے۔ اور کچھ نے ساٹھ سال کی۔ (زرقانی)

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مزار کی خفوع و شترع کے عالم میں زیارت کرے اور ان کی خدمت میں سلام پیش کرے۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ہر جمعہ کو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مزار کی زیارت فرماتیں۔

"ایضاً العلوم" میں ہے کہ وہ نمازیں پڑھتیں اور وہاں روتیں۔ سنہ ۹۷ھ میں ان کا قبہ تعمیر کیا گیا۔

ابو ایمن سعد اللہ عبد الباقی بغدادی کی کتاب "أوضح منهج" الی معرفۃ مناسک الحج میں لکھا ہے زائر کے لئے مستحب ہے کہ بقیع جانے اور وہاں کے مزارات کی زیارت کرے۔ خصوصاً سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مزار کی۔ یہ بات قابل قبول نہیں اس لئے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا مزار بقیع میں نہیں ہے۔

اور زائر (کوہ احد پر) عبد اللہ بن جحش کو سلام پیش کرے۔ یہ ام المؤمنین حضرت زینب کے بھائی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیمبری امیر بنت عبد المطلب کے صاحبزادے ہیں۔ امیر کے اسلام کے سلسلے میں اختلاف کیا گیا ہے۔ ابن اسحاق نے اسلام کی نفی کی ہے۔ (زرقانی) ذہبی نے "تجریۃ الصحابہ" میں لکھا ہے کہ عبد اللہ بن جحش کی والدہ امیرہ ہیں بعض "مناسک" میں یہ بھی ہے کہ عبد اللہ کی والدہ صفیہ بنت عبد المطلب ہیں تو ہو سکتا ہے اس کے مؤلف نے کسی مستحب کتاب میں اس کی تصریح دیکھی ہو۔

اور وہ مصعب بن عمیر کو سلام پیش کرے۔ انہیں ابن قریظ نے شہید کیا تھا۔ یہ بھی

مروی ہے کہ وہ دونوں مصعب بن میسر اور عبداللہ بن معش حضرت حمزہ کے ساتھ ایک ہی قبر میں دفن کئے گئے ہیں۔

شہداء اُحد کی تعداد کل ستر ہے۔ ان میں سہل بن قیس رضی اللہ عنہ بھی ہیں ان کا مزار حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مزار کے پیچھے اسی سے شامی جانب ان کے مزار اور کوہ اُحد کے وسط میں واقع ہے۔

شہداء اُحد میں عبداللہ بن عمرو، البراء بن مالک، عقیل بن ابی ریح، عقیل بن عمرو بن جراح، عقیل بن عمرو بن جراح،

خارجہ بن زید، سعد بن ربیع اور نعمان بن مالک بھی ہیں۔ ان کے مزارات مغربی جانب حضرت حمزہ کے مزار سے کوئی دھائی سو گز کے فاصلہ پر واقع ہیں۔

سید سہودی نے "تاریخ المدینہ" میں لکھا ہے کہ ان کے مزارات اُحد کے بڑے ٹالے کے مغربی سمت میں ایک بلند حصہ پر واقع ہیں۔ دوسرے شہداء اُحد کے مزارات کی شناخت تو نہ ہو سکی تاہم ظاہر یہی ہے کہ ان کے مزارات بھی حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مزار کے ارد گرد ہی ہوں گے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے پانچویں آپ کا مزار بولنے والے کی قبر ہے۔ (واللہ اعلم)

لیکن اب اس کا کوئی نشان باقی نہیں رہا۔ میں نے زیارت کرنے والے سے اس کے بارے میں دریافت کیا تو اس نے کچھ نہ بتایا۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مزار کے سرے پر ایک قبر ہے اس کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ یہ عقیل جو اشraf مکہ سے ہیں ان کی قبر ہے۔ اسی طرح مسجد کے صحن کی قبر مدینہ کے کسی امیر کی ہے حضرت حمزہ کے مزار اور کوہ اُحد کے درمیان پتھر کی باؤنڈری کے اندر نظر آنے والی قبریں اعرابیوں کی ہیں۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مزار اور کوہ احد کے درمیان ایک قبر ہے جس کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک کی شہادت گاہ ہے۔

منقول ہے کہ عقبہ بن وقاص نے اس دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تیر مارا جس سے حضور کا نچلا دانت جسے رباعی کہتے ہیں ٹوٹ گیا۔ ٹوٹنے کی وضاحت یہ کی گئی ہے کہ دانت کا ایک ٹکڑا ٹوٹ کر نکلا۔ دانت جوڑے نہیں اکھڑا۔ حدیث میں دانت کے لئے رباعیہ کا لفظ آیا ہے۔ علامہ زرغانی نے اس کی تشریح یہ کی ہے کہ رباعیہ وہ دانت ہے جو بیچ کے دونوں دانت اور ترکیبے دانت کے درمیان ہوتا ہے۔ اس کی جمیع رباعیات آتی ہے (زرغانی)

بقول بعض حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام جب حج اور عمرہ کے لئے آئے اور مکہ مکرمہ سے واپسی میں کوہ احد پر اترے تو حضرت ہارون علیہ السلام کا پیغام اجل پہنچا اور اسی پہاڑ پر انہوں نے وفات پائی اور وہیں انہیں دفن کیا گیا۔ ان کا مزار بھی اسی پہاڑ کے اوپری حصہ پر مشہور و معروف ہے۔

یہ روایت سند کے ساتھ زبیر بن بکار نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے 'فضل السینہ' نامی کتاب میں نقل کی ہے۔ (الروض)

لیکن زرغانی نے نقل کیا ہے کہ یہ روایت قطعاً غلط ہے اور زبیر کی سند اس سلسلے میں نہایت ضعیف ہے۔ کیونکہ بعض کی تحقیق کے مطابق حضرت ہارون علیہ السلام نے شام کے شہر جبہ کے علاقہ میں وفات پائی اور اکثر کی رائے یہ ہے کہ مقام تیرہ میں حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام نے وفات پائی حضرت ہارون علیہ السلام نے پیچھے چھوڑ دیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے داعی اجل کو لبیک کہا۔

کوہ احد میں ایک غار ہے جس کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم چھپے تھے۔ اسی طرح وہ چٹان جس کے سسے میں لوگ بتاتے ہیں کہ اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تشریف رکھی تھی اس کے اوپر ایک سر کا نشان ہے۔ اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کا نشان ہے۔ یہ باتیں معتمد ذوالحجہ سے ثابت نہیں ہزار کے

لئے مستحب ہے کہ کوہ احد کے کسی درخت سے تھوڑا سا حصہ بطور تبرک کھائے گا اسے خار وار درخت ہی کا حصہ کیوں نہ نصیب ہو۔ (شرح المناک)

بعض روایتوں میں آیا ہے کہ احد جنت کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ ہے جب تم اس پر پہنچو تو اس کے پھلوں سے کچھ کھاؤ۔ اگر کوئی پھل نہ ہو تو اس کے گھاس پودے ہی کھاؤ۔
 ”نظام الملک“ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ جب کوہ احد پر پہنچو تو اس کے درخت سے کچھ کھالیا کرو۔ اس کے خار وار درخت ہی یہی۔

بعض ”مناسک“ میں مروی ہے کہ ”جب تم کوہ احد پر پہنچو تو اس کے درخت سے حرید“ لیکن میں اس روایت سے واقف نہیں۔

کوہ احد کی مسجدوں میں نماز پڑھنا مستحب ہے۔

مساجد احد میں حسب ذیل مسجدیں قابل ذکر ہیں :

مسجد فسخ یہ مسجد حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے شمال میں کوہ احد کی جڑ میں اس سے متصل واقع ہے۔ جب مہر اس کی گھاٹی میں جائیں تو آپ کے وائیں جانب احد سے متصل یہ مسجد ملے گی۔ مہر اس پتھر کی اوکھی کو کہتے ہیں۔ عربوں کی عادت تھی کہ گزنیں کے پاس اوکھی بنا پتھر رکھ دیا کرتے تھے جس میں پانی بھر دیا جاتا تھا۔

علامہ زرقانی کی رائے یہ ہے کہ ”مہر اس“ احد کے ایک کنوئیں کا نام ہے۔

اس مسجد کو مسجد فسخ کہے جانے کی وجہ یہ ہے کہ بقول بعض آیت فسخ اسی میں نازل ہوئی۔ آیت فسخ یہ ہے۔

اے ایمان والو! جب تم سے کہا جائے کہ تم مجلسوں میں جگہ دو تو تم جگہ دو اللہ تبارک و تعالیٰ تمہیں جگہ دے گا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قِيلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوا فَاثْبُتُوا لِفَتْحِ
 اللَّهُ لَكُمْ. (۲۰-۲۱)

حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں ایک دوسرے سے

آگے رہنے کی خواہش رکھتے اور کسی کو اپنے پاس آتا ہوا دیکھتے تو اپنی جگہ سے ہٹتے نہیں تھے اور آنے والے کو حضور سے قریب بیٹھنے کا موقع نہ دیتے اس لئے اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا کہ آنے والوں کو وہ جگہ دے دیا کریں۔

ابوالعالیہ اور حسن نے اس کی تشریح یہ کی ہے کہ ایسا لڑائیوں کے موقع پر ہوتا کہ اگر کوئی صف میں آتا اور کہتا کہ جگہ دو تو لوگ قاتل کے شوق اور اپنی شہادت کے اشتیاق کے سبب جگہ دینے سے انکار کر دیتے تھے۔ (معالم التنزیل)

مردی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ احد سے فارغ ہونے کے بعد اس مسجد میں ظہر و عصر کی نماز ادا فرمائی تھی۔

مسجد جبل عیین یہ مسجد کوہ عیین کے شرقی حصے پر واقع ہے اس حصے کے بائیں میں بتایا جاتا ہے کہ یہ وہ ہے جس پر حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کثیرہ

لگا تھا۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ احد کے دن ظہر کی نماز اسی پہاڑ پر پڑھی تھی اس لئے اس کو جبل عیین کہا جاتا ہے۔

مسجد وادی یہ مسجد ابھی اور پر ذکر کی جانے والی مسجد کے قریب ہی کوہ عیین کے شامی کنارہ پر واقع ہے۔

کہا جاتا ہے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلی جگہ سے اسی جگہ آکر گر پڑے تھے پھر یہاں سے اس جگہ لے جاتے گئے جہاں بحکم نبی صلی اللہ علیہ وسلم دفن کئے گئے۔

جنت البقیع اور بیرون جنت البقیع مدینہ منورہ

اور اس کے قرب و جوار کی متبرک مسجدیں

جنت البقیع اور بیرون جنت البقیع مدینہ منورہ اور اس کے قرب و جوار میں کثرت سے مسجدیں پائی جاتی ہیں ان میں مشہور مسجدوں کا تذکرہ ذیل میں پیش کیا جا رہا ہے۔

مسجد الجمہ | یہ مسجد تبار کے شامی جانب واقع ہے

مردی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی جمیعت کے ساتھ جو تقریباً ستویں منزل تھی اس میں نماز ادا فرمائی۔ (مواہب لدنیہ)

بقول بعض صحابہ کی تعداد چالیس تھی۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم تبار سے مدینہ منورہ کے لئے روانہ ہوئے تھے۔ یہ اسلام میں پہلا جمہ تھا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ منورہ روانگی کے دوران قائم کیا گیا۔

اس مسجد کے قریب ایک وادی ہے جس کے مغرب میں بنی سالم بن عوف کے دیار ہیں اسی لئے اس مسجد کا نام مسجد الوادی بھی ہے۔ (جذب القلوب)

یہ مسجد تبار جانے والے شخص کے دائیں طرف واقع ہے۔ (مواہب لدنیہ)

بعض نے کہا ہے کہ بنی سالم کی دو مسجدیں ہیں ان میں چھوٹی یہی مسجد الجمہ ہے۔

مسجد الفضیح | یہ مسجد تبار کے شرقی جانب واقع اور چوکور ہے مسجد الشمس کے نام سے مشہور ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ مشرق میں ہے اور نسبتاً دوسری

جگہوں کے بلند جگہ پر ہے اس طرح آفتاب کی شعاع سب سے پہلے اس پر پڑتی ہے۔

بعض نے اس مسجد کی وجہ تسمیہ یہ بتائی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے سورج

کی وہی کا واقعہ اسی جگہ رونما ہوا تھا۔ لیکن یہ غلط ہے۔ اس نے کہ یہ واقعہ مبارک غیر کا ہے۔
بنو نضیر کے یہودیوں کا جب آپ نے محاصرہ فرمایا تھا۔ اس جگہ چھ دن تک نماز لڑا
فرماتی تھی۔ پھر یہاں پر مسجد بنائی گئی۔

مسجد بنی قریظہ | مسجد شمس کے مشرق میں یہ واقعہ ہے۔ ولید بن عبدالملک کے زمانے
میں یہ مسجد بنائی گئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو قریظہ کے محاصرہ کے
وقت اس جگہ نزول فرمایا تھا۔ اس مسجد میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھنے کی جگہ مسجد کا
مغربی شمال گوشہ ہے۔

اس جگہ مسجد قبار کے مینارے کی طرح ایک مینارہ تھا۔ پھر وہ گر گیا اور اس کی جگہ
نصف قامت کے بقدر ایک چمڑو بنایا گیا۔

مسجد ماریہ قبطیہ | حضرت ماریہ قبطیہ شاہ زاوۃ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا ابراہیم
کی والدہ ہیں۔

مسجد بنی قریظہ کے شمالی جانب مقام عالیہ میں یہ مسجد واقع ہے۔ عالیہ مدینہ منورہ سے
سے چار یا تین میل کے فاصلہ پر زراعی آبادیوں کا نام ہے۔

مروئی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقام پر نماز پڑھی ہے۔ اس جگہ حضرت
ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کا ایک باغ تھا۔ اسی باغ میں حضرت ابراہیم شاہ زاوۃ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
کی ولادت ہوئی تھی۔

مسجد بنی ظفر | اسے مسجد البغد بھی کہا جاتا ہے۔ یہ مسجد بقیع کے شرقی جانب قبر
فاطمہ بنت اسد والدہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے راستے میں واقع
ہے۔ بنی ظفر کے محلہ میں اس جگہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز پڑھنا اور وہاں کے پتھر پر
تشریف رکھنا منقول ہے۔

اور اس کا پتھر بارہا کیا جا چکا ہے کہ جس حوریت کو استرقار حمل نہیں ہوتا اس پتھر پر

بیٹہ جاتی ہے تو اسے استعزاز حاصل ہو جاتا ہے۔ یہیں ایک پتھر لی نہیں ہے جس کے پتھروں پر
چمکے کھر، کہنی اور انگلیوں کے نشانات ہیں۔ یہ سب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہیں
اور لوگ ان سے برکت حاصل کرتے ہیں۔

علامہ شہاب آفندی نے "شرح الشفاء" میں لکھا ہے کہ سیوطی نے اپنے فتاویٰ میں
تحریر فرمایا ہے کہ میں اس روایت کی اصل و سند سے واقف نہیں اور نہ حدیث کی کسی کتاب میں
یہ روایت میری نظر سے گزری ہے۔

ان کے شاگرد عثمٰی نے "جامع صغیر" کی شرح میں انہیں کا اتباع کیا ہے مزید یہ بھی
لکھا ہے کہ کسی معتد تاریخ میں بھی یہ بات نہ مل سکی۔ پھر اس کی نسبت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کی طرف کرنا روا نہیں۔

مسجد الإجابة | یہ بقیع کے شامی جانب اوس کے ایک قبیلہ بنی معاورہ کی مسجد ہے۔
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک دن مسجد بنی معاورہ سے گزر ہوا۔ آپ نے
اس میں دو رکعت نماز ادا فرمائی اور اس کے بعد عراب سے تقریباً دو اٹھ دائیں جانب
کھڑے ہو کر ایک طویل دعا فرمائی۔

اور فرمایا میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ میری امت کو قحط و غرق میں ہاک نہ
فرمائے۔ میری یہ دعا مقبول ہوئی اور میں نے یہ دعا کی کہ میری امت میں باہمی قتل و غزوی
نہ ہو۔ یہ دعا مقبول نہ ہوئی۔

مسجد البقیع | یہ مسجد بقیع کے مزار کے مغرب جانب واقع ہے اس کے بارے میں بتایا گیا
ہے (کہ ظاہر یہ ہے کہ یہ مسجد ابی ابن کعب ہے) — مروی ہے کہ نبی
صلی اللہ علیہ وسلم اس مسجد میں لایا جایا کرتے اور اس میں نماز پڑھتے اور ایسا متعدد بار ہوا۔

مسجد فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا | یہ مسجد بقیع میں ہے اور بیت الاحزان کے نام سے مشہور ہے
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غم میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا

لوگوں سے الگ تھلک ہو کر اسی میں شہری تھیں۔

مسجد ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ | یہ چوٹی سی مسجد ہے۔ کوہ اُحد کے ایک حصے سے قریب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مزار کے راستے میں واقع ہے۔

اس کی لمبائی آٹھ اتر ہے بتایا گیا ہے کہ شاید یہ وہ مقام ہے جس کے بارے میں ایک روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں دو رکعت نماز ادا فرمائی اور ایک بہت طویل سجدہ فرمایا اور آپ پر اسی جگہ وحی نازل ہوئی چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جبریل میری خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا اللہ کا ارشاد ہے جس نے آپ پر دو رو پڑھا اس پر بی رحمت نازل کر دیا گا۔ تو میں نے اللہ تعالیٰ کا سجدہ شکر ادا کیا۔ (بیہقی)

مسجد مصلی العید | یہ مسجد مدینہ منورہ سے باہر غربی جانب واقع ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے وصال تک اس میں نماز پڑھتے رہے۔ اور جب اپنے سفر سے واپس آتے اور اس عید گاہ سے آپ کا گذر ہوتا تو آپ قبلہ رو ہو کر دعا فرماتے۔

ابن مسیب نے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نہاشی (شاہ حبشہ) کی نماز جنازہ اسی عید گاہ میں ادا فرمائی۔

ایکٹ اور مسجد | یہ مسجد عید گاہ کی مسجد کے شمال میں نال بجانب مغرب واقع ہے اور مسجد سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے نام سے مشہور ہے۔ شاید حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں اس کے اندر نماز عید ادا کی ہو یا اس سے پہلے کوئی نفل نماز پڑھی ہو۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے پہل لوگوں کی کم تعداد ہونے کے سبب اس میں نماز عید ادا فرمائی تھی۔

ایکٹ تیسری مسجد | عید گاہ کے شامی طرف یہ ایک اور مسجد ہے اور مسجد علی کے نام سے مشہور ہے۔ شاید حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس مقام پر نماز عید ادا فرمائی ہو۔ یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ جس وقت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ محصور تھے

اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے گھر سے نکلے اور اس جگہ ٹھہرے تھے۔
یہ بھی کہا گیا ہے کہ ابتداءً لوگوں کی کمی کے سبب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں نماز
عید اور فرمائی تھی۔ کچھ لوگوں کا یہ بھی خیال ہے کہ یہ تینوں مسجدیں حضرت عمر بن عبد العزیز کے
زمانہ میں تعمیر کی گئیں۔

مسجد الفتح | یہ مسجد کوہ سلع کے مغربی حصہ پر واقع ہے۔ سلع مدینہ منورہ سے باہر ایک
پہاڑ ہے اس مسجد کو مسجد الاحزاب بھی کہتے ہیں اس جگہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
کا نماز اور فرما۔ روایتوں میں ملتا ہے۔

اس مقام پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایام خندق دو شنبہ، مر شنبہ اور چہار شنبہ کو
کفار قریش کی شکست کے لئے دعا فرمائی تھی۔ چنانچہ چہار شنبہ کو دو نمازوں کے درمیان حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا مقبول ہوئی۔ (فتح القدیر)

جہاں یہ دعا مقبول ہوئی تھی وہ جگہ مسجد کے صحن میں محراب کے مقابل ہے۔
شیخ دہلوی نے نقل کیا ہے کہ دعا کرنے والا محراب کے سامنے مسجد کے صحن میں کھڑا ہو۔
مسجد سلمان فارسی رضی اللہ عنہ | یہ مسجد جانب قبلہ میں مسجد الفتح کے قریب واقع ہے۔ اس
میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز اور فرما نامردی ہے۔

مسجد علی رضی اللہ عنہ | یہ مسجد بھی مسجد الفتح کے قریب واقع ہے۔ اس میں بھی نبی صلی اللہ
علیہ وسلم کا نماز اور فرما منقول ہے۔

مسجد ابو بکر رضی اللہ عنہ | یہ مسجد مسجد الفتح کے پاس قبلہ کی طرف پہاڑ کی جڑ میں واقع ہے۔
اس میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز اور فرما نامردی ہے۔

یہ تینوں مسجدیں تینوں اصحاب رضی اللہ عنہم کی طرف منسوب کیوں ہیں اس کی وجہ
معلوم نہ ہو سکی۔

ان تینوں مسجدوں کو مساجد الفتح بھی کہا جاتا ہے۔

کچھ لوگوں نے یہ وجہ بتائی ہے کہ ان تینوں اصحاب رضی اللہ عنہم کی قیام گاہیں خندق کے دن انہیں جگہوں پر تھیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کی قیام گاہوں میں تشریف لائے تھے اور ان میں نماز پڑھی تھی۔

مسجد نبی حرام | یہ مسجد اسی نام سے مدینہ منورہ میں مشہور و معروف ہے۔ بعض روایتوں میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں نماز پڑھی ہے۔ اس مسجد کے پاس کوہ سلج کا غار ہے۔ جسے کعبہ بنو حرام کہتے ہیں۔

مردی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غار میں تشریف رکھی اور آپ پر وحی نازل ہوئی۔ حضرت جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور آپ کے پاس وحی لائے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: —

آپ کو بشارت ہو میں آپ کی امت کے ساتھ کوئی ایسا معاملہ نہ کروں گا جو آپ کے لئے ناگوار خاطر ہو۔

طَوْبٌ لَّكَ لَا أَفْعَلُ بِأُمَّتِكَ
أَمْرًا يَكُونُ مَكْرُوهًا لَكَ

طبرانی نے بھی اسی مفہوم کی حدیث روایت کی ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آیام خندق کی آئیں اسی غار میں گزارتے یہ غار قبلہ کے راستے میں مدینہ منورہ سے مساجد الفتح کی طرف جانے والے کے دائیں جانب واقع ہے۔

مسجد القبلتین | یہ مسجد مساجد الفتح کے غریبی جانب وادی مہیق سے قریب واقع ہے۔ اس میں دو محرابیں ہیں ایک کعبہ کی طرف اور دوسری بیت المقدس کی طرف۔

مردی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم غنیمہ والدہ بشر بن براہی مع در سے ملنے بنی سلمہ کے ان تشریف لے گئے۔ انہوں (غنیمہ) نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کھانا تیار کیا ظہر کا وقت ہو گیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کے ساتھ ان کی مسجد میں دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تیسری رکعت میں کعبہ کی طرف رخ کرنے کا حکم دیا گیا۔ یہی حضرات کعبہ کی طرف گھوم گئے۔

اس طرح کہ امام اپنی اس جگہ سے جہاں وہ پڑھ رہا تھا اپنے پیچھے کی طرف آگیا اور لوگ بھی گھوم کر امام کے پیچھے ہو گئے۔ اور عورتیں بھی گھومیں اور مردوں کے پیچھے ہو گئیں۔

اس مسجد میں تبدیلی قبلہ کا حکم نازل ہونے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس میں بیت المقدس سے کعبہ کی طرف رخ کرنے کے سبب اس کا نام مسجد القبلتین ہو گیا۔

(مواہب لدنیہ بروایت ابن سعد عن واقدی)

زرقانی نے لکھا ہے کہ یہاں یہ اشکال نہیں کہ یہ عمل کثیر ہے۔ کیونکہ اس میں یہ احتمال ہے کہ عمل کثیر اس وقت تک نماز میں گفتگو کی طرح مفرد نماز نہ رہا ہو۔ یا مصلحت کے پیش نظر یہ عمل منافی نہ دیا گیا ہو۔

مسجد الذباب | مسجد الزایہ کے نام سے یہ مشہور ہے۔ اور کہ صلیع سے شرقی جانب مدینہ منورہ سے شامی طرف پہاڑ کے حصہ پر واقع ہے۔ اس جگہ نبی صلی اللہ

علیہ وسلم کا نماز ادا فرمانا بعض روایتوں میں منقول ہے۔ یہ بھی مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوہ تبوک کے لئے تشریف لے جا رہے تھے تو آپا خیمہ اسی مقام پر نصب فرمایا تھا۔

مسجد السقیاء | سقیاء ایک مقام کا نام ہے۔ وہاں کے کنوئیں کے شامی طرف یہ مسجد واقع ہے۔ مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ نماز ادا فرمائی اور اہل مدینہ

کے صاع اور مد میں برکت کے لئے اسی مقام پر دعا فرمائی

متبرک کنوئیں

کئی شام نے خوب کہا ہے، —

أَفْضَلُ السَّيَاءِ نَاءٌ قَدْ بَنَعَ | بَيْنَ أَصَابِجِ السَّيِّئِ الْمَتَّبَعِ

فسادِ زمزمِ فسادِ دھو شر | فنیلِ مضرتِ باقِ الانہر

سب سے افضل پانی وہ ہے جو نبی مقصد علی صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں کے نیچے سے

نکلا پھر آب زمزم پھر آب کوثر پھر نیل مصر پھر دوسری ندیوں کا پانی —

واضح رہے کہ متبرک کنوئیں بہت سے ہیں۔ ان سے دشوکر داخل کرنا اور ان کا پانی

پینا مستحسن ہے۔ ان کے اعداد و ستر بتائے گئے ہیں بعض نے انیس ہونے کی تصریح کی ہے۔

ان میں بعض کا تذکرہ پیش کیا جا رہا ہے۔

یہ کنواں مسجد قبار سے قریب اس کے غزنی جانب واقع ہے۔ یہ کنواں

بیرایس

کھاری تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں آب دہن مبارک ڈالا اور

اس کا پانی نہایت شیریں اور لطیف ہو گیا۔ یہ وہی کنواں ہے جس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی

پینڈلی کھول کر پاؤں ٹٹکائے ہوئے بیٹھے تھے اور پھر حضرت ابوبکر حضرت عمر اور حضرت

عثمان رضی اللہ عنہم بھی اسی نشست سے بیٹھے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے

وضو فرمایا ہے۔ (بخاری و مسلم)

بتایا جاتا ہے کہ اس کا پانی آب زمزم کی طرح جس مقصد سے پیا جائے شفا پیاں

کی شدت ختم کرنے یا مرض سے شفا پائی یا اسی طرح کے دیگر مقاصد کے لئے تو یہ مقاصد

پورے ہوتے ہیں جیسا کہ علامہ علی قاری نے نقل کیا ہے۔

اسی کوئی میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مہرِ خلافت میں انہیں کے ہاتھ سے یا ان کے مادمِ معیت کے ہاتھ سے مہرِ نبوت گری اور انتہائی تلاش و جستجو کے بعد بھی نہ مل سکی۔

اس میں راز یہ ہے کہ اسی مہر پر انتظام و تدبیر کا مدار تھا۔ اس کا کھونا۔ نقتے و فساد ماریل بن گیا۔ اس مہر کا نقش محمد رسول اللہ تھا۔ ایک سطر میں محمد دوسری میں رسول اور دوسری میں اللہ مکتوب تھا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ انگشتری ہدک اپنے ہاتھ میں پہنتے پھر یہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں پہنچی اور سب سے اخیر میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں آئی اور انہیں کے اقدوں گم ہوئی

بیرِ غرس | مسجدِ قبا سے مشرق و شمال کی جانب یہ کنواں واقع ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اس سے حضور فرمایا اور پانی پینا اور بقیہ پانی اس میں ڈال دینا بعض روایتوں سے ثابت ہے۔

ابن ماجہ کی یہ صحیح روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے پانی سے سات مشک سے غسل دیئے جلنے کی وصیت فرمائی تھی۔ مسجدِ وصیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے غسل دیا گیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم بے مروتی ہے کہ یہ کنواں جنت کے چشموں سے ایک چشم ہے (نظام الملک) **بیرِ رومہ** | یہ کنواں مسجدِ قبلتین کے شمالی جانب وادیِ عقیق میں واقع ہے۔ وادیِ عقیق ایک مبارک وادی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں ارشاد فرمایا اس وادی سے مجھے جنت ہے۔ اور اس کو مجھ سے جنت ہے۔ اس کوئی کاپانی نہایت شیریں اور لطیف ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے "جس نے یہ رومہ کی کھدائی کی اس کے لئے جنت ہے" اس وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کی کھدائی کرائی۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسے پینتیس ہزار درہم میں خریدا اور غنی، نادار اور مسافر کے لئے اسے وقف کر دیا۔

بیر بفساد یہ کنواں مدینہ طیبہ کے باب شامی کے پاس حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مزار کے راستہ پر چلنے والے شخص کے دائیں جانب واقع ہے۔ ان دنوں یہ کنواں باغ جہل اللیلہ میں ہے۔

منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے پانی سے وضو فرمایا ہے اور اس میں اپنا لعاب و بن مبارک ڈالا اور اس کے پانی اور پینے والوں کے حق میں دعا، برکت فرمائی ہے عبد رسالت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیماروں کو بغرض شفا اس کے پانی سے نہلاتے تھے بجز اس کی برکت سے انہیں صحت عطا فرماتا۔

بیر بفساد بغیر بار و تشدید صلا یا تخفیف صلا۔ یہ کنواں جنت البقیع سے قریب ہے بقیع سے جو راستہ مسجد قبارہ کو گیا ہے اس کے مشرق جانب نخلستان میں واقع ہے یہاں دو کنوئیں ہیں ان میں ایک چھوٹا سا ہے۔ بتایا گیا ہے کہ ان دونوں میں "بیر بفساد" بڑا ہے۔ بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ بیر بفساد چھوٹا ہے اور اس میں میڑھیاں ہیں۔

اس کنوئی پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر مبارک دھویا سر کا خالہ اور سرے مبارک پر سرے جھڑے اسی کنوئی میں برکت کے لئے آپ نے ڈال دیئے۔

بیر حار یہ کنواں مسجد نبوی سے قریب شمال جانب واقع ہے اور بعض مناسک میں جو یہ ہے کہ یہ کنواں مسجد نبوی سے قبلہ جانب ہے یہ صحیح نہیں۔

پہلے یہ کنواں حضرت ابطلحہ انصاری کے باغ میں تھا اس جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور درختوں کے سایہ میں تشریف رکھتے اور اس کنوئی کا پانی نوش فرماتے۔ ان دنوں یہ کنواں ایک چھوٹے سے باغ میں ہے۔

بیر احاب ان دنوں یہ کنواں زمزم کے نام سے مشہور ہے۔ یہ کنواں مدینہ منورہ کے مغرب جانب شلاخ زمین پر واقع ہے۔ مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں اپنا لعاب دہن مبارک ڈالا ہے۔

بتایا گیا ہے کہ اس کا پانی دنیا کے گوشے گوشے میں اب زمزم کی طرح سے جایا جاتا تھا۔

بیر العہن مسجد قبار کے شرقی جانب حوالی مدینہ کے ایک پہاڑ پر یہ کنواں کندہ ہے۔ بعض نے اسے بیر المیسرہ کہہ ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب دہن مبارک اس میں ڈالا ہے اور اس کے پانی سے وضو فرمایا ہے اور اس کنوئیں کے لئے دعائے برکت فرمائی ہے

یہ کنواں مدینہ منورہ سے ایک میل پر واقع ہے شاید اس وقت یہ کنواں بیروزی **بیر ابی غنبلہ** کے نام سے مشہور ہے

مروی ہے کہ لشکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب فزادہ کے لئے روانہ ہوا تھا تو اسی جگہ اُتر آقا۔

بیر انس بن مالک راجع یہ ہے کہ یہ کنواں ان دنوں زناطیہ کے نام سے مشہور ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کنوئیں کا پانی نوش فرمانا اور اس میں اپنا لعاب بن مبارک ڈالنا منقول ہے

مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لعاب دہن کے سبب مدینہ منورہ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر کے کنوئیں سے زیادہ شیریں اور میٹھے پانی کا کوئی کنواں نہ تھا یہ روایت ابو نعیم وغیرہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے۔ (وزرقانی)

بیر السقیاء یہ شلاخ زمین پر واقع ہے اور سبیر الاعجام کے نام سے مشہور ہے یہ کنواں دران ہر چکا تھا۔ عجم کے کسی فقیر نے اسکی تعمیر لوکی یہ بیر ملی جانے والے شخص کے دائیں طرف واقع ہے

بعض رایتوں میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا پانی نوش فرمایا ہے۔

مذکورہ کنوئوں میں حسب ذیل سات کنوئیں زیادہ مشہور ہیں، بیر اریس۔ بیر فرس۔ بیر روم۔ بیر بضاہ۔ بیر لہ۔ بیر مار۔ بیر العہن۔

حرمین شریفین کے درمیان کی مسجدیں

زار کو مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے درمیان کی مسجدوں کی بھی زیارت کرنی چاہیئے۔ کرمان نے اپنی ناسک میں ایسی بیس مسجدوں کا ذکر کیا ہے۔
ان میں بعض کا تذکرہ ذیل میں پیش کیا جا رہا ہے۔

ذوالحلیفہ اہل مدینہ کی میقات ہے

مسجد ذوالحلیفہ

مردی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر دار حجۃ الوداع کے سفر میں ذوالحلیفہ کے ایک بول کے درخت کے نیچے قیام فرمایا تھا اور نماز کے بعد یہیں احرام باندھا تھا۔
آپ کی نماز پڑھنے کی جگہ مسجد کا درمیانی ستون ہے۔

ذوالحلیفہ میں پہلی مسجد کے قریب یہ ایک چھوٹی سی مسجد ہے۔

مسجد المعصرین

محمد بن اسحق مدینی نے کہا ہے کہ معصرین مدینہ منورہ سے چھ میل کے فاصلہ پر واقع ہے
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت ایک غزوہ سے واپس ہو رہے تھے آپ شب کے اخیر حصہ میں یہیں اترے اور اسی جگہ نماز ادا فرمائی تھی۔ اسی لئے اس جگہ کو معصرین (رات کے اخیر حصہ میں اترنے کی جگہ) کہتے ہیں۔

شرف الرواح مدینہ منورہ سے تیس یا چالیس میل کے فاصلہ پر
ایک مقام کا نام ہے۔ اس جگہ دو مسجدیں ہیں ایک چھوٹی

مسجد شرف الرواح

اور دوسری بڑی۔

منقول ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوٹی مسجد میں نماز ادا فرمائی ہے۔ یہ مسجد

مکہ جانے والے راستے پر چلنے والے شخص کے دائیں جانب واقع ہے۔ ان دونوں مسجدوں کے درمیان ایک مرقبہ چتر و غیرہ پھیلنے کی مقدار کا فاصلہ ہے۔ یہیں چند مزارات میں جہزرات شہداء کے نام سے مشہور ہیں۔ شاید یہ ان اہل بیت کے شہداء کے مزارات ہیں۔ جنہیں سنیہ میں علماء شہید کیا گیا تھا۔

مسجد الغزال یہ مسجد وادیِ روماء کے اندر حصے میں پہاڑ کے کنارہ مکہ جانے والے راستے کے بائیں طرف واقع ہے اور مدینہ منورہ جانے والے راہی کے دائیں جانب ہے اس جگہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نزول فرما، اور نماز پڑھنا منقول ہے۔ اسے غزالہ اس لئے کہتے ہیں کہ اس وادی میں ہرنی نے آپ کی رسالت کی شہادت دی تھی۔ یہ واقعہ اسی جگہ سے منسوب ہے۔

مسجد عرق الطبیہ مقام روماء سے قریب واقع ہے۔ مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں نماز پڑھی ہے۔ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوہ بدر کا مقام ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جو چہر بنائی گئی تھی۔ وہ اس سے قریب تھی۔ اس کی جگہ ایک کھجور کے درخت کے پاس مشہور ہے۔ (شرح الناسک)

شیخ دہلوی نے لکھا ہے یہ مسجد اسی چہر کا جگہ بنائی گئی ہے۔ اس کے قریب ایک چشمہ ہے اور اسی کے قریب ایک دوسری مسجد بھی ہے۔ جس کی اصل کا پتہ نہیں۔ زائر جب مقام بدر پر پہنچے تو وہاں کے شہداء و صحابہ رضی اللہ عنہم کو اجمال طور پر سلام عرض کرے۔

مکہ جانے والے راہ گیر کے دائیں طرف بدر کے بعد ایک پہاڑ میں جو شکاف ہے جس پر لوگ چڑھتے ہیں اور خیال رکھتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں نماز پڑھی ہے اس کی کوئی اصل نہیں۔

اسی طرح وہ ٹیڈمیس کے بارے میں مولم کا دعویٰ ہے کہ فرشتے اس پر نقارہ بجاتے ہیں۔ اس کا بھی کوئی اصل نہیں۔ لیکن شیخ دہلوی نے فرمایا ہے کہ نقارہ کی آواز وہاں سنی جاتی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

مسجد الصفرار لوگ اس مسجد سے برکت حاصل کرتے ہیں۔ عبیدہ بن حارث نے غزوہ بدر کے زخم کے سبب اسی مقام صغرا میں وفات پائی تھی۔ یہیں آپ دفن کئے گئے۔ وہیں آپ کے مزار کی زیارت کی جاتی اور اس سے برکت حاصل کی جاتی ہے۔

عوام اس مزار کو حضرت ابوذر غفاری کا مزار بتاتے ہیں یہ صحیح نہیں اس لئے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ ربذہ میں مدفون ہوئے ہیں

مسجد الحنفہ پہلی مسجد حنفہ کے شروع میں مدینہ کی طرف ہے دوسری حنفہ کے اخیر میں بیٹات کی حد بتانے کے لئے جو دو نشان بنے ہیں ان کے قریب ہے تیسری مکہ جانے والے راستہ پر محمد بن عین میل کے فاصلہ پر ہے۔

مسجد غلیص بغیر غار، سو سے تین دن کی مسافت پر واقع ہے۔ اس جگہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی ہے۔

مسجد المرظہ یہ مکہ جانے والے راستے کے بائیں طرف مکہ سے ایک منزل پر واقع ہے اسے مسجد الفتح بھی کہتے ہیں شاید نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے وقت اس میں نماز ادا فرمائی ہو۔

مسجد صرف صرف ایک مقام کا نام ہے جو تقسیم سے تقریباً تین میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ یہیں ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا مزار ہے۔ اسی

جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ان کا زفاف ہوا تھا۔ یہیں ان کی وفات ہوئی اور اسی جگہ دفن کی گئیں

مسجد تنعیم

اسے مسجد عائشہ بھی کہا جاتا ہے۔ اس لئے کہ انہوں نے حجۃ الوداع میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے اپنے بھائی عبدالرحمن کے ساتھ اس جگہ احرام باندھا تھا۔ یہ مکہ سے تین میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ کعبہ کے اطراف میں سب سے قریب تر جگہ یہی ہے۔

مسجد تنعیم نام رکھنے کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ اس کے دائیں طرف ایک پہاڑ ہے جسے نعیم اور بائیں طرف ایک پہاڑ ہے جسے ناعم کہا جاتا ہے اور وادی کو نعمان کہا جاتا ہے

(العقد الثمین فی فضائل البلد الامین)

اس کے قریب ایک مینارہ ہے جس پر یہ لکھا ہے:

یہ وہ جگہ ہے جہاں مہمائی رسول
حضرت خبیب انصاری رضی اللہ عنہ
کو سولی دی گئی۔

إِنَّ هَذَا مَوْضِعٌ مُّثَبِّ
فِيهِ الصَّخَابَةُ خُبَيْبُ
الْأَنْصَارِيُّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

مسجد فوی طوئی

نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ تشریف لائے تھے اسی مسجد کی جگہ ایک ببول کے درخت کے نیچے آپ نے تشریف رکھی تھی (العقد الثمین)۔
اس جگہ آپ نے رات گزاری اور مکہ میں صبح کی تھی ہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھنے کی جگہ اس مسجد کے علاوہ ایک دوسری جگہ ہے۔

خاتمہ

حرمین شریفین کے فضائل

اور ان میں عبادت کی اہمیت

انتباہ :- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ النور کی جگہ اور اتنا حقہ جو اعضاء پاک کو عادی ہے وہ دنیا کی ساری جگہوں سے افضل ہے۔ نظام الملکۃ منقول از تافہ عیاض، بلکہ سائے آسمانوں حتیٰ کہ عرش سے بھی افضل ہے۔ ابن عقیل جنبی وغیرہ نے تصریح کی ہے۔ علامہ نووی کا میلان بھی اسی طرف ہے اور ظاہر ہے کہ پورا روضہ النور مراہب صرف جسم پاک سے لگے ہوئے حقے ہی نہیں۔

علامہ زرقانی نے لکھا ہے کہ تافہ عیاض نے ضم الاعضاء کے الفاظ استعمال کئے ہیں اور یہ محاورہ میں پوری قبر کے لئے برلے جاتے ہیں صرف جسم پاک سے لگے ہوئے حقے کے لئے نہیں۔

پھر کعبہ مقدسہ روئے زمین پر سب سے افضل ہے۔ روضہ النور کا حقہ چھوڑ کر مدینہ منورہ سے بھی اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔ اختلاف صرف اس میں ہے کہ مکہ مکرمہ کعبہ مقدسہ کے سوا اور مدینہ منورہ باستثناء مزار پاک شکران افضل ہے۔

اور مسجد نبوی اور مسجد حرام میں کون افضل ہے۔

امام شافعی اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہما کا مذہب یہ ہے کہ مکہ مدینہ سے افضل اور مسجد مکہ مدینہ سے افضل ہے۔ اور امام مالک اور ایک جماعت کا مذہب اس کے

برعکس ہے۔ (امام نووی) اور اگر یہ کہا جائے کہ مکہ و مدینہ دونوں ہی مِنْ وَجْهِ فِضَلِیت رکھتے ہیں تو یہ تحقیق سے زیادہ قریب بات ہوگی۔

اس لئے کہ مکہ مکرمہ اور مسجد حرام میں نماز مدینہ منورہ اور مسجد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے افضل ہے۔ اور جو لوگ مدینہ منورہ اور مسجد نبوی میں ہیں وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوس میں ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پڑوس دنیا کے تمام جنتوں سے بہتر ہے (رسائل الارکان) بعض روایتوں میں آیا ہے کہ مدینہ منورہ کا فبار جدام و برص سے شفا دیتا ہے بلکہ ہر مرض کی دوا ہے۔ (جامع ابن اثیر)

ابن حجر نے تحریر فرمایا ہے کہ مدینہ منورہ میں ایک گڑھا ہے جو بیمار سے شفا کے لئے نکلا۔ و غیر ہم کے نزدیک پینے اور غسل کرنے دونوں طریقوں سے مجرب ہے۔

پینے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کی تھوڑی سی مٹی ل جائے اور پانی میں ڈال دی جائے اور پانی پی لیا جائے

غسل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کی مٹی پانی میں چھڑ دی جائے اور اس سے ہنسی زدہ غسل کرے۔

لیکن پینا ابن ہنار و غیرہ کے نزدیک وارد شدہ ہے۔ جب بنو حارث بن ہنار میں مبتلا ہوئے ان سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وادی صعیب سے تم کتنی دور ہو۔ انہوں نے کہا۔ ہم وادی صعیب کو کیا کریں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم اس کی مٹی لو اور پانی میں ڈالو پھر تم میں کوئی اس پر اپنا لعاب ڈالے اور یہ کلمات کہے:

۱۔ اس کی تائید حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے بھی ہوتی ہے،

وَالْمَدِينَةُ خَيْرٌ لَّهُمْ لَوْ	مدینہ منورہ ان کے لئے بہتر ہے اگر
كَانُوا يَنْفَقُونَ۔	وہ لوگ بجتے

اللہ کے نام سے ہماری زمین کی مٹی
ہمارے بعض کے لعاب کے سبب
ہمارے رب کے حکم سے ہمارے مرض
کے لئے شفا رہے۔

بِسْمِ اللَّهِ شَرِبْتُ أَرْضَنَا
بِرِيقِي بَعْضُنَا شَفَاءَ لِبَعْضِنَا
بِإِذْنِ رَبِّنَا۔

انہوں نے ارشاد کی تعمیل کی اور ان کا سہارا جاتا رہا۔

حدیث شریف سے اس کا پتہ ثابت ہونے کی وجہ سے یہ مٹی حلال بنے ورنہ مٹی
کا کھانا اور پینا حرام ہے۔ یہ مضر ہوتی ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فتویٰ صادر فرمایا کہ جس شخص نے یہ کہا کہ مدینہ کی مٹی خراب ہے
اسے تیس گزے مارے جائیں اور قید کیا جائے۔ (الشفا)

مدینہ منورہ کی مٹی متعدد روایتوں میں دوا کے لئے لے جانا منقول ہے۔ (شیخ دہلوی)
صحیحین میں یہ روایت موجود ہے۔

جس شخص نے نہار منہ عجمہ کھجور کے سات دانے
کھائے۔ اس دن اس کو نہ کوئی زہر اثر کر سکتا
ہے اور نہ کوئی جادو۔

مَنْ أَكَلَ صَبَاحًا عَلَى السَّرِيقِ
سَبْعَةً تَمِينَ الْغَبْوَةَ لَا يُثْقَرُ فِي
ذَلِكَ الْيَوْمِ سَمٌ وَلَا سِحْرٌ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ عجمہ (مدینہ منورہ کی عمدہ قسم کی ایک کھجور)
دورانِ سر کی دوا رہے۔

بعض علماء نے فرمایا ہے۔ مسجد حرام کی ایک نماز دوسری مسجد کی ایک لاکھ نماز کے برابر
ہے۔ اور بیت المقدس کی ایک نماز دوسری مسجد کی ایک ہزار نماز کے مساوی ہے۔ ایک
روایت میں ہے کہ پانچ ہزار نماز کے برابر ہے۔

امام احمد نے روایت کی ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مسجد حرام کی ایک
نماز میری مسجد کی تین نماز سے افضل ہے۔ (نظام المملکت)

مسجد حرام سے مراد مسجد جماعت ہے جہاں جنبی اور عائضہ کا ٹھہرنا حرام ہے۔ ایک قول ہے کہ کعبہ مراد ہے۔ (منکب کبیر) بخاری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

<p>میری اس مسجد ایک نماز دوسری مسجد کی ایک ہزار نماز سے بہتر ہے سوائے مسجد حرام کے۔ البراشع نے روایت کی ہے: ”مسجد نبوی کی ایک نماز دس ہزار نماز کے برابر ہے“ ابن ماجہ کی روایت ہے کہ میری اس مسجد میں ایک نماز پچاس ہزار نماز کے برابر ہے (منکب کبیر) زرقانی نے ”الحجج المبیّنة“ سے نقل کرتے ہوئے الامام سے مرفوعاً یہ روایت کی ہے۔ جو شخص کسی سواری پر محض اس ارادے سوار ہوا کہ میری اس مسجد میں نماز پڑھے اور نماز اس میں پڑھ بھی لے تو اس کی یہ نماز ایک حج کے قائم مقام ہوگی۔</p>	<p>مسلوۃ فی مسجدی ہذا خیر من الف مسلوۃ فیما سواہ الا المسجد الحرام من خرج علی ظہر لا یرید الا القلوۃ فی مسجدی ہذا حتی یصل فیہ کان بمنزلۃ حجتہ</p>
---	--

واضح رہے کہ حرمین شریفین کی یہ فضیلت صرف نماز کے ساتھ خاص نہیں بلکہ تمام عبادات و اعمال کو عام ہے۔ (منکب کبیر)

”نظام الحکمۃ“ میں حسن بصری کا ارشاد ان کے رسالے سے منقول ہے کہ میں ایک دن کاروزہ ایک لاکھ روزے کے برابر اور ایک درہم کا صدقہ ایک لاکھ درہم کے برابر اور ایک نیکی ایک لاکھ کے مساوی ہے۔ امام غزالی نے ”احیاء“ میں لکھا ہے کہ مدینہ کا ہر عمل ایک ہزار کے برابر ہے۔

میرانی نے مرفوعاً روایت کی ہے مدینہ کا ایک رمضان دوسرے شہروں کے ایک ہزار رمضان سے بہتر ہے اور مدینہ کا ایک جمعہ دوسرے شہروں کے ایک ہزار جمعہ سے بہتر ہے زرقانی نے بھی یہ روایت نقل کی ہے۔

”نظام الکلمۃ“ میں یہ سبق سے منقول ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری اس مسجد میں ایک ماہ رمضان کے روزے بمثل ثنائے مسجد حرام دوسری تمام مسجدوں کے ایک ہزار ماہ ماہ رمضان سے افضل میں اور میری اس مسجد میں ایک جمعہ بمثل ثنائے مسجد حرام تمام مسجدوں کے ایک ہزار جمعہ سے بہتر ہے۔ امام نووی نے فرمایا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد میں ”میری اس مسجد“ کے لفظ سے اس جانب اشارہ ہے کہ اعمال کے ثواب کی زیادتی اس مسجد کے ساتھ خاص ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں تھی وہ حقے نہیں جن کا خلفاء راشدین اور ان کے بعد کے لوگوں کے عہدوں میں اضافہ کیا گیا ہے۔

شیخ نے ”لمعات“ میں لکھا ہے جمہور کے نزدیک مذہب مختار یہ ہے کہ ثواب کی کثرت کا حکم اضافہ شدہ حقوں کو بھی شامل ہے جس کی وجہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی یہ حدیث ہے :

<p>اگر یہ مسجد یمن کے (شہر) صنعاء تک بڑھا دی جائے جب بھی میری ہی مسجد ہوگی۔</p>	<p>لَوْ مَدَّ هَذَا السَّجْدَ إِلَى صَنْعَاءَ الْيَمَنِ كَانَ مَسْجِدِي</p>
---	---

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول یہ ارشاد بھی ہے ”جتنی بھی اس مسجد میں توسیع کر دی جائے مگر میری ہی مسجد ہوگی۔“

حدیث میں اہم اشارہ کا استعمال دوسری مسجد سے ممتاز کرنے کے لئے اور اظہار عظمت کے لئے یا مسجد قبا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب دوسری مسجدوں سے استرازا مقصود ہے۔ محب طبری نے امام نووی کا اپنے قول سے رجوع نقل کیا ہے۔

امام نووی نے لکھا ہے اعمال کے کئی گنے کی بات صرف ثواب سے متعلق ہے۔ یعنی مسجد نبوی میں ایک نماز کا ثواب دوسری مسجدوں کی ایک ہزار نماز کے ثواب سے زیادہ ہے۔ فوت شدہ اعمال سے کافی ہونے میں یہ ثواب کی کثرت کچھ مفید نہ ہوگی۔ شکیہ کہ ایک شخص کے ذمے دو نمازی ہیں اور اس نے مسجد مدینہ میں ایک نماز پڑھی تو اس شخص کی یہ نماز دو

نمازوں سے کفایت نہ کرے گی۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں۔

امام احمد اور طبرانی نے ثقہ راویوں کے زریعہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ انہوں نے کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ”جس شخص نے میری مسجد میں چالیس نمازیں پڑھیں۔“ طبرانی نے اتنا اضافہ کیا ہے۔ ”اس طرح کہ اس کی کوئی نماز فوت نہ ہوئی“ تو اس کے لئے جہنم سے نجات اور عذاب سے نجات اور فراق سے نجات لکھ دی گئی۔ شیخ ڈبیری نے بھی اسے نقل کیا ہے۔

استبہا | ان مساجد میں ہزار گنا یا چند ہزار گنا ثواب صرف فرض عبادت میں ملتا ہے یا فرض و نفل دونوں میں اس میں اختلاف ہے اصحاب مالک نے لفظ کے عموم کو دیکھتے ہوئے تفسیر کی ہے کہ فرض و نفل دونوں میں ملتا ہے۔ طحاوی نے لکھا ہے کہ صرف فرض میں۔ لیکن یہ اطلاق حدیث کے خلاف ہے جیسا کہ نووی نے ملاحظہ کیا ہے۔ ”فتح القدیر“ میں مرقوم ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مشہور حدیث مروی ہے۔ ”انسان کی سب سے بہتر نماز اس کے گھر میں ہے فرض کے علاوہ“

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مسجد میں نفل پڑھنا مثلاً تہجد اور فجر کی سنت وغیرہ منقول نہیں بلکہ اپنے گھر میں پڑھنا روایتوں میں ملتا ہے (جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان مساجد میں فرض اعمال کا کوئی گونہ ثواب ہوگا نفل کا نہیں)۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اعمال میں کثرت ثواب صرف مردوں کے لئے ہے اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک عورت نے مسجد میں حاضر ہونے اور آپ کے ساتھ نماز پڑھنے کی آپ سے اجازت مانگی تھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنے گھر میں نماز پڑھنے کا حکم دیا تھا باوجودیکہ اس وقت عورتوں کا نکاح مباح تھا جس سے ظاہر ہے کہ عورتوں کے لئے ان کی نماز گھروں ہی میں افضل ہے (نظام الملک)

علماء نے فرمایا ہے اگر کسی شخص نے ان مساجد میں سے کسی میں نماز پڑھنے کی نذر مانی

تو اسے ایثار نذر واجب ہے۔ اور اس کے لئے اس میں نماز ادا کرنا ضروری ہے۔ ان کے علاوہ کسی اور مسجد میں نماز ادا کرنا اسے کافی نہ ہوگا۔ (رسائل الارکان)

”کشف الغطا“ میں ہے اگر اس شخص نے مسجد مدینہ میں ادائیگی کی نذر مانی تو نذر کی تکمیل کے لئے مسجد مدینہ اور مسجد حرام متعین ہوگی اور اگر اس نے مسجد اقصیٰ میں ادائیگی کی نذر مانی تو ایثار نذر کے لئے مسجد مدینہ، مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ متعین ہوگی اگر وہ ان مسجدوں کے علاوہ متعین کرے تو تعین نہ ہوگی۔

”منک متوسط“ میں ہے۔ اگر اس نے کسی جگہ نماز پڑھنے کی نذر مانی اور اس سے کم درجہ کی جگہ نماز پڑھی تو اسے یہ کافی ہے۔ علی قاری نے ”منک متوسط“ کی شرح میں لکھا ہے اگر اس نے مسجد حرام میں دو رکعت پڑھنے کی نذر مانی تو اس نماز کا اس جگہ کے علاوہ کہیں اور ادا کرنا امام زفر کے نزدیک جائز نہ ہوگا۔

ہمارے اصحاب کے نزدیک صحیح ہے۔

اور اگر اس نے مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں دو رکعت ادا کرنے کی نذر مانی تو ان دونوں کی ادائیگی صرف مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسجد حرام میں جائز ہوگی ان کے علاوہ مسجدوں میں روا نہ ہوگی۔

اور اگر اس نے بیت المقدس میں نماز پڑھنے کی نذر مانی تو اس کی ادا ان تینوں مسجدوں میں جائز ہوگی ان کے علاوہ مسجدوں میں روا نہ ہوگی

اور اگر اس نے جامع مسجد میں نماز پڑھنے کی نذر مانی تو مسجد محلہ میں اس کی ادا جائز نہ ہوگی۔ اگر اس نے مسجد محلہ میں نماز پڑھنے کی نذر مانی تو اس کی ادا اس کے گھر میں جائز نہ ہوگی اور اگر اس نے کسی گھر میں نماز پڑھنے کی نذر مانی تو سب میں اس کی ادا جائز ہے (المصنفی)

ان مسائل میں ہمارے اصحاب امام زفر رحمۃ اللہ علیہ سے اختلاف رکھتے ہیں لیکن نے یہ بھی کہا ہے کہ امام ابو یوسف امام زفر کے ساتھ ہیں۔ ان مساجد میں اعتکاف کی نذر

ماننے کا بھی یہی حکم ہے۔

”رد المحتار“ میں ہے جس کسی نے مسجد حرام میں دو رکعت پڑھنے کی نذر مانی اور یہ نماز اس نے اس سے کم رتبے یا بلا کسی نفیست کی مسجد میں ادا کی تو اسے کافی ہے۔ امام زفر البتہ اس سے اختلاف رکھتے ہیں۔

اس لئے کہ شریعت کا مشہور ضابطہ ہے کہ نفل عبادت کا التزام نفل کو واجب کر دیتا ہے اور بندہ کا عبادت کو کسی جگہ سے خاص کرنے کا اعتبار شریعت سے ثابت نہیں۔ بلکہ عبادت کے لئے جگہوں کی تخصیص صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے۔ یہ تحریر اس مرحلہ تک پہنچ چکی ہم اپنی گفتگو ختم کرتے ہیں۔ بدھرام مکہ مکرمہ کی پاک سرزمین پر رحمن کے مقدس گھر کے سامنے یہ آخری کلمات ماہ رمضان المبارک ۱۴۱۹ھ میں لکھے گئے۔

علی رسول المشرقین والمغربین والحمد للہ وصحبہ صلوات

خالق اکھوشین مادام وجود المسلمین ۵

اللہم یا حنان یا منان اغفر لنا ولوالدینا ولمشائخنا

ولا سائدتنا ولجميع المسلمين والمسلمات ببرحمتك

یا ارحم الراحمین ۵



تمت

أَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ لَا نَبِيَّ بَعْدِي

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
خاتم المرسلين

أَبُو الْبَيَّانِ الْخَافِظُ مُحَمَّدٌ مظهر الدين رَمَّا سِي رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْهِ

صُفَّةُ پَبَاي كِشَنَز

عَمِل سَنَر 109- چيٹرجی روڈ - اُردو بازار - لاہور فون: 7324210

تاریخ القرآن

تالیف

حضرت علامہ مفتی عبد اللطیف رحمانی رحمہ اللہ

صفہ پبلی کیشنز

اسماعیل سنٹر 109- چیئرجی روڈ - اردو بازار - لاہور فون: 7324210

مختارہ اعمال کی اصلاح کے لیے بہترین مکتب

